اقوالِ مصطفیٰ ﷺ
تصنیف
قاری ظہور احمد فیضی
ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ لاہور
مکتبۃ باب العلم
جامعۃ علی المرتضیٰ لاہور

تصنیف

قاری ظہور احمد فیضی
ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ، لاہور

مکتبہ بابُ العِلم
جامعہ علی المرتضیٰ رض لاہور

نام کتاب ــــــــــــــ لطافتِ جسدِ مصطفیٰ ﷺ

مُصنّف ــــــــــــــ قاری ظہور احمد فیضی

کمپوزنگ ــــــــــــــ محمد طاہر فیضی

کمپوزنگ ــــــــــــــ محمد احمد فیضی

کمپوزنگ ــــــــــــــ محمد سہیل فیضی

پروف ریڈنگ ــــــــــــــ علامہ محمد لطیف فیضی

بک ورک ــــــــــــــ محمد یعقوب

الطبعة الأولیٰ ــــــــــــــ ۱۴۳۲ھ

ہدیہ ــــــــــــــ

ناشر: **مکتبہ باب العلم** جامعة علي المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شریف پورہ، لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز: گنج بخش روڈ لاہور، اردو بازار، کراچی

احمد بک کارپوریشن: اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی

اسلامک بک کارپوریشن: اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی

اورینٹل پبلی کیشنز: 35 رائل پارک، لاہور

مکتبہ خورشیدِ ملت، نزد کینال ریسٹ ہاؤس، اُوچ شریف (بہاول پور)

برائے رابطہ:

0300 41 500 21, 0300 45 17 365, 0300 249 50 37

بسم الله الرحمن الرحيم
١٤٢٠

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ.

''بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس برگزیدہ رسول، تم سب سے نفیس ترین، گراں گذرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہاں ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے''۔

(التوبة:١٢٨)

مَا رَأَيْتُ أَحَداً أَنْجَدُ وَلَا أَجْوَدُ وَلَا أَشْجَعُ
وَلَا أَضْوَأُ أَوْضَأُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر میں نے کسی کو مشکل امور انجام
دینے والا، آپ سے بڑھ کر سخی، آپ سے بڑھ کر بہادر، آپ
سے بڑھ کر خوبصورت اور آپ سے بڑھ کر روشن نہیں دیکھا“۔
(ابن عمر رضی اللہ عنہما)

فہرست مضامین

لطافتِ جسدِ مصطفیٰ ﷺ

مُقَدِّمَة

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ قَالَ فِيْ شَانِ نَبِيِّهٖ وَحَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ: لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَحَبِيْبِهِ الْعَظِيْمِ الطَّيِّبِ الطَّاهِرِ وَاَنْفَسِ الْجَسِيْمِ، سَيِّدِنَاوَمَوْلَانَامُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ النَّعِيْمِ.

تمام حمد اُس اللہ بلند و برتر کے لیے جس نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی شان میں فرمایا: ''یقیناً تشریف لایا ہے تمہارے پاس برگزیدہ رسول، تم سب سے نفیس ترین، گراں گذرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہاں ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے''

اور درود و سلام ہو اس کے عظمت والے، طیب و طاہر، نفیس ترین جسم والے محبوب رسول ﷺ پر، اور ان کی طیب و طاہر آل پر اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور اِنعام کے دن تک اُن کے جملہ پیروکاروں پر۔

سببِ تصنیف

تقریباً ۱۹۹۳ء کی بات ہے، جب راقم اثیم میٹھادر کراچی کی جامع مسجد الف میں خطیب تھا کہ میرے ایک محسن (جو وہاں کی ایک مسجد کے خطیب و امام تھے) انتہائی پریشانی کے عالم میں میرے پاس تشریف لائے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُنہوں نے جمعہ کے دن اپنی مسجد میں بیان کر دیا کہ حضور ﷺ کے فضلات شریفہ طاہر تھے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے بول مبارک کو پی بھی لیا تھا۔ اس پر بعض بااثر لوگوں نے فتنہ کھڑا کر دیا اور حوالہ جات کا مطالبہ شروع کر دیا۔ اندرونی طور پر کچھ ایسی سازشیں ہونے لگی تھیں کہ اگر یہ مسئلہ ثابت نہ ہوتا تو اہلِ سنت سے مسجد بھی چلی جاتی۔

راقم اثیم کے پاس کتابیں نہیں تھیں، اس لیے میں نے ٹاور کے مقام پر "المجلس العلمي" لائبریری سے پھر گارڈن و لسبیلہ کے درمیان رئیس امروہوی کی رہائش گاہ کے قریب جناب ڈاکٹر خالد اسحاق ایڈووکیٹ کی لائبریری سے مطالعہ کر کے تقریباً پندرہ بیس کتب سے احادیث اور دوسری عبارات نقل کرلایا اور اپنے محسن قاری صاحب کو پیش کیا، اور الحمدللہ اس سے فتنہ ختم ہو گیا۔

ہر چند کہ یہ ایک دفاعی مطالعہ اور جبری محنت تھی تاہم جب یہ کارگر ثابت ہوئی تو اس میں اضافہ کی نیت سے بعد میں بھی لائبریریوں کے چکر لگاتا رہا حتی کہ وہ جبری مطالعہ دلچسپی کا سامان بن گیا، اور مثنوی کے سنے ہوئے وہ اشعار ذہن میں گھومنے لگے، جن کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ اوّلاً جب بچے کو اُس کی ماں زبردستی مکتب میں لیجاتی ہے تو وہ روتا اور چلاتا ہے اور دنیا میں اس کے نزدیک مکتب سے زیادہ مکروہ مقام کوئی نہیں ہوتا مگر جب وہ لذتِ علم اور اس کے فوائد سے آشنا ہو جاتا ہے تو اُس کا اوڑھنا بچھونا ہی علم ہو جاتا ہے۔

فی الجملہ یہ کہ جب طہارتِ فضلات شریفہ پر اچھا خاصا مواد جمع ہو گیا تو اس کو کتابی شکل دینے کی آرزو پیدا ہوئی، مگر کیا اِس آرزو کو کبھی عملی جامہ بھی پہنایا جا سکے گا؟ اس کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی، جس کی کئی وجوہ ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

موضوعِ ھذا کی اِشاعت میں سببِ تاخیر

موضوعِ ھذا سے مراد ''طہارتِ فضلات شریفہ'' ہے، اس موضوع کو کتابی شکل دے کر شائع نہ کرنے کی سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ میں سمجھتا تھا اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے، حتی کہ ایک دن یہی بات بعض دانشوروں (جناب خالد اسحاق ایڈووکیٹ مرحوم) نے بھی مجھے کہہ دی تھی کہ مولانا اب اس موضوع پر لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس موضوع پر بعض اردو شروحِ حدیث میں میرے سامنے اچھا خاصا مواد آیا تو از خود مزید توقف ہوگیا۔ پھر اسی اثنا میں میرے مطالعہ کا رُخ قرآن کریم کے علوم وفضائل کی طرف ہوا تو اس میں دلچسپی بڑھتی چلی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل شاندار کتاب تیار ہوگئی، جو بفضلہٖ تعالیٰ ''أنوار العرفان في أسماء القرآن'' کے نام سے شائع ہوئی، اور الحمد للہ ثم الحمد للہ بہت مقبول ہوئی۔

اس کے بعد میرے مطالعہ کا رُخ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و مقبول کتاب ''خصائص علي رضی اللہ عنہ'' کے ترجمہ، تخریج، تحقیق اور تشریح کی طرف ہوا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھ ناتواں کے ہاتھوں گیارہ سو صفحات سے زائد پر مشتمل ضخیم کتاب تیار کرادی، جو اس قدر مقبول ہوئی کہ دو ماہ کے قلیل عرصہ میں اس کا طبع اول ختم ہوگیا، جو انٹرنیٹ کے اِس دور میں ایک ریکارڈ ہے۔ اب پھر تقریباً سولہ سترہ (۱۶۔۱۷) برس بعد میں نے اِس موضوع (طہارتِ فضلات شریفہ) کی طرف توجہ کی اور اس کو مدوّن کیا تو یہ شکل وجود میں آئی جو آپ کے سامنے ہے۔ افسوس کہ اس دوران موضوعِ ھذا کے متعلق بعض تحریری حصے ضائع بھی ہوگئے۔

موضوعِ ھذا کے انتخاب کا فائدہ؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس موضوع پر لکھنے کا کیا فائدہ؟ اب انبیاء کرام علیھم السلام تو موجود نہیں ہیں کہ ان کے فضلات شریفہ کو تبرک بنایا جائے گا۔ بعینہٖ یہی سوال مجھ سے دورانِ مطالعہ کیا گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے کئی فوائد ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:

۱۔ اس سے نبی اور غیر نبی انسان کے مابین ایک عظیم جسمانی لطافت ونفاست کا فرق معلوم ہوتا ہے،

۲۔ امام قہستانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی خیال تھا کہ اب اس موضوع پر کلام کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تعجب کی بات ہے کہ علامہ قہستانیؒ نے اس امر (طہارت) کی تصریح کے باوجود فرمایا کہ اس بحث کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ انبیاء کرام علیھم السلام کا زمانہ اب گذر چکا ہے۔ اب یہ بتانے کی اس کتاب میں حاجت نہیں ہے کہ (فضلاتِ انبیاء کرام علیھم السلام طاہر ہیں یا) ان کی نیند غیر ناقض ہے۔

میں (امام احمد رضا) کہتا ہوں کہ اس کی ضرورت ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاشک نازل ہوں گے اور پھر انبیاء کرام علیھم السلام کے خصائص ومناقب کا علم ضروری ہے''۔

(فتاوی رضویہ ج۱ ص ۴۳۵)

۳۔ یہ فطری بات ہے کہ انسان کسی کو اُتنا چاہتا ہے جتنا اُسے اُس کی جسمانی اور معنوی خوبیاں معلوم ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گذشتہ انبیاء کرام علیھم السلام کے فضائل ومراتب سماعت فرمائے تو اُسی وقت اور اُسی مقام پر اپنے فضائل وخصائص بیان کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی اور ساتھ ہی ہر خصوصیت پر فرماتے رہے ''وَلَا فَخْرَ'' (یہ کوئی فخر نہیں) سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کی توضیح میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ اُس سیادت وفضیلت کی اطلاع تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا اور یہ نعمتِ الٰہی کا اظہار ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ'' (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کیجئے) اور اس بیان سے آپ نے اپنی اُمتِ اِجابت اور اُمتِ دعوت کو اپنے رب کے ہاں اپنے درجۂ رفیعہ سے آگاہ فرمایا ہے، اور امت کی خاطر یہ آگاہی آپ پر فرض تھی ''لِیَکُوْنَ اِیْمَانُھُمْ بِهٖ عَلٰی

حَسْبِ ذٰلِکَ" (تاکہ آپ پراُن کا ایمان اِن مراتب کے مطابق ہو)"۔

(شرح السنة للبغوي ج٧ص٤١٤، شرح الطيبي على المشكاة ج١١ ص ٣٦٤٥، مرقاة شرح مشكوة ج١٠ ص٣١)

۴۔ راقم اثیم کہتا ہے کہ کتبِ صحاح (بخاری و مسلم وغیرہ) میں نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال کے بیان پر اور پسینہ کی خوشبو کے ذکر پر مستقل ابواب قائم کرنے کی جو غرض ہے کتابِ ھذا کی ترتیب وتصنیف کی غرض بھی وہی ہے اور اسی لیے اس کا نام "لطافتِ جسدِ مصطفیٰ ﷺ" رکھا گیا ہے، تاکہ قاری کا اس کی طرف میلان ہو، حالانکہ اس کا نام "طہارتِ فضلاتِ مصطفیٰ ﷺ" بھی رکھا جا سکتا تھا۔

کتابِ ھذا کے قارئین کے لیے وضاحت

اس موضوع پر میرا یہ حاصلِ مطالعہ تقریباً سولہ سترہ (16/17) برس پہلے کا ہے، جیسا کہ اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں ایسی کتابوں کے حوالہ جات بھی ملیں گے جو قدیم لائبریریوں کے علاوہ کہیں دستیاب نہیں ہیں، اور اگرچہ اب بحمدہ تعالیٰ مجھے اکثر وہ کتابیں جدید طباعت کے ساتھ دستیاب ہو چکی ہیں (جن کا میں نے ایک عرصہ قبل مطالعہ کیا تھا) مگر میں نے اُن کے ساتھ ساتھ قدیم چھاپہ جات کے حوالے بھی درج کیے ہیں، اور جہاں بھی ایسا حوالہ دیا گیا ہے تو وہیں پر مطبع اور سنہ طباعت وغیرہ بھی لکھ دیا گیا ہے تاکہ قدیم مطبوعات سے استفادہ آسان ہو۔

اِظہارِ تشکُّر

اللہ رب العزۃ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کے شکر کے بعد سب سے پہلے راقم اثیم کراچی کی اُن قدیم وجدید لائبریریوں کا شکر گذار ہے جن سے میں نے اُس وقت استفادہ کیا جب مجھے کتابیں دستیاب نہیں تھیں، پھر میں اُن مخیّر حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کتابوں کے ساتھ میری وارفتگی کو ملاحظہ کیا تو مجھے کتابیں دلانا شروع فرمائیں اور تاحال دِلا رہے ہیں، اور للہ فی اللہ برابر ہر طرح کا تعاون فرما رہے ہیں۔

لاہور میں بھی مجھے کافی حضرات نے قیمتی کتابیں مہیا فرمائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے طفیل ان سب حضرات کو دنیاوآخرت کی نعمتوں سے نوازے اور دنیاوآخرت کی تمام پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

راقم اثیم جناب الحاج محمد اسماعیل عباسی صاحب زِیْدَمَحَاسِنُہٗ کا خصوصی طور پر شکر گذار ہے کہ وہ کتابِ ھذا کی اشاعت اور "جامعة علي المرتضىٰ رضی اللہ عنہ" کی تعمیر میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں، ساتھ ہی جناب الحاج چوہدری محمد صلاح الدین صاحب زَادَہُ اللّٰہُ رِزْقًاوَّأَوْلَادًا کا بھی شاکر وممنون ہوں کہ وہ اس کارِخیر میں بہترین معاون وممد ہیں۔

اشاعتِ "شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ" کے بعد کچھ محسنین کا شکریہ

"شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ" کی اشاعتِ اولیٰ کے بعد بعض حقائق ناشناس لوگوں کی وجہ سے مجھ پر گوناگوں مشکلات آپڑیں جو تاحال جاری ہیں (اَللّٰھُمَّ إِنَّانَسْئَلُکَ الْعَافِیَةَفِی الدُّنْیَاوَالْأٰخِرَةِ، وَنَجْعَلُکَ فِيْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ) ایسے مشکل حالات میں کچھ حضرات نے کسی قسم کے سابقہ تعارف کے بغیر محض حُبِّ اہلِ بیت کے جذبۂ صادقہ کے تحت مجھ عاجز کو مسلسل تعاون کا یقین دلایا اور مجھے تنہائی کے بھیانک تصور سے باہر نکالا۔ یہ ناکارہ ان سب کا اور "شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ"

کے مقرظین ومبصرین کا تہہ دل سے شاکر وممنون ہے۔

بالخصوص محقق العصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری، علامہ خلیل الرحمان خان قادری دامت برکاتہما اور جملہ اربابِ جامعہ اسلامیہ، لاہور کا شکریہ ادا کرنا خود پر فرض سمجھتا ہے، کیونکہ یہ حضرات اُس وقت میرے معاون ومدد بنے جو میری شعوری زندگی کا مشکل ترین مرحلہ ہے۔

اللہ اکبر یہ کتنا حسین عقیدہ اور اہل بیت سے کتنی والہانہ محبت ہے کہ حضرت محقق العصر مدظلہ کو جونہی ''شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ'' کی اشاعت کی اطلاع موصول ہوئی تو انہوں نے اپنے خاص آدمی (علامہ ملک محبوب الرسول قادری زیدمجدہ) کو مجھ عاجز کی تلاش پر مامور فرمایا، انہوں نے متعدد مدارس کا طواف کرنے کے بعد جب مجھے ایک تنگ وتاریک مقام میں پالیا تو فوراً محقق العصر کو فون پر بتایا: حضور! ''فیضی صاحب لبھ گئے نے'' فرمایا: بات کراؤ! چنانچہ مفتی صاحب نے سب سے پہلے مبارک باد اور شاباش دی، پھر فرمایا: فیضی صاحب! ایک نشست چاہیئے، راقم اثیم نے عرض کیا: چونکہ آپ ہر لحاظ سے بڑے ہیں اس لیے بندہ خود حاضر ہوگا۔ خیال رہے کہ یہ اظہارِ محبت فقط ''شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ'' کی اطلاع موصول ہونے پر تھا، کتاب موصول ہونے اور پڑھنے کے بعد شفقتوں اور عنایتوں کا سلسلہ اس کے علاوہ ہے۔

راقم اثیم اُن مشائخ، علماء، سادات کرام اور محبانِ اہلِ بیت عظام کا بھی شاکر وممنون ہے جو حُب اہلِ بیت علیہم السلام کے پاکیزہ جذبہ کے تحت ''جامعة علي المرتضی رضی اللہ عنہ'' کی تعمیر میں معاونت فرمارہے ہیں۔

اللہ اکبر اِس جذبۂ صادقہ کے ساتھ وہ حضرات بھی آگے آئے جن کے اپنے عظیم الشان دار العلوم ہیں اور وہ بھی جو اِس دور کے عظیم الشان مفسرین، محدثین اور مشائخ عظام ہیں، والحمد للہ تعالیٰ علیٰ احسانہ۔

''شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ'' کی اشاعتِ اولیٰ سے قبل مذکورہ بالا تمام محبین ومحسنین کے ساتھ میرا کسی قسم کا کوئی تعارف نہیں تھا، اس لیے اُن کی یہ محبت بہ طفیلِ اہلِ بیت محض للہ فی اللہ ہے اور اس کی بہترین جزا بھی وہی ذات جل جلالہ دے گی۔ راقم اثیم اِن سب کے حق میں یوں دعا گو ہے:

جزاهم الله تعالیٰ خيراً في الدنيا والآخرة، عن حبيبه ﷺ وعن عليٍ نِ المرتضی وعن أهل بيتهما صلوات الله وسلامه عليهم.

انتساب

راقم اثیم اپنی اِس کاوش کواُن دو عظیم ہستیوں کے نام منسوب کرنے کی سعادت حاصل
کرنا چاہتا ہے جو رب تبارک وتعالیٰ کے بعد اپنی اولاد کے حق میں رب کے معنیٰ
میں ہیں، اور جن کی یہ شان ہے کہ قرآنِ مجید میں جابجا معبودِ برحق جل جلالہ
کی عبادت کے بعد اُنہیں کی تعظیم کا حکم ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے شکر
کے بعد اُنہیں کے شکریہ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے: ''أَنِ اشْكُرْ لِيْ
وَلِوَالِدَيْكَ'' (میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا، لقمان: ۱٤)
یہ شکر فقط والدین ہونے کے ناتے لازم ہے، تعلیم دلانا اور اچھی
تربیت کرنے کا احسان اس کے علاوہ ہے۔ اگر مجھے میرے
والدین نے تعلیم نہ دلائی ہوتی تو خدا جانے کہ میں کہاں
کہاں کی خاک چھان رہا ہوتا؟ یا الہ العالمین! میری
اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما اور اس کو میرے
والدین اور اُن کے پورے خاندان کی فلاح کا
ذریعہ فرما، آمین! **بجاه حبيبه سيدنا محمد**
ﷺ وعلیٰ آله وأصحابه أجمعين.

الإهداء:

جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ایسے طیب وطاہر اور منوّر و معطر محبوب ﷺ کے ظہور کا ذریعہ بنایا، اور جنہیں بعد از ولادتِ طیبہ خدمت کرنے کا شرف بخشا، یعنی سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر سیدین کریمین ابوین شریفین تک تمام آباء واجداد اور امہات علیهم السلام و رضي الله عنهم، اور بشمول سیدنا ابوطالب خدمت کرنے والی دوسری تمام ہستیوں (رضی اللہ عنہم) کی خدمت بابرکت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

واللّٰہُ یُتِمُّ الأَمَانِيَ وَهُوَ المُعطِي جل جلالہ

لطافتِ جسدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جنسِ واحد کی ظاہری نفاست ولطافت میں فرق

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوقات میں اپنی قدرت کے عجیب کرشمے رکھے ہیں، کچھ مخلوق کثیف ہے اور کچھ لطیف۔ متضاد الجنس مخلوق کے مابین لطافت وکثافت کی تمیز کچھ مشکل نہیں ہے۔ گائے اور بھینس، بھیڑ اور بکری، اونٹ اور گھوڑے، ہرن اور بھیڑیئے، کوے اور کبوتر، طوطے اور چیل، فاختہ اور ہدہد کی نفاست اور کثافت میں جو فرق ہے اسے کون نہیں سمجھتا؟ لہٰذا متضاد الجنس جانداروں کے فرق سے قطع نظر کرتے ہوئے فقط ہم جنس جانداروں کے درمیان لطیف اور کثیف ہونے کے لحاظ سے جو فرق ہے اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ فرق غور کیے بغیر معلوم نہیں ہوتا۔ اگر آپ بیلوں کی کثرت میں، بھینسوں کے باڑے میں، بکریوں کے ریوڑ میں اور ہرن وغیرہ کے اژدہام میں غور فرمائیں تو آپ کو ایک ہی جنس کے بعض جانور دوسرے جانوروں سے زیادہ لطیف ونفیس نظر آئیں گے۔ پرندوں کی ایک جنس کے غول میں غور فرمائیں تو آپ کو تمام پرند یکساں لطیف یا یکساں کثیف نہیں ملیں گے۔ مثلاً کبوتروں میں ہی غور فرما لیجئے! تمام کبوتر اپنی لطافتِ طبع میں برابر نہیں ملیں گے۔ علیٰ ھٰذا القیاس غیر ذی روح مخلوق کی طرف آیئے اور درختوں، پھلوں، پھولوں اور نرم ونازک پودوں میں غور کیجئے! سب میں یکساں لطافت نہیں ہوگی۔ پتھروں کو ہی لیجئے! تمام پتھر نفاست ولطافت میں یکساں نہیں ہونگے۔ پہاڑوں کی وادیوں میں چلے جایئے! جہاں آپ کو بہت سے بیکار پتھر نظر آئیں گے وہاں آپ کو ایسا انمول ہیرا بھی مل سکتا ہے جسکی لطافت کے سامنے تمام پہاڑی سلسلہ پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

اسی طرح انسانوں میں بھی نفاست، لطافت، نزاکت، نظافت اور ملائمت کے لحاظ سے بہت واضح

اور نہایت نمایاں فرق ہوتا ہے۔ ایسا واضح فرق جسے زبان وقلم سے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ خود سوچئے خوبصورت اور بدصورت انسان کے مابین جو جسمانی لطافت کا نمایاں فرق ہوتا ہے، کیا وہ محتاجِ بیان ہے؟

جنسِ واحد کی باطنی لطافت ونفاست میں فرق

پھر جس طرح ظاہری جلد اور جسم میں نمایاں فرق ہوتا ہے اسی طرح اندرونِ جلد میں بھی فرق ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا اندرونی نظام اس قدر کثیف ہوتا ہے کہ ان کے اندر کی کثافت کے باعث ان کے ظاہری جسم سے ایک طرح کی عفونت محسوس ہوتی ہے۔ بعض مرتبہ ان کے قریب بیٹھنا بھی دشوار ہوتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو تمام انسانوں کے پسینے کی بو یا بدبو یکساں محسوس نہیں ہوتی۔ بعض اشخاص چند گھنٹے شوز اور موزے استعمال کرنے کے بعد جب اُتارتے ہیں تو بدبو کے بھبکے اٹھتے ہیں اور کچھ اشخاص چند گھنٹے ہی نہیں سارا دن پہننے کے بعد بھی اتارتے ہیں تو کوئی بو محسوس نہیں ہوتی۔ آخر یہ واضح فرق کیوں؟ وجہ ظاہر ہے کہ یہ فرق جسم کی اندرونی لطافت اور کثافت کے باعث ہوتا ہے۔

لطافت ونفاست کی اقسام

بنیادی طور پر لطافت کو دو قسموں میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ لطافتِ کسبی اور عملی

۲۔ لطافتِ وہبی اور عطائی

کسب، محنت، ریاضت اور کوشش سے ہر کثیف شے ایک حد تک لطیف ہوسکتی ہے۔ کثیف پتھروں اور لکڑیوں پر محنت کر کے اُنہیں آئینہ کی طرح لطیف بنایا جاتا ہے، سخت لوہے پر محنت خرچ کر کے اس سے لطیف سے لطیف اشیاء بنائی جاتی ہیں، اور یہ روزمرہ مشاہدہ میں آنے والی باتیں ہیں۔ علی ہذا القیاس اِس سائنسی ترقی کے دور میں آپ جس قدر غور وفکر کرتے چلے جائیں گے اسی قدر آپ پر یہ حقیقت عیاں ہوتی چلی جائے گی کہ ہر کثیف چیز محنت کے بعد لطیف سے لطیف تر ہوسکتی ہے۔

اور نہایت نمایاں فرق ہوتا ہے۔ ایسا واضح فرق جسے زبان وقلم سے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ خود سوچئے خوبصورت اور بدصورت انسان کے مابین جو جسمانی لطافت کا نمایاں فرق ہوتا ہے، کیا وہ محتاجِ بیان ہے؟

جنسِ واحد کی باطنی لطافت ونفاست میں فرق

پھر جس طرح ظاہری جلد اور جسم میں نمایاں فرق ہوتا ہے اسی طرح اندرونِ جلد میں بھی فرق ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا اندرونی نظام اس قدر کثیف ہوتا ہے کہ ان کے اندر کی کثافت کے باعث ان کے ظاہری جسم سے ایک طرح کی عفونت محسوس ہوتی ہے۔ بعض مرتبہ ان کے قریب بیٹھنا بھی دشوار ہوتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو تمام انسانوں کے پسینے کی بو یا بدبو یکساں محسوس نہیں ہوتی۔ بعض اشخاص چند گھنٹے شوز اور موزے استعمال کرنے کے بعد جب اُتارتے ہیں تو بدبو کے بھبکے اٹھتے ہیں اور کچھ اشخاص چند گھنٹے ہی نہیں سارا دن پہننے کے بعد بھی اتارتے ہیں تو کوئی بو محسوس نہیں ہوتی۔ آخر یہ واضح فرق کیوں؟ وجہ ظاہر ہے کہ یہ فرق جسم کی اندرونی لطافت اور کثافت کے باعث ہوتا ہے۔

لطافت ونفاست کی اقسام

بنیادی طور پر لطافت کو دو قسموں میں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ لطافتِ کسبی اور عملی

۲۔ لطافتِ وہبی اور عطائی

کسب، محنت، ریاضت اور کوشش سے ہر کثیف شے ایک حد تک لطیف ہو سکتی ہے۔ کثیف پتھروں اور لکڑیوں پر محنت کر کے اُنہیں آئینہ کی طرح لطیف بنایا جاتا ہے، سخت لوہے پر محنت خرچ کر کے اس سے لطیف سے لطیف اشیاء بنائی جاتی ہیں، اور یہ روزمرہ مشاہدہ میں آنے والی باتیں ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اس سائنسی ترقی کے دور میں آپ جس قدر غور وفکر کرتے چلے جائیں گے اسی قدر آپ پر یہ حقیقت عیاں ہوتی چلی جائے گی کہ ہر کثیف چیز محنت کے بعد لطیف سے لطیف تر ہو سکتی ہے۔

کثافت کا لطافت سے بدل کر نورانیت تک پہنچنا

یقین فرمائیے! جس طرح ہر کثیف اور غلیظ چیز محنت کے بعد لطیف اور نفیس ہو جاتی ہے اسی طرح اگر انسان محنت کرے تو نہ صرف یہ کہ اس کی کثافت لطافت سے بدل سکتی ہے بلکہ پہلے سے موجود لطافت میں بھی اضافہ ہوسکتا ہے، حتیٰ کہ یہ جسدِ خاکی پیکر نور ہو جاتا ہے۔ کس طرح انسان کی کثافت لطافت میں بدل سکتی ہے؟ اس سلسلہ میں علماء کرام اور صوفیہ عظام نے کتاب وسنت اور اپنے تجربات کی روشنی میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ رزقِ حلال: یعنی کھانا پینا، رہائش اور لباس وغیرہ میں حرام سے قطعاً بچنا اور مشکوک ومشتبہ اشیاء سے اجتناب کرنا

۲۔ کامل ایمان کے ساتھ قرآن وسنت کے نور کو دل میں اتارنا

۳۔ قرآن وسنت کے نور کو دل وجان سے قبول کرنے کے بعد احساس وشعور کی بیداری کے ساتھ مسلسل تقویٰ پر گامزن رہنا

صوفیہ کرام کا تجربہ ہے کہ قرآن وسنت کے نور کو قبول کرنے کے بعد اس نور کو بڑھانے کے لیے مسلسل تقویٰ پر گامزن رہا جائے تو یقیناً انسان کی باطنی کثافت لطافت سے ہی نہیں بلکہ نورانیت میں بدل جاتی ہے۔ پھر اُس کا اثر انسان کے ظاہر پر آنے لگتا ہے، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ انسان سراپا نور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لأن نور النفس إذا تم إشراقه تأدى إلى البدن.

"نفس کا نور جب مکمل ہو جائے تو وہ بدن کی طرف منتقل ہو جاتا ہے"۔

(میزان العمل للغزالي ص ۱۰۰)

علامہ ابن قیم نے فراستِ صادقہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے:

"وحی اور ایمان کا نور جب انسان کے قلب میں اتر جائے اور پھر انسان تقویٰ اور عمل پر مستقیم ہو جائے تو وہ نور بڑھنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ اُس کے چہرے اور تمام

اعضاء کو منور کر دیتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ولایزال في تزاید حتی یُریٰ علی الوجه والجوارح والکلام والأعمال.

''اور وہ نور مسلسل بڑھتا رہتا ہے حتی کہ وہ چہرے، تمام اعضاء، کلام اور اعمال پر دیکھا جاتا ہے''۔

(مدارج السالکین ج۱ ص۱۴۹)

علامہ ابن قیم ایک اور مقام پر نور اور ظلمت کے تقابل میں لکھتے ہیں:

''یہ ظلمتیں انوار کی ضد ہیں اور یہ وہ انوار ہیں جن میں مومن زندگی بسر کرتا ہے۔ پس بلاشبہ اس کے ایمان کا نور اس کے قلب میں ہوتا ہے اور اُس کا داخل ہونا نور، اس کا خارج ہونا نور، اس کا علم نور، اُس کا لوگوں میں چلنا نور، اس کا کلام نور اور اس کا ٹھکانہ نور، جبکہ کافر کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اور نور چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اس کی صفات سے ہے لہٰذا اس کا دین نور، اس کا رسول نور، اس کا کلام نور اور اس کا گھر نور۔ (اگلے الفاظ کی عربی ملاحظہ ہو:)

والنور یتوقد في قلوب عباده المؤمنین ویجری علی ألسنتهم ویظهر علی وجوههم.

''اور نور اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کے دلوں میں جگمگاتا رہتا ہے اور وہ ان کی زبانوں اور چہروں پر جاری رہتا ہے''۔

(شفاء العلیل لابن قیم ص۱۸۱،۱۸۲)

ایک اور مقام پر علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

أن الذکر ینوِّر القلب والوجه والأعضاء وهو نور العبد في دنیاه وفی البرزخ وفي یوم القیامة.

''بیشک اللہ تعالیٰ کا ذکر دل، چہرے اور تمام اعضاء کو منور کر دیتا ہے اور بندے کا یہی نور دنیا، برزخ اور قیامت کے دن نمایاں ہوگا''۔

(الوابل الصيب لابن القيم ص ١٤١)

ان تصریحاتِ علماء سے معلوم ہوا کہ نورانیت کی ابتداء دل سے ہوتی ہے اس کے بعد اعضاء کی طرف آتی ہے۔ سید عالم ﷺ نے اسی لیے دعائے نور ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا'' میں سب سے پہلے دل کا ذکر کیا ہے۔ (یہ مکمل دعا عنقریب آرہی ہے) اہل حدیث کہلانے والے مشہور مصنّف قاضی شوکانی اس دعا کے تحت لکھتے ہیں:

إنما قدم القلب لأنه المضغة التي إذا صلحت صلح سائر البدن وإذا فسدت فسد سائر البدن، ولأن القلب إذا نوّر فاض نوره على البدن جميعا.

''قلب کو صرف اس لیے مقدم فرمایا گیا ہے کہ گوشت کا یہ ٹکڑا جب صالح ہو جائے تو تمام بدن صالح ہو جاتا ہے، اور جب یہ فاسد ہو جائے تو تمام بدن فساد کا شکار ہو جاتا ہے، اور اس لیے بھی کہ قلب جب منور ہو جائے تو وہ اپنے نور (کی چادر) کو تمام بدن پر پھیلا دیتا ہے''۔

(تحفة الذاكرين للشوكاني ص ١٦٠)

اگر مومن پیکرِ نور ہے تو اُس کا نور نظر کیوں نہیں آتا؟

اس سوال کا جواب علامہ ابن قیم سے سنیئے۔ وہ مومن کو عطا ہونے والے نور کی توضیح میں لکھتے ہیں:

''یہ نور اللہ تعالیٰ کی معرفت، اُس کی محبت اور اس پر ایمان کا نور ہے، جو اہلِ اسلام کے دلوں میں رکھ دیا جاتا ہے اور یہی وہ نور ہے جو اس نے مومنین کی طرف نازل فرمایا اور اس کے ساتھ انہیں زندہ فرمایا، اسی نور کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتے ہیں، اس نور کی جڑ اُن کے دلوں میں ہے اور تقویٰ کے ذریعے یہ نور بڑھتا رہتا ہے۔

(اگلے الفاظ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو)

فتتزايد حتى تظهر على وجوههم وجوارحهم وأبدانهم بل وثيابهم ودورهم، يبصره من هو من جنسهم وسائر الخلق له منكر.

"پھر وہ نور بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ ان کے چہروں ان کے اعضاء، ان کے بدنوں بلکہ ان کے کپڑوں اوران کے گھروں کی دیواروں پر ظاہر ہوتا ہے، جس کا نظارہ ہر وہ شخص کرتا ہے جواُن کا ہم جنس ہو اور باقی ساری مخلوق اس کا انکار کرتی ہے"۔

(الوابل الصيب لإبن القيم ص۱۱۷، ۱۱۸)

نورانی برتن میں کسی چیز کا خراب نہ ہونا

متذکرہ بالاتصریحات سے واضح ہوا کہ اگر انسان مجاہدہ وریاضت اور زہد وعبادت اختیار کرے تو پہلے اس کا قلب پھر تمام اعضاءِ بدن پھر بدن کے کپڑے اور گھر کی درو دیوار تک نورانی ہو جاتی ہیں۔ خود سوچیے کہ جب انسان کا باطن نورانی برتن کی مانند ہو جائے تو کیا نورانی برتن میں رکھی ہوئی کوئی چیز خراب یا بدبودار ہو سکتی ہے؟ ایک عام دستور ہے کہ کھانے پینے کی جن اشیاء کو لمبی مدت کے لیے برقرار رکھنا ہو تو ان کے لیے مخصوص برتنوں کا انتخاب کیا جاتا ہے اور آجکل ایسی مخصوص پیکنگ کی جاتی ہے جس میں وہ اشیاء خراب نہیں ہوتیں، لیکن کیا نورانی برتن سے بھی کوئی برتن بہتر ہو سکتا ہے؟ یقین فرمایئے! وہ صالحین جو حرام ومشکوک غذا واشیاء سے مکمل اجتناب کرتے ہیں اور ریاضت ومجاہدہ، اطاعت وعبادت، صدق و اخلاص، زہد وتقویٰ اور امانت ودیانت کو زندگی بھر کا وظیفہ بنا لیتے ہیں ان کا جسم نورانی برتن بن جاتا ہے، پھر اس برتن میں جو چیز بھی داخل ہوتی ہے تو وہ متعفن اور بدبودار نہیں بلکہ بہتر اور خوشگوار ہو جاتی ہے۔

اعمال کی وجہ سے خوشبو اور بدبو

انسان جب ریاکاری سے بلند ہو جائے، اس کا ظاہر وباطن یکساں ہو جائے اور وہ صدق واخلاص سے اعمالِ صالحہ پر ہیشگی کرنے لگے تو پہلے آہستہ آہستہ اُس سے جسمانی آلائشیں دور ہوتی ہیں، اس کا قلب

[wash] صاف اور پاک ہونے لگتا ہے، پھر بتدریج اس کے اندر نورانیت پھیلنے لگتی ہے، حتیٰ کہ اندر کی پاکیز گی اور نورانیت کے آثار بدن پر نمایاں ہونے لگتے ہیں۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''پاکیزہ اور زندہ دل سے خوشبو آتی ہے جیسا کہ خبیث اور مردہ دل سے مردار کی بدبو آتی ہے۔ اس لیے کہ دل اور روح کی بدبو ظاہر سے زیادہ باطن سے متصل ہوتی ہے اور پسینہ اس کو باطن سے ظاہر کی طرف لاتا ہے۔ پس اعلیٰ نفس کی خوشبو بہت قوی ہوتی ہے اور اُس کی خوشبو اس کے پسینہ سے مہکتی ہے حتیٰ کہ جسم پر ظاہر ہو جاتی ہے اور خبیث روح کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔''

(فیض القدیر ج۹ ص ٤٥٩٢)

جب انسان اِس مقام پر پہنچتا ہے تو مخلوقِ خدا اُس سے محبت کرنے لگتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا.

''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے عنقریب رحمان اُن کے لیے محبت پیدا کردے گا''۔ (مریم:٩٦)

کبھی غور فرمایئے کہ لوگوں کو صالحین کے ساتھ اس قدر شدید محبت کیوں ہو جاتی ہے؟ صرف اس لیے کہ ''كل شيء يرجع إلى أصله'' (ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے) اور ہر چیز کی اصل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت، اپنے انوار و تجلیات اور اپنی محبت کے نفحات کے ساتھ جہاں جلوہ گر ہوتا ہے وہ صالحین کی ذواتِ مقدسہ ہیں، اس لیے لوگ ان سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ صالحین کے اندر یہ خوشبو ذکرِ الٰہی، درود و سلام اور اعمالِ حسنہ کی بدولت ہوتی ہے۔ صدق و اخلاص کے ساتھ جہاں بھی ذکر و درود کی کوئی محفل ہو تو اس محفل کو ایک خوشبو ڈھانپ لیتی ہے۔ چنانچہ مشہور عاشقِ مصطفیٰ امام ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کوئی ایسی مجلس

نہیں جس میں سیدنا محمد ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہو "إلا قامت منه رائحة طيبة" (مگر وہاں سے ایک پاکیزہ خوشبو اُٹھتی ہے)، یہاں تک کہ وہ آسمان کے کناروں کو چھوتی ہے تو فرشتے پکار اُٹھتے ہیں کہ یہ اُس مجلس کی خوشبو ہے جس میں سیدنا محمد ﷺ پر درود بھیجا گیا ہے"۔

(دلائل الخيرات وشوارق الأنوار في ذكر الصلاة على النبي المختار ﷺ ص ١٢)

امام محمد مهدی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اگر تمہیں صاحب دلائل الخیرات کے اس قول کی دلیل درکار ہو تو اس حدیث نبوی میں غور کرو!

ماجلس قوم مجلساً ثم تفرقوا على غير الصلاة على النبي ﷺ إلا تفرقوا على أنتن من ريح الجيفة.

"جس قوم نے کوئی محفل کی پھر وہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے بغیر منتشر ہو گئے تو وہ ایک بدبودار مردار سے اُٹھے"۔

(مطالع المسرات ص ٦٣، نسمات الأسحار ص ٢٠٣، ٢١٨)

ایک حدیث میں درود شریف کے ساتھ ذکر الٰہی کا بیان بھی ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما إجتمع قوم مجلساً ثم تفرقوا عن غير ذكر الله عزوجل وصلاة على النبي ﷺ إلا قاموا عن أنتن من جيفة.

"جس قوم نے کوئی محفل کی پھر وہ اللہ عزوجل کے ذکر اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے بغیر منتشر ہو گئے تو وہ ایک بدبودار مردار سے اُٹھے"۔

(مسند أبي داود الطيالسي ص ٢٤٢ رقم ١٧٥٦ وطبع آخر ج٢ ص ٣٥٥ رقم ١٨٦٣)

علامہ ابن قیم اور امام سخاوی نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

(جلاء الأفهام ص ٩٦، القول البديع ص ٣٠٧)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جو مجلس اللہ عزوجل کے ذکر کے بغیر برخاست

ہوگئی تو وہ بدبودار مردار سے اٹھ کر منتشر ہوئی، اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ گویا مردار گدھے سے اٹھ کر منتشر ہوئی۔

(السنن الكبرى للنسائي رقم ١٠٢٤١، سنن أبي داود ج٤ ص٣٤٦ رقم ٤٨٥٥، مسند أحمد ج٢ ص٣٨٩ رقم ٩٠٤٠ وص٥١٥ رقم ١٠٦٩١، كتاب الدعاء للطبراني رقم ١٩٢٦، ١٩٢٢، الأداب الشرعية والمنح المرعية لإبن مفلح المقدسي ج٣ ص٤٠٦)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس قوم نے کوئی مجلس کی پھر نبی (ﷺ) پر درود بھیجے بغیر برخاست کر دی تو وہ نہایت بدبودار مردار سے اٹھی''۔

(السنن الكبرى للنسائي ج٦ ص١٠٩ رقم ١٠٢٤٤، وطبع آخر ج٩ ص ٢٩ رقم ٩٨٠٣ وص ١٥٧ رقم ١٠١٧٢)

امام مھدی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ان احادیث سے تم پر عیاں ہوگیا ہوگا کہ جن مجالس میں نبی کریم ﷺ کا ذکرِ خیر کیا جائے یا آپ پر درود بھیجا جائے تو وہاں پر خوشبوئیں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ آپ اطیب الطیبین اور اطہر الطاہرین ہیں، اور آپ کے خصائص شریفہ سے ہے کہ آپ کا جسم مبارک اہل جنت کی صفات پر بنایا گیا ہے، اور آپ جس مقام سے گذرتے اور جہاں جلوہ افروز ہوتے اور جس چیز کو مس کرتے یا آپ کے اعضاء شریفہ میں سے کوئی عضو کسی چیز کو چھو جاتا تو وہاں سے مشک کی خوشبو کے حُلّے آتے، یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہچان لیتے کہ آپ نے یہاں سے گذر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُس عظمت کو باقی رکھا ہے، پس جہاں بھی آپ کا ذکر کیا جائے اور آپ پر درود بھیجا جائے تو وہ مقام طیب ہو جاتا ہے اور وہاں سے پاکیزہ خوشبوئیں آتی ہیں''۔

(مطالع المسرات ص ٦٣)

یقین فرمائیے جو قلوب ذکرِ الٰہی اور صلاۃ وسلام (جو کہ درحقیقت ذکرِ خدا ہی ہے) سے آباد رہتے

ہیں وہ جنت کی خوشبوؤں سے معطر رہتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جب تم جنت کے باغوں سے گزرا کرو تو چرلیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وما ریاض الجنة؟ قال: ''حِلَقُ الذِّکرِ'' (جنت کے باغات کیا ہیں؟ فرمایا ذکر کے حلقے)''۔

(سنن الترمذي ص ۸۰۰ رقم ۳۵۱۰)

خود سوچئے کہ جو دل جنت کے باغات سے چریں وہ کیونکر منبعِ خوشبو نہیں بنیں گے؟

اعمالِ حسنہ کی خوشبو محسوس کیوں نہیں ہوتی؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اعمالِ صالحہ کی خوشبو اور اعمالِ سیئہ کی بدبو ہوتی ہے تو محسوس کیوں نہیں ہوتی؟ اس سوال کا جواب درجِ ذیل علمی بحث کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ علماء کرام میں اختلاف ہے کہ اس خوشبو کا اظہار قیامت کے دن ہوگا یا یہ دنیا میں بھی ہوتی ہے، یا دنیا اور آخرت دونوں میں ہوتی ہے؟ ماضی بعید میں اس مسئلہ پر دو جلیل القدر علماء اسلام کے درمیان مناظرہ ہوا تھا:

۱۔ امام ابو محمد عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۶۰ھ

۲۔ امام ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان المشہور بابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۴۳ھ

جس کا خلاصہ یہ ہے:

اول الذکر کا موقف تھا کہ یہ خوشبو قیامت کے دن ہوگی اور ثانی الذکر کا موقف تھا کہ یہ دنیا میں بھی ہوتی ہے۔ دونوں کے دلائل شروحِ حدیث کی کتب میں دیکھے جاسکتے ہیں خصوصاً ''فتح الباری'' میں۔ صاحبِ فتح الباری کا اپنا میلان ثانی الذکر امام کے موقف کی طرف ہے بلکہ اُن کے نزدیک یہی جمہور کا موقف ہے۔

(فتح الباري ج ٤ ص ٥٩٧)

امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ولامانع من أن يكون ذلك فى الدنيا والأخرة.

''اوراس میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ یہ خوشبو دنیا اور آخرت دونوں میں ہو''۔

(عمدة القاري ج ١٠ ص ٢٥٩)

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی یہی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''یہ خوشبو کبھی دنیا میں پھیلتی ہے اور آخرت سے پہلے (برزخ میں) پھوٹے گی، اوراس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایک قسم وہ ہے جو حواسِ ظاہری سے محسوس ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن غالب عبادت گزار لوگوں سے تھے، نماز اور روزے سے خاص شغف رکھتے تھے۔ جب انہیں دفن کیا گیا تو ان کی قبر کی مٹی سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ پھر انہیں خواب میں دیکھا گیا تو اُن سے اس خوشبو کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ''تلک رائحة التلاوة والظمآء'' (یہ خوشبو تلاوت اور پیاس کی ہے)

۲۔ خوشبو کی دوسری قسم وہ ہے جو حواسِ ظاہری کو نہیں بلکہ روحوں اور دلوں کو محسوس ہوتی ہے جو روزے داروں اور مخلصین کے لیے اہل ایمان کے دلوں میں محبت کو لازم کرتی ہے''۔

(لطائف المعارف لإبن رجب الحنبلي ص ٣٠١)

اس مسئلہ کی وضاحت علامہ ابن قیم حنبلی نے خوب کی ہے۔ وہ لباس وطعام کی پاکیزگی کے فوائد میں لکھتے ہیں:

''تقویٰ دل سے معصیت کی میل اور نجاست کو یوں صاف کر دیتا ہے جیسے پانی کپڑے کی میل اور نجاست کو صاف کر دیتا ہے۔ کپڑوں اور دلوں کے درمیان ظاہری اور باطنی مناسبت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ خواب میں عورت کے کپڑے دیکھے جائیں تو ان سے اس کے دل اور باطن کی حالت مراد لی جاتی ہے۔ کپڑے اور دل ایک دوسرے سے متأثر ہوتے ہیں، اسی لیے ریشمی لباس، سونے اور درندوں کی جلد کے لباس کی

ممانعت آئی ہے کیونکہ ان سے دلوں میں ایسی ہیئت پیدا ہوتی ہے جو عبادت اور خشوع کے منافی ہوتی ہے۔ (اگلے الفاظ کی عبارت ملاحظہ ہو)

وتأثیر القلب والنفس فی الثیاب أمر خفي، یعرفه أهل البصائر من نظافتها ودنسها ورائحتها، وبهجتها وکشفتها حتی إن ثوب البر لیعرف من ثوب الفاجر، ولیسا علیها.

''کپڑوں میں دل اور نفس کی تاثیر کا پایا جانا ایک مخفی معاملہ ہے، جسے اربابِ بصیرت حضرات کپڑوں کی نظافت، میل کچیل، خوشبو، رونق اور تغیر ہیئت سے پہچان لیتے ہیں، حتیٰ کہ پارسا انسان کے کپڑوں کو فاجر شخص کے کپڑوں سے ممتاز کر لیتے ہیں حالانکہ وہ کپڑے ان کے جسم پر نہیں ہوتے۔''

(مدارج السالکین لإبن قیم ج ۲ ص ۲۳)

ایک اور مقام پر علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

إن الرجل الطیب البر لتشم منه رائحة طیبة وإن لم یمس طیبا فیظهر طیب رائحة روحه علی بدنه وثیابه، والفاجر بالعکس، والمزکوم الذي أصابه الهوی لایشم لاهذا ولاهذا، بل زکامه یحمله علی الإنکار، فهذا فصل الخطاب في هذه المسألة، واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب.

''بیشک پاک اور نیک شخص سے عمدہ خوشبو آتی ہے، اگرچہ اُس نے خوشبو کو ہاتھ ہی نہ لگایا ہو، کیونکہ اس کی روح کی عمدہ خوشبو اس کے بدن اور کپڑوں پر ظاہر ہوتی ہے، اور فاجر شخص کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے، اور جو شخص خواہشات کے زکام میں مبتلا ہو چکا ہو اُس کو نہ خوشبو محسوس ہوتی ہے نہ بدبو، بلکہ اس کا زکام اُسے انکار پر برانگیختہ کرتا ہے۔ پس یہ تحریر اس مسئلے میں فیصلہ کن ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے''۔

(الوابل الصیب لإبن القیم ص ۷۶)

لطافتِ وہبی اور عطائی

متذکرہ بالا مکمل تفصیل اور علامہ ابن قیم کی اِس فیصلہ کن تحریر سے معلوم ہوا کہ کسب ومحنت یعنی صدق واخلاص کے ساتھ ریاضت ومجاہدہ کی بدولت انسان کے مَن کی کثافت لطافت میں بدل جاتی ہے، اس کے دل کی نورانیت اس کے بدن اور تمام اعضاء پر نمایاں ہو جاتی ہے اور اس کی روح کی خوشبو اس کے جسم اور کپڑوں سے محسوس ہوتی ہے، لیکن اس نور کا مشاہدہ اور خوشبو کا احساس صرف اس شخص کو ہوتا ہے جس کی روح اندھے پن اور زکام میں مبتلا نہ ہو۔ اس تمام تفصیل کو ذہن میں رکھئے اور ذرا آگے بڑھ کر دیکھئے کہ جب لطافتِ کسبی کا یہ مقام ہے تو لطافتِ وہبی اور عطائی کا کیا مقام ہوگا؟

سیدِ عالم ﷺ کی لطافت ونفاست

اہل اسلام پر یہ بات قطعاً مخفی نہیں ہے کہ سید عالم ﷺ پوری مخلوق سے زیادہ لطیف، زیادہ نفیس، افضل، اکمل، اعلیٰ اور احسن ہیں۔ قرآن کریم میں آپ کے بے مثال حسن اور نفاست کو یوں بیان کیا گیا ہے:

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ.

''بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول، تم میں سے''۔

(التوبة : ۱۲۸)

ایک قراءت کے مطابق ''اَنۡفُسِکُمۡ'' کی [ف] پر پیش کی بجائے زبر ہے۔ چنانچہ شیخ شہاب الدین الدمیاطی لکھتے ہیں:

''ابن محیصن کی قراءت میں ''اَنۡفَسِکُمۡ'' [فا] کی فتحہ (زبر) کے ساتھ ہے اور ''نفاسة'' سے مأخوذ ہے''۔

(إتحاف فضلاء البشر فی القراء ات الأربعة عشر ص ۳۰۸)

مفسرین نے لکھا ہے:

''ابن عباس، ابوالعالیہ، ضحاک، ابن محیصن، محبوب، ابوعمرو، زہری، عبداللہ بن قسیط المکی اور بعض

طرق سے یعقوب رضی اللہ عنہ نے بھی "نَـفَـاسَةٌ" سے مشتق (مأخوذ) قرار دیتے ہوئے "فا" کی زبر سے پڑھا ہے، یعنی "اَنْفَسِكُمْ "اور یہ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے"۔

(اللباب لإبن عادل الحنبلي ج١٠ ص٢٤٧، الكشاف، التفسير الكبير، تفسير قرطبي، البحر المحيط، المحرر الوجيز، روح المعانى وغيرها، سدادالدِين وسدادالدَين للبرزنجي ص١٢٢)

اس قراءت کی رو سے نبی اکرم ﷺ کا "اَنْـفَـسُ" (سب سے بڑھ کر نفیس اور افضل) ہونا ثابت ہوتا ہے۔ سبحان اللہ، یہ بہت عمدہ قراءت ہے اور یقیناً امام الانبیاء ﷺ ساری کائنات سے انفس، افضل، اعلیٰ اور اکمل ہیں۔ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خالقِ کائنات نے مخلوق کو طبقات، قبائل اور خاندانوں میں تقسیم کیا تو حضور اکرم ﷺ کو اعلیٰ طبقے، اعلیٰ قبیلے اور اعلیٰ خاندان میں رکھا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"بیشک اللہ عزوجل نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ سے قریش کو منتخب کیا اور قریش سے بنوہاشم کو منتخب کیا اور بنوھاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔"

(صحيح مسلم ص١٠٠٨ رقم ٥٩٣٨ [٢٢٧٦]، مسند أحمد ج٤ ص ١٠٧ وطبع آخر ج ٥ ص٧٩٣ ، ٧٩٤ رقم١٧١١١، ١٧١١٢، سنن الترمذي ص٨٢٢ رقم ٣٦٠٦، السيرة النبوية لإبن حبان ص٣٩، مصابيح السنة ج٤ ص٣٢ رقم٤٤٦١، شرح السنة ج٧ص ٤٠٦ رقم٣٦١٣، مشكوة ج٢ ص٤٢٥ رقم٥٧٤٠)

امام ابوالعباس قرطبیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"اِصطفی "صفوة" سے ہے اور "صفوة الشيء" کا معنیٰ ہے کسی چیز کو بہت سی چیزوں میں سے منتخب کرنا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جس چیز کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے اور اُس چیز کو اُس کی ہم جنس اشیاء میں صفاتِ کمال سے نواز کر مخصوص کر لیتا ہے اور اُسے اُس نوع کی اصل کی حیثیت دے دیتا ہے، اور اپنے علم ازلی کی رو سے اُسے مکرم بنا دیتا ہے۔ وہ اپنے حکم کو نافذ کرنے میں خود مختار ہے اس پر

کوئی جبر واکراہ نہیں ہے۔ارشاد فرمایا: وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ. (اور آپ کا رب پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے (جسے چاہتا ہے)۔

(القصص :٦٨)

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے جنسِ حیوانی سے نوع انسانی کو اختیار کیا، جیسا کہ فرمایا:

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلاً.

''اور ہم نے بڑی عزت بخشی اولادِ آدم کو اور ہم نے سوار کیا انہیں مختلف سواریوں پر خشکی اور سمندر میں اور رزق دیا انہیں پاکیزہ چیزوں سے اور ہم نے فضیلت دی انہیں بہت سی چیزوں پر جن کو ہم نے پیدا فرمایا، نمایاں فضیلت''۔ (بني اسرائيل ٧٠)

اور آدمی کے مکرم ہونے کے لیے تمہیں اتنی دلیل ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورے عالم کو انسان کے لیے پیدا کیا اور صراحتاً ارشاد فرمایا: ''فَضْلاً مِّنْ رَّبِّکَ ذٰلِکَ ھُوَالْفَوْزُ الْعَظِیْمُ.'' (آپ کے رب کی مہربانی سے یہ بڑی کامیابی ہے)

[الدخان: ٥٧] پھر اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی سے ان ہستیوں کو اختیار کیا جو معدنِ (منبع) نبوت اور محلِ رسالت تھے۔ان میں سے اول آدم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے ایک معزز نطفہ منتخب فرمایا، پھر وہ معزز نطفہ مسلسل مقدس پشتوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتا رہا، اُسی سے انبیاء اور رسل پیدا ہوئے۔(علیہم السلام) جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ.

''بیشک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان والوں پر، یہ ایک نسل ہے بعض ان میں سے بعض کی اولاد

ہیں بیشک اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے"۔ (آل عمران :۳۳،۳٤)

پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسماعیل اور اسحاق کو منتخب کیا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ.

"بیشک وحی بھیجی ہم نے آپ کی طرف جیسا کہ وحی بھیجی ہم نے نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوح کے بعد آئے، اور جیسے وحی بھیجی ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کی طرف"۔

(النساء:۱٦۳)

"پھر اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو منتخب کیا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے اسی حدیث میں ذکر فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظمتوں کی انگوٹھی کا نگینہ، رفعتوں کی تسبیح کا امام اور کامیابیوں کے چمکتے دن کا آفتاب بنایا"۔

(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، ملخصاً ج٦ ص٤٧)

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اس کے بہترین گروہ میں رکھا، پھر قبیلوں کو منتخب کیا تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر گھروں کو منتخب کیا تو مجھے اچھے گھر میں رکھا۔ پس میں گھرانے کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر ہوں اور اپنی شخصیت کے لحاظ سے بھی تمام لوگوں سے بہتر ہوں"۔

(سنن الترمذي ص ۸۲۳ رقم ۳٦۰۷، دلائل النبوة للبيهقي ج۱ ص ۱۷۰)

اسی حقیقت کو نہایت جامع الفاظ میں یوں بھی بیان فرمایا گیا:

بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ.

"طبق در طبق مجھے اولادِ آدم کے بہترین طبقوں میں مبعوث کیا جاتا رہا حتیٰ کہ میں اس طبقہ سے ظہور

پذیر ہوا جس سے میں ہوں"۔

(بخاري ص ٥٩٧ رقم ٣٥٥٧، دلائل النبوة للبيهقي ج ١ ص ١٧٥، مصابيح السنة ج ٤ ص ٣٢ رقم ٤٤٦٠، شرح السنة ج ٧ ص ٤٠٦ رقم ٣٦١٤، مشكوة ج ٢ ص ٤٢٥ رقم ٥٧٣٩)

ان احادیث میں جس خیر کا ذکر ہے وہ خیر تمام خوبیوں کو شامل ہے۔ حسن وجمال، فضائل وکمال، شمائل وخصال، رفعت وعظمت اور لطافت ونفاست کوئی خوبی ایسی نہیں جو لفظ خیر کے معنوی احاطہ سے باہر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ خوبیاں اپنے حبیب لبیب ﷺ کی شخصیت میں اس شان سے جمع فرمادیں کہ کوئی مخلوق آپ سے زیادہ نفیس اور لطیف نہیں ہے۔ یہاں ہم آپ کی لطافت ونفاست کے سلسلہ میں چند احادیث پیش کررہے ہیں۔

چہرۂ اقدس ﷺ سے لطافت کا ظہور

لطافت ونفاست کی اعلیٰ قسم نورانیت ہے۔ نبی کریم ﷺ اس قدر لطیف ہیں کہ آپ کی لطافت کو نورانیت کا عنوان دیئے بغیر بیان کرنا ممکن نہیں۔ آپ کی زیارت کرنے والے خوش نصیب حضرات نے آپ کے حسن اور آپ کی رنگت کو جن الفاظ سے بیان کیا مآل کار اس سے ضیاء، روشنی اور نورانیت ہی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مشاہدہ کرنیوالے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے حلیہ مبارک کے بیان میں جو الفاظ ارشاد فرمائے ہیں وہ اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ آپ کی رنگت کے بیان میں "الأبيض" کا لفظ آتا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ لفظ بھی آتا ہے "ليس بالأبيض الأمهق" (ایسی سفیدی نہ تھی جو باعث نفرت ہو)۔ تو کیسی سفیدی تھی؟ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور مولیٰ علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

كان رسول الله أبيض اللون مشرباً حمرة.

"رسول اللہ ﷺ سرخی کی آمیزش کے ساتھ بہت زیادہ سفید رنگت والے تھے"۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج ١ ص ٢٠٤، ٢٧٤)

پھر اس رنگت میں جو روشنی اور چمک تھی اسے مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پاک میں "أَزْهَرُ اللَّوْنُ" کے الفاظ آئے ہیں، یعنی خوب

چمکتی رنگت والے۔

(صحيح مسلم ص١٠٢٧ رقم ٦٠٥٤ بخاري ص٥٩٦ رقم ٣٥٤٧)

اِن الفاظ میں نورانیت، روشنی اور چمک کا معنی موجود ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ آفتاب کی وہ روشنی جو آندھی کے وقت ذرا سی ہلکی نظر آتی ہے وہ "ازھر" ہے۔ امام بیہقی نے اس تشریح کو درست قرار دیا ہے۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج١ ص٢٩٩)

آپ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"امام قُتَیبِی فرماتے ہیں: "أزهر اللون" کا معنی ہے ایسا سفید رنگ جو روشنی پھیلاتا ہو، اسی لیے ایک ستارے کو اُس کی شدید روشنی کے باعث "زھرہ" کہا جاتا ہے"۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج١ ص ٢٩٣)

اسی روشنی کو حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے حسبِ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

رَأيتُ رَجُلاً ظَاهِرَ الوَضَاءَ ةِ، أبلجَ الوجهِ، حسن الخَلق.

"میں نے ایک واضح صاحبِ جمال، روشنی بکھیرنے والے، حسین خلقت والے شخص کو دیکھا"۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج١ ص٢٧٩، علموا أولادكم محبة رسول الله ﷺ لمحمد عبده يماني ص ٤٩)

"أبلجَ الوجهِ" کی تشریح میں امام بیہقیؒ نے لکھا ہے:

تريد مشرق الوجه مضيئه.

"ام معبد رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس نور کی کرنیں پھیلاتا تھا"۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج١ ص٢٨٣)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جابر بن سمرہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ:

رأيت رسول اللهﷺ في ليلة إضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت أنظر إليه وإلى القمر فلهو عندي أحسن من القمر.

''میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس ﷺ کو دیکھ رہا تھا، حضور ﷺ اس وقت سرخ جوڑا زیب تن فرما تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ کو، بالآخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ یقیناً چاند سے کہیں زیادہ حسین وجمیل اور منور ہیں''۔

بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

فلهو أحسن في عيني من القمر.

''پس بالیقین آپ میری نگاہوں میں چاند سے زیادہ حسین تھے''۔

(الشمائل المحدية للترمذي ص٣٩ رقم١٠، سنن الترمذي ص٦٣٣ رقم ٢٨١١، سنن الدارمي ج١ ص٢٦ رقم ٥٧، المستدرك للحاكم ج٤ ص ١٧٥ وطبع آخر ج٥ ص ٢٦٢ رقم ٧٤٦١، مشكوة ج٢ ص ٤٣٥ رقم ٥٧٩٤، سير أعلام النبلاء للذهبي ج١ ص ٣٠٣، الخصائص الكبرى ج١ ص ١٢٣، المواهب اللدنية ج٢ ص ٢٢١، سبل الهدى ج ٢ ص ٥، تهذيب الخصائص النبوية الكبرى ص ٥١)

یہاں چاند سے زیادہ حسین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ چاند سے زیادہ روشن تھے، ورنہ چاند کے کوئی خدوخال اور نقش ونگار تو نہیں ہیں، چاند کی خوبی صرف اس کا روشن اور چمکدار ہونا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سأل رجل البراء بن عازب أكان وجهُ رسول اللهﷺ مثل السيف؟ قال: لا بل مثل القمر.

(الشمائل المحمدية للترمذي ص ٣٩ رقم ١١، سنن الدارمي ج١ ص٢٧ رقم ٦٤، سنن الصالحين وسنن العابدين للباجي ج١ ص ١٢٧، سبل الهدى ج٢ ص٣٩)

''ابواسحاق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس ﷺ کا چہرہ

مبارک تلوار کی طرح شفاف تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بدر کی طرح روشن گولائی لیے ہوئے تھا''۔

(ترجمه از خصائل نبوی لز کریا سهارنپوري ص١٨)

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ما رأيت أحداً أنجد و لا أجود و لا أشجع و لا أضوأ و أوضأ من رسول الله ﷺ.

''رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر میں نے کسی کو مشکل امور انجام دینے والا، آپ سے بڑھ کر سخی، آپ سے بڑھ کر بہادر، آپ سے بڑھ کر خوبصورت اور آپ سے بڑھ کر روشن نہیں دیکھا''۔

(سنن الدارمي ج١ ص٢٦ رقم ٥٩، حلية الأولياء لأبي نعيم ج٧ ص ٢٨٧، الخصائص الكبرى ج١ ص ١٢٤، تهذيب الخصائص النبوية الكبرى للتليدي ص ٥٢)

خیال رہے کہ ان تمام احادیث میں معنوی روشنی کا نہیں بلکہ مادی اور حسی روشنی کا ذکر ہو رہا ہے، اس کی مزید توضیح اِس حدیث پاک میں موجود ہے، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے حضرت حفصہ بنت رواحہ سے عارضی طور پر سوئی مانگی، میں اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا کپڑا سی رہی تھی کہ وہ مجھ سے گر گئی، بہت تلاش کیا لیکن نہ ملی، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ کے چہرے مبارک کی شعاع سے سوئی چمکنے لگی تو میں ہنس پڑی''۔

(دلائل النبوة لأبي القاسم الأصفهاني ج٣ ص٦٩٦٢، مختصر تاريخ دمشق لإبن منظور ج٢ ص٧٤، شرح الشفاء لعلي القاري ج١ ص١٥١، حجة الله على العالمين للنبهاني ص٤٨٥، جواهر البحار ج٣ ص٤١، سبل الهدى ج٢ ص٤٠)

اسی کو بعض احادیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

كأن الشمس تجري في وجهه ﷺ.

''گویا کہ سورج آپ ﷺ کے چہرہ میں گردش کر رہا ہے''۔

(سنن الترمذي ص٨٣١ رقم٣٦٤٨، الشمائل المحمدية للترمذي ص١١٢ رقم١٢٤، روضة المحبين لإبن القيم ص١٩١، سبل الهدى ج٢ ص٤٠)

آفاقہا گردیدہ ام، قولِ جبریل علیہ السلام کا مفہوم

انسان تو انسان اولوالعزم فرشتوں کو بھی کہنا پڑا کہ سید العالمین محمد رسول اللہ ﷺ سے کسی طرح بھی کوئی افضل نہیں۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قال رسول الله ﷺ: قال لي جبريل: قلبت الأرض مشارقها ومغاربها فلم أجد رجلاً أفضل من محمد ﷺ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ میں نے مکمل روئے زمین کا دورہ کیا اور گہری نظر سے دیکھا پس میں نے (سیدنا) محمد ﷺ سے افضل کسی شخص کو نہیں پایا''۔

یہ حدیث امام ابن ابی عاصم، امام طبرانی، امام ابوسعد، امام بیہقی، امام ابن مندۃ، امام ابن جوزی، امام دیلمی، امام ابن عساکر، حافظ ابن کثیر، حافظ ہیثمی، امام سبکی، امام سیوطی، امام سخاوی، امام ابن حجر مکی، امام عامری یمنی، امام سمہودی، امام قسطلانی، امام مناوی، امام صالحی شامی، امام متقی الهندی، امام زرقانی مالکی، امام ابن زینی دحلان مکی، امام نبہانی، شہاب الدین علوی الخضری، شیخ محمد امین بالی زادہ، سید محمد بن سید علوی مالکی، مولانا اشرف علی تھانوی اور صوفی محمد اقبال مدنی نے ذکر کی ہے۔

(كتاب السنة لإبن أبي عاصم ص٦١٨ رقم ١٤٩٤، المعجم الأوسط ج٧ ص ١٥٥ رقم ٦٢٨١، شرف المصطفىٰ ج٢ ص ٢٤، دلائل النبوة للبيهقي ج١ ص١٧٦، الفوائد لإبن مندة ج ٢ ص ١٧٧، الوفا لإبن الجوزي ص ٧٢، فردوس الأخبار ج٣ ص ٢٣٤ رقم ٤٥٤٠، مختصر تاريخ دمشق لإبن منظور ج٢ ص ١١٠، السيرة النبوية لإبن كثير ج١ ص ٢٥٢، البداية والنهاية ج٢ ص ٢١٢، وطبع جديد ج٣ ص ٢٦، مجمع الزوائد ج٨ ص ٣٩٩، ٤٠٠ رقم ١٣٨٢٩، مجمع البحرين للهيثمي ج٣ ص ٣٠٥ رقم ٣٥٠٢، السيف المسلول للسبكي ص ٣٩١، خصائص الكبرىٰ للسيوطي ج١ ص٦٦، الجامع الصغير للسيوطي رقم ٦٠٧٤، جمع الجوامع للسيوطي ج٥ ص ٢٧٨ رقم ١٥٠٨٠، الحاوي للفتاوي للسيوطي ج ٢ ص ٢١٢ طبع قديم وطبع جديد ج٢ ص ٢٥٦، إستجلاب إرتقاء الغرف للسخاوي ج ١ ص ٢٦١،

الصواعق المحرقة ص ١١٥ ،بهجة المحافل ج١ ص ٢٠ ، جواهر العقدين ص ٢١٤ ، المواهب اللدنية ج١ ص ٤٦ ،فيض القدير ج٨ ص ٤٣٢٨ رقم ٦٠٧٤ ، سبل الهدى ج ١ ص ١٣٠ ، كنز العمال رقم ٣١٩١٣ ، شرح الزرقاني على المواهب ج١ ص ١٣٠ ،السيرة النبوية لإبن زيني دحلان مكي ج١ ص ١٣ ،جواهر البحار للنبهاني ج٢ ص ١٦٠ وطبع جديد ج ٢ ص ٢١٦ ،الأنوار المحمدية للنبهاني ص ١٦ ،حجة الله على العالمين للنبهاني ص ١٦٦ ،رشفة الصادي ص ٢٣٥ ،سبل السلام في حكم آباء سيد الأنام عليه السلام ص ١٠٩ ،محمد ﷺ الإنسان الكامل ص ١٣ ،نشر الطيب ص ١٩ ،العطور المجموعة ص ٥٨)

عصر حاضر کے مشہور مگر مُفَرِّط نقادِ حدیث شیخ البانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث شدید ضعیف ہے۔ دیکھئے ان کی کتاب [ضعيف الجامع رقم الحديث ٤٠٦٤] اور دوسری کتاب [السلسلة الضعيفة رقم الحديث ٤٠٤٦] لیکن شیخ البانی نے "كتاب السنة لإبن أبي عاصم" کی تحقیق میں اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے۔ البانی کے ایسے تضادات بیشمار ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے "تناقضات الألباني الواضحات، للحسن بن علي السقاف" تاہم البانی وغیرہ کی بے رحم تنقید سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس حدیث پر اساطین علماء اسلام نے اعتماد فرمایا ہے۔ چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نسبِ نبوی ﷺ کی طہارت اور فضیلت پر جہاں متعدد احادیث لائے ہیں وہاں یہ حدیث بھی درج کی ہے، اور آخر میں ارشاد فرمایا ہے:

"ان احادیث کے راویوں میں اگرچہ بعض راوی قابل حجت نہیں ہیں لیکن یہ احادیث ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں، اور ان سب کا معنی حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف لوٹتا ہے۔ واللہ اعلم۔"

(دلائل النبوة للبيهقي ج١ ص ١٧٦)

حافظ ابن کثیر نے بھی آپ کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے۔

(البداية والنهاية لإبن كثير ج٢ ص ٢١٢ ،وطبع محقق ج٣ ص ٢٦، ٢٧ السيرة النبوية لإبن كثير ج١ ص ٢٥٢)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے:

قال الحافظ ابن حجر في إماليه: لوائح الصحة ظاهرة على صفحات هذا المتن.

''حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی ''امالی'' میں فرمایا: اس حدیث کے متن کی صحت کے آثار بالکل واضح ہیں''۔

(الحاوي للفتاوي ج۲ ص ۲۵۶ وطبع جديد ص ۶۱۸)

اس حدیث کی تحسین وتصحیح میں امام قسطلانی، امام مناوی، امام زرقانی، امام نبہانی اور علامہ تھانوی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے اس قول کی حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے بہت خوب ترجمانی فرمائی ہے، یہاں ہم بعض حضرات کی تضمین کیساتھ آپ کا کلام پیش کر رہے ہیں۔

ایک دن جبریل سے کہنے لگے شاہِ امم
تم نے دیکھے ہیں بہت، بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم
بولے جبریل امین اے مہ جبیں تیری قسم
آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین کی تمام مشرقوں اور مغربوں میں نوعِ انسانیت کا کوئی فرد لطافت، نفاست اور نورانیت میں نبی کریم ﷺ سے افضل نہیں، اس کے باوجود آپ مزید نفاست کی دعا مانگا کرتے تھے۔ حسبِ ذیل حدیث شریف کے الفاظ پر ذرا غور فرمائیے! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ رات کے آخری حصہ میں اُٹھ کر یوں دعا مانگتے تھے:

اللّٰهم اجعل في قلبي نوراً وفي بصري نوراً وفي سمعي نوراً وعن يميني نوراً وعن يساري نوراً وفوقي نوراً وتحتي نوراً وأمامي نوراً وخلفي نوراً واجعل لي نوراً.

''اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے دائیں نور کر دے،

میرے بائیں نور کردے، میرے اوپر نور کردے، میرے نیچے نور کردے، میرے آگے نور کردے، میرے پیچھے نور کردے، اور میرے لیے نور [ہی نور] کردے۔''

(بخاري ص ۱۰۹۸ رقم ۶۳۱۶)

صحیح مسلم کی متعدد احادیث میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں:

وفي لساني نوراًواجعل في نفسي نوراًوأَعْظِمْ لِي نوراًوعَظّم لي نوراً واجْعَلْنيُ نوراً.

''اور میری زباں میں نور کردے اور میری جان میں نور کردے اور میرے لیے نور بڑھادے اور میرے لیے پُرعظمت نور کردے اور مجھے سراپا نور کردے۔''

(صحيح مسلم ص ۳۰۹تا۳۱۲)

ترمذی شریف میں یہ الفاظ بھی ہیں:

ونوراًفی قبري ونوراًفي شعري ونوراًفي بشري ونوراًفي لحمي ونوراً في دمي ونوراًفي عظامي.

''اور نور کردے میری قبر میں، اور نور کردے میرے بالوں میں، اور نور کردے میری جلد میں، اور نور کردے میرے گوشت میں، اور نور کردے میرے خون میں، اور نور کردے میری ہڈیوں میں۔''

(سنن الترمذي ص ۷۸۰ ملتقطاًرقم ۳۴۱۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر اس حدیث کے آخر میں تین مرتبہ یہ الفاظ بھی ذکر فرمائے ہیں:

وزِدْني نوراً وزِدْني نوراًوزِدْني نوراً.

''اور میرا نور زیادہ فرما، اور میرا نور زیادہ فرما اور میرا نور زیادہ فرما۔''

(الأدب المفرد رقم ۶۹۶)

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، اور امام بیہقی کے علاوہ یہ حدیث امام احمد، امام ابوداود، امام نسائی،

امام ابن ابی شیبہ، امام حاکم، امام حمیدی، امام ابن حبان، امام ابن السنی، امام ابن طبرانی، امام بغوی، امام ابویعلیٰ، امام تبریزی، امام نووی، امام سیوطی اور قاضی شوکانی وغیرھم نے بھی ذکر کی ہے۔

(مسند أحمد ج۱ ص۲۸٤ رقم۲۵٦۷، سنن أبي داود ج۲ ص٦۲ رقم۱۳۵۳، السنن الکبریٰ للنسائي رقم۳۹۷، ۷۰۸، مصنف إبن أبي شيبة ج۵ ص۱۲۰ رقم۲۹۸٤۱، المستدرك للحاكم ج۳ ص۵۳۵ وطبع جديد ج٤ ص٦۹۰ رقم٦۳٤۰، الجمع بين الصحيحين رقم۱۰۱۹، صحيح إبن حبان رقم ۲٦۲۷ وطبع محقق ج٦ ص۳٦۳ رقم۲٦۳٦، عمل اليوم والليلة رقم ۷٦٤، المعجم الكبير ج۱۰ ص۳۳۵ وج۱۲ ص۱۳۱، كتاب الدعا للطبراني رقم ۷۵۹، ۷٦۰، ۷٦۱، مصابيح السنة رقم۸۵۲، شرح السنة ج۳ ص۸ رقم ۹۰۰، ۹۰۱، مسند أبي يعلىٰ ج۲ ص۴۸۰ رقم۲۵۳۹، مشكوة رقم ۱۱۹۵، الأذكار للنووي ص٦۰ رقم ٦۷، الجامع الصغير رقم۱۵۱۳، نيل الأوطار للشوكاني رقم۷۹٤، زاد المعاد لإبن القيم ج۱ ص ۲۲۷، ۳۱۸ وج۲ ص ۳۳٦)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بدن اقدس کی ہڈیاں، گوشت، خون، جِلد بلکہ تمام اعضاء نور ہیں، اور بلاشبہ کوئی چیز نور سے زیادہ لطیف اور نفیس نہیں ہوتی۔

کثیف شے کا لطیف بدن میں آکر لطیف ہو جانا

لطافتِ جسمِ نبوی ﷺ کے بعد آیئے دیکھتے ہیں کہ اس جسم میں داخل ہونے والی اور پھر اُس سے خارج ہونے والی اشیاء لطیف ہو جاتی تھیں یا پہلے کی طرح کثیف ہی رہتی تھیں؟ اس سوال کا جواب جاننے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ بطور غذا کسی بھی جسم میں جو چیز داخل ہو اور پھر تحلیل ہونے کے بعد خارج ہو وہ ''فضلہ'' کہلاتی ہے، اس کی جمع ''فضلات'' ہے، اور انسانی جسم سے عموماً خارج ہونے والے فضلات کی پانچ اقسام ہیں، اور یہ پانچوں چیزیں جسم نبوی ﷺ کی لطافت کے باعث لطیف، نفیس اور خوشبودار ہو کر خارج ہوتی تھیں۔

لطیف اور کثیف جسم کی خوشبو میں فرق

جب یہ حقیقت ہے کہ سید عالم ﷺ ساری مخلوق سے اُنفس، الطف، افضل اور اعلیٰ ہیں اور آپ کے جسمِ اقدس کا ہر عضو اور ہر ہر انگ نور ہے تو خود سوچئے کہ پیکرِ نور بدن سے کسی قسم کی بدبو کا کوئی تصور کیا جاسکتا ہے؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ کیا نورانی ہڈیاں باعث عفونت ہوسکتی ہیں؟ کیا نورانی خون بدبودار ہوسکتا ہے؟ کیا نورانی گوشت سے کسی قسم کی نفرت آمیز بوآسکتی ہے؟ کیا نورانی جلد باعثِ گھن ہو سکتی ہے؟ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ نورانی جسم کے اندر جو چیز داخل ہو کیا وہ بدبودار ہوسکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! بلکہ ایسے جسم میں اگر کثیف چیز جائے گی تو لطیف بن جائیگی، اگر بے خوشبو چیز جائے گی تو خوشبودار ہو جائے گی اور اگر خوشبودار چیز جائے گی تو اس کی خوشبو میں اضافہ ہو جائے گا۔

غور کا مقام ہے کہ انسان جو پانی پیتا ہے اُس کی اپنی کوئی بو، یا بدبو نہیں ہوتی لیکن یہی پانی جب انسان کے جسم سے خارج ہوتا ہے تو بدبودار ہوتا ہے۔ انسانی جسم سے پانی کے خروج کے دو راستے ہیں۔

۱۔ مسام [Pore] کے ذریعے، اس کو پسینہ کہتے ہیں

۲۔ آلہ تناسل کے راستے سے، اس کو پیشاب کہتے ہیں

سادہ پانی تو پھر بھی ''بو'' کے بغیر ہوتا ہے، انسان اگر خوشبودار شربت پی لے تو وہ بھی جب جسم سے خارج ہوتا ہے تو بدبودار ہوتا ہے۔ کبھی آپ نے سوچا کہ ایسا کیوں؟ صرف اس لیے کہ ہمارا جسم کثیف اور غلیظ ہے جبکہ نبی کا جسم لطیف اور نفیس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کے جسم اقدس سے خارج ہونیوالی ہر چیز خوشبودار ہوتی ہے۔ یہاں ہم ایسی تمام چیزوں کا بالتفصیل تذکرہ کر رہے ہیں جو عام طور پر انسانی جسم سے خارج ہوتی ہیں اور وہ پانچ ہیں۔

۱۔ پسینہ [Sweat]

۲۔ تھوک [Spittle]

۳۔ خون [Blood]

۴۔ پاخانہ [Stool]

۵۔ پیشاب [Urine]

سب سے پہلے ہم پسینہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ پسینہ انسانی جسم سے بے اختیار اور اکثر خارج ہونے والا ایسا بدبودار فضلہ ہے کہ انسان خود بھی اس سے نفرت کرتا ہے اور دوسروں تک بھی حتی الامکان اس کی بدبو نہیں جانے دیتا، اور اس کے لیے وہ متعدد قسم کے خوشبودار صابن، پاؤڈر اور پرفیومز استعمال کرتا ہے، اور نہ جانے دنیا بھر میں ان مصنوعات کی تیاری کے لیے کتنی فیکٹریاں ہونگی اور کتنا سرمایہ خرچ ہوتا ہوگا؟ لیکن کیا مجال کہ یہ بدبو مکمل طور پر دب سکے۔ جتنی بھی کوشش کی جائے کہیں نہ کہیں سے یہ بدبو آ ہی جاتی ہے۔ غرباء کی محفل ہو یا اُمراء کی یہ بدبو ہر محفل میں راج کرتی ہے۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ، کوئی طاقتور صدر یا کوئی فوجی آمر بھی پسینہ کی اس بدبو سے مبراء نہیں ہے۔ اگر کوئی ہستی پسینہ کی اِس بدبو سے مبراء، منزہ، پاک اور آزاد ہے تو وہ نبی کی ہستی ہے، ﷺ۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

بدنِ نبوی ﷺ کی خوشبو

سردی ہوتی یا گرمی، پسینہ آتا یا نہ آتا ہمہ وقت سید عالم ﷺ کے لطیف و نفیس جسم اقدس سے بے مثال خوشبو مہکتی رہتی۔ اس لیے کتبِ سیرت وحدیث میں آپ کی خوشبو کا بیان مطلقاً بھی ہے اور لفظِ "عَرَقْ" (پسینہ) کے ذکر کیساتھ بھی ہے۔ پہلے ہم مطلقاً آپ کی خوشبو کے ذکر پر مشتمل احادیث پیش کریں گے بعد میں وہ احادیث پیش کریں گے جن میں لفظ "عرق" (پسینہ) آیا ہے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"میں نے کسی ریشم اور دیباج (ریشمی کپڑے) کو نہیں چھوا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو اور میں نے کبھی کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہو"۔

(بخاري ص ۵۹۷، ۵۹۸ رقم ۳۵۶۱)

حضرت ابو جحیفة رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کے آخر میں ہے:

"پھر میں نے آپ کا مبارک ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا" **فاذاهي أبرد من الثلج وأطيب رائحة من المسک** "(تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا)"۔

(بخاري ص ٥٩٧ رقم ٣٥٥٣، الجمع بين الصحيحين ج ١ ص ٣٣٠، مسند أحمد رقم ١٧٦١٧، ١٨٩٨٤، البداية والنهاية ج ٤ ص ٣٩٤، ٣٩٥، وطبع محقق ج ٦ ص ٣٣، سير أعلام النبلاء للذهبي [سيرة) ص ٣١٦)

۲۔ ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہی بات یوں بیان فرمائی:

كل ريحٍ طيب قد شممته فماشممت قط أطيب من ريح رسول الله ﷺ وكل شيء لين قد مسسته فمامسست شيأقط ألين من كف رسول الله ﷺ.

''میں نے ہر اچھی خوشبو کو سونگھا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ کوئی خوشبو نہیں سونگھی، اور میں نے ہر ملائم چیز کو مَس کیا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں سے ملائم چیز کوئی نہیں چھوئی۔''

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ٦٩، سبل الهدى ج ۲ ص ٨٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ولقدشممت العطر فماشممتُ ريح شيءٍ أطيب ريحامن رسول الله ﷺ.

''بیشک میں نے خاص عطر سونگھے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبودار کوئی چیز نہیں سونگھی''۔

(الطبقات الكبرىٰ لإبن سعد ج ١ ص ١٨٤، سبل الهدى ج ٢ ص ٥)

۳۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ ظہر ادا کی، پھر آپ اپنے گھر کی طرف گئے، میں بھی آپ کے ساتھ ہو گیا، سامنے سے کچھ بچے آئے، آپ نے ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر ہاتھ پھیرا اور میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا ''فوجدتُ ليده برداأوريحا كأنما أخرجهامن جؤنةعطار'' (تو میں نے آپ کے دست اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی گویا کہ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک عطار کے ڈبہ سے نکالا ہو)''۔

(صحيح مسلم ص ١٠٢٧ رقم المسلسل ٦٠٢٠ (٢٣٢٩)، الجمع بين الصحيحين رقم

۵٤١، المصنف لإبن أبي شيبة ج١٦ ص٤٩٤ رقم ٣٢٤٢٤، المعجم الكبير ج٢ ص٢٥٣ رقم ١٩٤٤، شرف المصطفى ج٢ ص١١٦، شرح السنة رقم ٣٦٥٩، مختصر تاريخ دمشق ج٢ ص٢١٣، مشكاة رقم ٥٧٨٩، تهذيب الخصائص النبوية الكبرى ص٦١)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ کے کسی راستہ سے گذرتے تو:

وجدوا من ذلک الطريق رائحة المسک، قالوا: مرّ رسول الله ﷺ في هذا الطريق اليوم.

"لوگ اس راہ سے مشک کی خوشبو پاتے اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ آج یہاں سے گذرے ہیں۔"

(مسند أبي يعلیٰ ج٣ ص١٣٦ رقم ٣١١٣، المقصد العلي رقم ١٢٦٠، شرف المصطفى ج٢ ص١١٦، مختصر تاريخ دمشق ج٢ ص٢١٣، المطالب العالية ج٤ ص٢٤، ٢٥ رقم ٣٨٦١، البداية والنهاية ج٤ ص٣٩٧، وطبع محقق ج٦ ص٣٦، مجمع الزوائد ج٨ ص٥٠٢ رقم ١٤٠٥٣، كشف الأستار رقم ٢٤٧٨، الخصائص الكبرى ج١ ص١١٥، سبل الهدى ج٢ ص٨٧)

عنبر زمین عنبر ہوا مشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہ گذر کی ہے

پسینہ مبارک

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں:

وَلا مَسَسْتُ خزّاً وَّلا حَرِيراً وَّلا شَيْأً كَانَ اَلْيَنُ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ولا شممت مسكاً ولا عطراً كان أطيب من عرق [وفي رواية: من رائحة] رسول الله ﷺ.

"میں نے کسی "خَزّ" (مِکس ریشم) اور "حریر" (پیور ریشم) کو اور کسی نرم چیز کو نہیں چھوا جو رسول اللہ ﷺ کی مبارک ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو، اور میں نے کبھی کسی مشک اور عطر کو نہیں سونگھا جو رسول اللہ ﷺ

کے مبارک پسینے اور آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہو"۔

(الشمائل المحمدية للترمذي ص٢٨٦ رقم٣٤٦، المصنف لإبن أبي شيبة طبع محقق ج١٦ ص٤٥٧ رقم٣٢٣٧٦، سنن الترمذي ص٤٦٤ رقم٢٠١٥، شرح السنة ج٧ ص٤٣٢ رقم ٣٦٥٨، صحيح إبن حبان ج٨ ص٧٣ رقم٦٢٧٠، وطبع محقق ج١٤ ص٢١١ رقم٦٣٠٣، البداية والنهاية محقق ج٦ ص٣٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرمایا، آپ کو پسینہ آیا، میری والدہ ایک شیشی لائیں اور آپ کا پسینہ نچوڑ نچوڑ کر اس میں جمع کرنے لگیں۔ نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے تو فرمایا: "یاأم سُلَیم ماھذاالذی تصنعین ؟" (اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟) انہوں نے عرض کیا: "ھذا عرقک نجعله في طیبناوھومن أطیب الطیبِ" (یہ آپ کا پسینہ ہے جس کو ہم خوشبو میں ملائیں گے، اور یہ سب سے اچھی خوشبو ہے)"۔

(صحيح مسلم ص١٠٢٧ رقم ٦٠٥٥، مسند أحمد رقم ١٢٤٢٣، تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار ج٩ ص٥٠،٥١ رقم٦٣٥٠، ٦٣٥١، ٦٣٥٢، ٦٣٥٣، دلائل النبوة للبيهقي ج١ ص ٢٥٨، شعب الإيمان للبيهقي ج٢ ص١٥٤ رقم ١٤٢٩، مسند أبي يعلىٰ ج٣ ص١٧، ١٩ رقم ٢٧٨٣، ٢٧٨٧، شرح السنة ج٧ ص ٤٣٣ رقم٣٦٦١، الأنوار في شمائل النبي المختار ﷺ ص٨٧، دلائل النبوة لأبي نعيم ص٤٤٣، حلية الأولياء لأبي نُعَيم ج٢ ص ٧٣، الإحسان فى ترتيب صحيح إبن حبان ج٨ ص٧٣ رقم٦٢٧٢ وطبع محقق ج١٤ ص ٢١٢ رقم٦٣٠٥، دلائل النبوة لأبى القاسم الأصبهاني ج٢ ص٥١١، سير أعلام النبلاء [سيرة] ص ٣١٧، البداية والنهاية محقق ج٦ ص ٣٥، سراجاًمنيراً، لإبراهيم مير سيالكوٹي ص٥٣)

اس سے اگلی حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلیم نے عرض کیا: "یارسول اللّٰہ ! نرجو برکته لصبیاننا، قال: أصبتِ" (یارسول اللہ! ہم اس سے اپنے بچوں کے لیے برکت کی امید رکھتے ہیں۔ فرمایا:

تم نے درست کیا)۔

(صحيح مسلم ص١٠٢٨ رقم٦٠٥٧ ،مسندأبي داودالطيالسي رقم ٢٠٧٨ ، الوفابأحوال المصطفى ص ٤١٣ ،مشكاةرقم ٥٧٨٨ ،البداية والنهاية محقق ج٦ ص ٣٥)

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلیم نے عرض کیا: یہ آپ کا پسینہ ہے جس کو میں اپنی خوشبو میں ملاؤں گی: "فدعالها بدعاء حسن" (تو نبی کریم ﷺ نے اُن کے لیے دعائے خیر فرمائی)۔

(مسندأحمد ج٣ ص٢٣١ وطبع آخر ج٤ ص ٥٩٥ رقم١٣٤٥٦ ،إتحاف الخيرة المهرة ج ٧ ص٨٨ ،البداية والنهاية محقق ج٦ ص ٣٥)

بعض روایات میں ہے کہ:

"نبی کریم ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "آخذهذا للبركةالتي تخرج منک" (یہ پسینہ میں اُس برکت کو حاصل کرنے کے لیے لیتی ہوں جو آپ کے جسم اقدس سے ظاہر ہوتی ہے)۔

(الطبقات الكبرى لإبن سعد ج٨ص٤٤٧)

بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ماهذاالذى تصنعين ياأم سُلَيم ؟قالت:أجعل عرقک فی طيبي، فضحک النبيﷺ.

"یا اُم سُلیم یہ کیا ہے جو تم کررہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: میں آپ کے پسینہ کو اپنی خوشبو میں ملا رہی ہوں تو نبی کریم ﷺ ہنس پڑے"۔

(سنن النسائي ج٨ ص٢١٨ رقم٥٣٨٦ ،تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار ج٩ ص ٥١ رقم٦٣٥٢)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے

لیے چمڑے کا بچھونا بچھاتی تھیں، آپ ان کے ہاں اسی پر قیلولہ فرماتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
ایک مرتبہ جب نبی کریم ﷺ کو نیند آگئی تو اُم سلیم نے آپ کے موئے (بال) مبارک اور پسینہ کو لیا اور ایک شیشی میں جمع کر دیا، بعد میں اس کو ایک خوشبو میں ملا دیا۔ پھر جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ اس خوشبو سے کچھ لیکر ان کی "حنوط" (وہ خوشبو جو میت کے لیے تیار کی جاتی ہے) میں شامل کی جائے، تو یہ خوشبو ان کی "حنوط" میں شامل کی گئی"۔

(بخاري ص ١٠٩٣ رقم ٦٢٨١، شرح السنة ج٧ ص ٤٣٣، رقم ٣٦٦٠، آئينۂ جمالِ نبوي ﷺ ص ٨٦)

امام ابن سعد لکھتے ہیں:

"حضرت عمرو بن ایوب امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے چمڑے کا بچھونا بچھاتی تھی اور آپ اُس پر میرے گھر میں دوپہر کا آرام فرماتے تھے۔ آپ کو پسینہ آتا تو میں اسے جمع کر کے اس میں مشک کو گوندھتی تھی۔ امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے اس خوشبو کو مانگا تو انہوں نے مجھے اس میں سے کچھ عنایت فرمائی۔ ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے وہ خوشبو امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے مانگی تو انہوں نے مجھے اس سے کچھ خوشبو عطا فرمائی، وہ خوشبو اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ کی جب وفات ہوئی تو انہیں اُسی خوشبو سے معطر کیا گیا"۔

(الطبقات الكبرى لإبن سعد ج٨ ص ٤٤٧، إتحاف الخيرة المهرة ج٧ ص ٨٩، المطالب العالية ج٣ ص ١٧٦)

سیدالاولیا، امام المتقین، یعسوب المسلمین، مولی المؤمنین سیدنا و مرشدنا و ھادینا مولیٰ علی علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے تفصیلی حلیہ کے بیان میں ارشاد فرماتے ہیں:

كأن عرقه في وجهه اللؤلؤ ولريح عرقه أطيب من المسك الأذفر، لم أر قبله ولا بعده مثله ﷺ.

''آپ کا پسینہ آپ کے چہرے پر موتیوں کی طرح چمکتا تھا اور آپ کے پسینے کی خوشبو مشک اذفر سے زیادہ عمدہ تھی، میں نے آپ ﷺ کی مثل نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔''

(مختصر تاريخ دمشق ج٢ ص٦٦، الطبقات الكبرى لإبن سعد ج١ ص١٩٩، سير أعلام النبلاء للذهبي [سيرة] ص٣٢١، البداية والنهاية ج٤ ص ٣٨٥ وطبع محقق ج٦ ص٣١، ٣٢، الوفا بأحوال المصطفى لإبن الجوزي ص ٤١٤، الخصائص الكبرى ج١ ص١٢٨)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان عرق رسول الله ﷺ في وجهه مثل اللؤلؤ الرطب أطيب من المسك الأذفر.

''رسول اللہ ﷺ کا مبارک پسینہ آپ کے چہرہ میں تازہ موتیوں کی طرح چمکتا تھا، مشکِ اذفر سے زیادہ خوشبودار تھا۔''

(الوفا بأحوال المصطفى لإبن الجوزي ص٤١٣، دلائل النبوة لأبي نعيم ص٦٣٧، الخصائص الكبرى ج١ ص١١٥، المواهب اللدنية ج٢ ص٣١٢، السيرة النبوية لإبن زيني دحلان ج ٢ ص٣٣٩، الأنوار المحمدية للنبهاني ص٢١٨)

سیدنا فاروقِ اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

(سبل الهدى ج٢ ص٨٥)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ جس راستہ سے گذر جاتے تو آپ کے پیچھے آنے والا شخص ''**مِن طيبِ عرقه**'' آپ کے پسینے کی خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ یہاں سے گذر گئے ہیں''۔

(سنن الدارمي ج١ ص رقم٦٦، دلائل النبوة لأبي نعيم ص ٤٤٣، الأنوار في شمائل النبي المختار للبغوي ص٨٩، شرف المصطفى ج٢ ص١١٦، مختصر تاريخ دمشق ج٢ ص٢١٣، مشكاة رقم٥٧٩٢، الخصائص الكبرى ج١ ص١١٤، المواهب اللدنية ج٢ ص٣١١)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں۔ فرمایا: میرے پاس (اور تو) کچھ نہیں لیکن کل تم دو پہر کے وقت ایک لکڑی اور کھلے منہ والی ایک شیشی لیکر آنا اور دستک دے کر اندر آنے کی اجازت مانگنا۔ پس نبی کریم ﷺ اپنے بازوؤں سے اپنا پسینہ جمع فرمانے لگے یہاں تک کہ شیشی بھر گئی۔ فرمایا: یہ لے جاؤ! جب تمہاری بیٹی خوشبو لگانے کا ارادہ کرے تو اس لکڑی کو اس شیشی میں ڈبوئے پھر اس سے خوشبو لگائے۔ پس جب وہ لڑکی خوشبو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو وہ خوشبو پہنچتی ،اس لیے ان کے بارے میں لوگ کہتے تھے: یہ خوشبو والوں کا گھر ہے''۔

(دلائل النبوة لأبی القاسم الأصفهاني ج۲ ص ۵۱٤ ،مسند أبي يعلى ج۵ ص٤٢٦ رقم ٦٢٦٦ ، مجمع البحرين رقم ۳۵۷۸ ،المعجم الكبير ج۱۷ ص ۱۳۳ ، ۱۳٤ ، المعجم الصغير رقم ۲۸۹۵ ،مجمع الزوائد ج۸ ص ۵۰۳ رقم ۱٤۰۵٦ ،الوفا بأحوال المصطفى لإبن الجوزي ص ٤۱٤ ،مختصر تاريخ دمشق لإبن عساكر ج۲ ص ۲۱٤ ، البداية والنهاية ج٤ ص ۳۹٦ وطبع محقق ج٦ ص ۳٦ ، المواهب اللدنية ج۲ ص ۳۱۱ ،السيرة النبوية لإبن زيني دحلان ج ۲ ص ۳۳۸ ،موسوعة سيرة سيد الأنام ج٤ ص ۲۳۱ ، ۲۳۲)

علامہ ابن جوزی وغیرہ نے اس حدیث کو ''حلبس بن غالب'' کی وجہ سے موضوع قرار دیا ہے، لیکن علامہ ابن عراق الکنانی ان کے تعاقب میں لکھتے ہیں:

''حلبس بن [محمد بن] غالب کے بارے میں اکثر یہ کہا گیا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور ذھبی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہا ہے ''وهذا منكر جداً'' **وذلك لا يقتضي الحكم بوضعه.** '' (یہ حدیث بہت ہی ضعیف ہے'' [علامہ کنانی کہتے ہیں] اور یہ اقوال اس حدیث کے موضوع ہونے کا تقاضا نہیں کرتے)''۔

(تنزيه الشريعة المرفوعة عن أخبار الشنيعة الموضوعة ج۱ ص ۳۳٤)

خود علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی مشہور تصنیف ''**الوفا بأحوال**

المصطفیٰ ﷺ ''میں درج کر کے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، جیسا کہ ہم باحوالہ نقل کر چکے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہ حدیث قابل حجت ہے، چنانچہ انہوں نے دوسری احادیث کے ساتھ یہ حدیث بھی نبی کریم ﷺ کے مناقب میں درج فرمائی ہے۔

(فتح الباري ج۷ ص۲٦۹)

بغل مبارک کے پسینہ کی خوشبو

جسمِ انسانی سے خارج ہونے والا پسینہ خواہ جس مقام سے خارج ہو بدبودار ہی ہوتا ہے مگر سب سے زیادہ بدبودار وہ پسینہ ہوتا ہے جو بغلوں سے خارج ہو، لیکن اللہ کا نبی اس عیب سے منزہ اور مبراء ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت حبیب بن خدرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھ سے بنوحریش کے ایک شخص نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کیا تو اس وقت میں اپنے باپ کے ساتھ تھا۔ پس جب اُنہیں پتھر مارے جانے لگے تو مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ لگالیا۔ ''فسال عَلَيَّ من عرق إبطه مثل ريح المسک ''(تو مجھ پر مشک کی خوشبو کی طرح آپ کی بغل مبارک سے پسینہ کے قطرات گرنے لگے)''۔

(سنن الدارمي ج۱ ص۲۷ رقم ٦۳، الوفا بأحوال المصطفى لإبن الجوزي ص٤١٤، الخصائص الكبرىٰ ج۱ ص۱۱٦، المواهب اللدنية ج۲ ص۲۸٤، سبل الهدى ج۲ ص۷۵، زرقاني على المواهب ج۵ ص٤٦۱، السيرة النبوية لإبن زيني دحلان المكي ج۲ ص۳۲۹، الأنوار المحمدية للنبهاني ص۲۱۰، موسوعة سيرة سيد الأنام ج٤ ص۲۱۲، ۲۲۹)

دہنِ اقدس کی سانس وغیرہ کی خوشبو

اگر انسان مسواک نہ کرے تو اس کے منہ سے سانس کی صورت میں جو ہوا باہر آتی ہے وہ ہر بدبو سے زیادہ بدبودار ہوتی ہے، اور اگر مسواک کی پابندی کرے تو اگرچہ اس کے منہ سے بدبو نہیں آتی تاہم خوشبو بھی نہیں آتی۔ کیونکہ مسواک کا کام صرف بدبو کو ختم کرنا ہے خوشبو پیدا کرنا نہیں۔ لیکن قربان جائیں کہ رسول

اللہ ﷺ کے دہنِ اقدس سے نکلے ہوئے سانس اور تھوک وغیرہ کی خوشبو بہتر سے بہتر عطر سے بھی زیادہ عمدہ تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صحبت رسول الله ﷺ عشر سنين وشممت العطر كله فلم أشم نكهة أطيب من نكهة رسول الله ﷺ۔

"میں دس برس حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں اور میں نے ہر قسم کا عطر سونگھا ہے لیکن آپ ﷺ کے منہ مبارک کی مہک سے زیادہ عمدہ مہک نہیں سونگھی"۔

(الطبقات الكبرى لإبن سعد ج١ ص ١٨٢ ،الوفا بأحوال المصطفى ص ٣٩٥ ، مختصر تاريخ دمشق ج٢ ص ٨٠ ،وص ٢١٤ ،جمع الجوامع ج ١٤ ص١٦ رقم ٩٠٦٢ ،سبل الهدى والرشاد ج٢ ص ٣٠)

حضرت اُم عاصم (عتبہ بن فرقد سُلمی کی زوجہ) رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"ہم عتبہ کی چار بیویاں تھیں، ہم میں سے ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ وہ اپنی سوکن سے زیادہ خوشبو سے مہکی ہوئی ہو۔ اور عتبہ خوشبو کے لیے اپنی ڈاڑھی کو عام تیل لگاتے تھے اور کسی قسم کی خوشبو کو مس نہیں کرتے تھے حالانکہ وہ ہم سب سے زیادہ خوشبودار تھے، اور جب وہ لوگوں کی طرف جاتے تو لوگ کہتے "**ما شممنا ريحاً أطيب من ريح عتبة**" (ہم نے کوئی خوشبو عتبہ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی)۔ ایک دن میں نے انہیں کہا کہ ہم سب (سوکنیں) خوشبو میں ایک دوسری سے بڑھنے کی کوشش میں رہتی ہیں لیکن آپ ہر وقت ہم سب سے زیادہ خوشبو میں بسے رہتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں خارش کی بیماری ہوئی تو میں نے آپ کے پاس حاضر ہو کر شکایت کی۔ آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنے بدن سے کپڑے اتاروں، تو میں نے تمام کپڑے اتار دیئے اور اپنی شرمگاہ کو ڈھانپ کر آپ کے رو برو بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں میں پھونک ماری جس میں کچھ آبِ دہن کی آمیزش تھی اور دونوں ہاتھوں کو میری پشت اور پیٹ پر پھیرا۔ سو میرے جسم سے یہ خوشبو اُسی روز سے مہک رہی ہے"۔

(المعجم الصغير للطبراني رقم ٩٨ ،المعجم الكبير ج١٧ ص ٣٢٩ ،مجمع البحرين في زوائد

المعجمين ج٣ص٣٣٦رقم٣٥٧٩،مجمع الزوائدج٨ص٥٠٣ رقم١٤٠٥٥،الإستيعاب ج ٣ص١٤٨ ، أسدالغابة ج٣ص٥٨٧، الإصابة ج٤ص ٣٦٥،المواهب اللدنية ج٢ ص ٢٣٦،٣١١،سبل الهدى ج ٢ ص ٣١،السيرة النبوية لإبن زيني دحلان مكي ج ٢ ص ٢٨٧، الأنوارالمحمدية للنبهاني ص ٢٠٠وص ٢١٧، وسائل الوصول إلى شمائل الرسول للنبهاني ص٥٢،منتهى السول للحجي ج١ ص٣٥٢،موسوعة سيرة سيد الأنام ج٤ص ٢٣٠،٢٣١)

حضرت عبدالجبار بن وائل فرماتے ہیں:

''مجھ سے میرے بعض اہلِ خانہ نے بیان کیا: انہوں نے میرے والد سے سنا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس پانی کا ایک ڈول لایا گیا تو آپ نے اس سے پیا پھر ڈول میں کلی فرمائی، پھر وہ ڈول کنویں میں انڈیل دیا، یا فرمایا: ڈول سے پانی پیا پھر کنویں میں کلی فرمائی ''ففاح منها مثل ريح المسک'' (تو اس سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی)''۔

(مسندأحمدج٤ص٣١٥رقم ١٩٠٤٣،مسندالحميدي رقم ٨٨٦،سنن ابن ماجه رقم ٦٥٩، المعجم الكبيرج٢٢ص٥١،١١٩،١٢٠،دلائل النبوة للبيهقي ج١ص٢٥٧،وج ٦ ص ٦٩،دلائل النبوة لأبى القاسم الأصبهاني ج١ص٢٧٩،الشفاء ج١ص ٤٦٤، البداية والنهاية ج٤ص ٣٩٥وطبع محقق ج٦ص٣٤،قمع النفوس ص٤٩،الخصائص الكبرى ج١ ص ١٠٥،جمع الجوامع ج١٥ص٤٦٤رقم١٤٦١٠،المواهب اللدنية ج ٢ص٢٣٥،سبل الهدى ج٢ص ٣٠،وج١٠ص ٤٢،حدائق الأنوار ص١٥٩،السيرة النبوية لإبن زيني دحلان ج٢ص ٢٨٥،وص٢٨٩،الأنوار المحمدية للنبهاني ص ٢٠٠،حجة الله على العالمين للنبهاني ص٤٨٤، موسوعة سيرة سيدالأنام ج٤ص١٨٦،٢٣١)

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

كان رسول الله ﷺ يصلى فيطيل القيام، وإن النبي ﷺ بالَ في بئر في داره،قال: فلم يكن فى المدينة بئرٌ أعذب منها.

''رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو طویل قیام کیا اور بیشک نبی کریم ﷺ نے اُنکے گھر کے کنویں میں پیشاب کیا تو مدینہ مقدسہ میں اُس کنویں سے زیادہ میٹھا کنواں کوئی نہیں تھا''۔

(دلائل النبوة لأبي نعيم ج٢ ص ٤٤٤ رقم٣٦٦)

اکثر حضرات نے امام ابونعیم کی ''دلائل النبوة'' سے ''بَالَ'' کی بجائے ''بَصَقَ'' کا لفظ نقل کیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کنویں میں لعاب مبارک ڈالا۔ بہر حال اِس حدیث کے الفاظ جو بھی ہوں ہر صورت میں یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ سید عالم ﷺ کے جسمِ اقدس سے خارج ہونے والی ہر چیز خوشذائقہ اور خوشبودار تھی۔ خواہ لعاب مبارک ہو یا ''بـــول'' (پیشاب) مبارک، جیسا کہ عنقریب آپ ﷺ کے بَول و براز پر گفتگو ہوگی، ان شاء اللہ۔ یہاں بات ہو رہی ہے آپ کے لعاب مبارک کی خوشبو اور اس کے خوشگوار ہونے کی ۔ مذکورہ بالا حدیث میں تو فقط اتنی بات بیان کی گئی کہ لوگوں نے ان کنوؤں کا پانی استعمال کیا جن میں حضور اکرم ﷺ نے اپنا آبِ دہن ڈالا تو اسے خوشگوار اور خوشبودار پایا جبکہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کے سراسر بلغم اور تھوک مبارک کو اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیا۔ خود اندازہ کیجئے کہ وہ بلغم اور تھوک کس قدر خوشگوار ہوگا۔ حدیبیہ کے مقام پر جب کفار کے ساتھ صلح کی شرائط طے ہو رہی تھیں تو قریشِ مکہ کی جانب سے یکے بعد دیگرے آنے والے سفیروں میں ایک سفیر عروہ بن مسعود ثقفی بھی تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ گفتگو بھی کرتا رہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرکات و سکنات کا بھی بغور مشاہدہ کرتا رہا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے بلغم اور تھوک کو اپنے چہروں اور جسم پر مل رہے تھے اور آپ کے وضو کے مستعمل پانی کے حصول میں کوشاں تھے، اُن کی اِس والہانہ محبت کو دیکھ کر عروہ بن مسعود یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہو گئے کہ محمد (ﷺ) تک کوئی ناپاک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ انہوں نے قریش مکہ کو جا کر کہا:

أی قوم! والله لقد وفدت على الملوك ووفدت على قيصر و كِسرىٰ والنجاشي والله إن رأيت ملكاً قط يعظمه أصحابه مايعظم أصحابُ محمدٍ ﷺ محمداً. والله إن يتنخم نخامة إلا وقعت في كفِ رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده وإذا أمرهم إبتدروا

أمره وإذا توضاء كادوا يقتتلون علىٰ وضوئه ومايُحِدُّون النظر إليه تعظيماً له.

''اے قوم! خدا کی قسم، میں بادشاہوں کے پاس وفد بنا کر گیا اور میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے، خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے ساتھی محمد (ﷺ) کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ بلغم (اور تھوک) پھینکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی کے ہاتھوں پر گرتا ہے پھر وہ اس کو چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے، اور جب وہ حکم کرتے ہیں تو صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) اس کے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو صحابہ (رضی اللہ عنہم) وضو کے مستعمل پانی پر آمادۂ جنگ ہو جاتے ہیں، اور جب وہ کلام کرتے ہیں تو صحابہ (رضی اللہ عنہم) ان کے سامنے سراپا گوش ہو جاتے ہیں اور ازراہِ تعظیم اُن کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے''۔

(صحيح البخاري ص ٤٤٨ رقم ٢٧٣١، الجمع بين الصحيحين ج٣ ص ٣٧٥ رقم ٢٨٦٠، مسند أحمد ج٤ ص ٣٢٩ وص ٣٢٤ وج٦ رقم ١٩١٣٦، ١٩١١٧، كتاب المغازي ج٢ ص ٥٩٨، عيون الأثر ج٢ ص ١٦٥، دلائل النبوة للبيهقي ج ٤ ص ١٠٤، الشفاء ج٢ ص ٥٩٣، السيرة النبوية لإبن كثير ج٣ ص ٣٠٦، زاد المعاد ج٣ ص ٢٦١، جلاء الأفهام ص ٢٠٦ وفي طبع ص ١٠٥، المواهب اللدنية ج١ ص ٤٩٤، سبل الهدىٰ ج٥ ص ٤٤، ٤٥، شرح الزرقاني على المواهب ج٣ ص ١٩٢، السيرة النبوية للندوي ص ٢٧٦، ٢٧٧)

کتبِ سابقہ میں خوشبوئے نبوی ﷺ کا ذکر

سید عالم ﷺ کے پسینہ مبارک کی کیفیت اور اس کی عمدہ خوشبو کا تذکرہ کتب سابقہ میں بھی موجود تھا۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی، اس میں پہلے ان انعامات کا ذکر فرمایا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوئے، بعد میں نبی کریم ﷺ کا مفصل حلیہ بیان فرمایا اور اس میں آپ کے پسینہ کی شان یوں بیان فرمائی: "**عرقه في وجهه كاللؤلؤ، وريح المسك ينفح منه**" (اُن کا پسینہ ان کے چہرے پر موتیوں کی مانند چمکتا ہوگا جس سے مشک کی خوشبو مہکے گی)۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج١ ص ٣٧٨، مختصر تاريخ دمشق لإبن منظور ج٢ ص ٤٦، البداية

والنهاية ج ٤ ص ٤٤١، سبل الهدى ج١ ص٩٨، الخصائص الكبرى ج١ ص ١٣٠، المواهب اللدنية ج٢ ص٢٣٢)

دمِ (خونِ) نبوی ﷺ کی خوشبواور برکت

جس طرح انسانی جسم سے برآمد ہونے والا پسینہ، تھوک، بلغم اور سانس بد بودار اور لائقِ نفرت ہوتا ہے اسی طرح انسانی جسم سے خارج ہونے والا خون بھی بد بودار اور لائقِ نفرت ہوتا ہے۔ لیکن قربان جائیں نبی اکرم ﷺ کے جسم اقدس سے نکلا ہوا خون مبارک بھی آپ کے پسینے، تھوک، بلغم اور سانس کی طرح خوشبودار اور بابرکت تھا۔ آئندہ عنوان کے تحت اس سلسلے میں ہم چند احادیث مبارکہ پیش کرر ہے ہیں۔

خونِ نبوی ﷺ نوش کرنے پر احادیث

فصد کرانے (پچھنے لگوانے) سے یا جہاد وغیرہ میں کبھی کبھار جسم نبوی ﷺ سے جو خون مبارک جدا ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے زمین پر گرنے نہ دیا بلکہ ازراہِ محبت و تعظیم نوشِ جان کرلیا۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث ہیں، ملاحظہ فرمائیں!

حدیث نمبر ۱ حضرت ھنید بن قاسم بن عبدالرحمان بن ماعز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سمعتُ عامرَبن عبدالله بن الزبيريحدث أن أباه حدَّثه أنه أتى النبيَّ ﷺ وهو يحتجم فلمافرغ قال ياعبدَالله إذهبُ بهذاالدم فأهرِقْه حيث لايراک أحدٌ، فلمابرزتُ عن رسولِ الله ﷺ عمدتُ إلى الدم فحسوتُه، فلمارجعتُ إلى النبيِ ﷺ قال: ماصنعتَ ياعبدَالله؟ قال: جعلته في مكان ظننتُ أنه خافٍ على الناس قال: فلعلک شربتَه، قلتُ: نعم، قال: ومَن أمرک أن تشربَ الدمَ ويلٌ لک مِنَ الناسِ وويلٌ للناسِ منکَ.

"میں نے حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہیں انکے والدگرامی نے بیان فرمایا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ اس وقت پچھنے لگوار ہے تھے، جب فارغ ہوئے تو فرمایا: اے عبداللہ! باہر جا کر یہ خون گرا دو تا کہ کوئی دیکھ نہ سکے۔ پس جب میں حضور ﷺ

سے اوجھل ہوا تو خون مبارک کو غور سے دیکھا پھر اسے پی لیا، پھر جب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لوٹا تو آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! تم نے کیا کیا؟ عرض کیا: میں نے اُسے ایک جگہ پر رکھ دیا ہے، میں یقین کرتا ہوں کہ لوگوں سے مخفی ہو گیا ہے۔ فرمایا: شاید تم نے اُسے پی لیا ہے۔ عرض کی: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: تجھے کس نے کہا کہ تو خون پی جائے، تجھے لوگوں سے اور لوگوں کو تجھ سے ہلاکت ہوگی"۔

(المستدرك ج ٣ ص ٦٣٨ دار الكتب العلمية بيروت الطبعة الأولىٰ ١٤١١ھ ، وطبع آخر ج ٤ ص ٧١٧ رقم ٦٤٠٠)

بعض احادیث میں ہے:

فيرون أن القوة التي كانت في إبن الزبير من قوة دم النبي ﷺ.

"حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے اندر جو قوت تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے نبی اکرم ﷺ کے مبارک خون کی قوت سمجھتے تھے"۔

(السنن الكبرى للبيهقي ج٧ ص ١٠٧ رقم ١٣٤٠٧، إتحاف الخيرة المهرة ج٧ ص ٩١ رقم ٦٤٥٣، المطالب العالية ج ٤ ص ٢١ رقم ٣٨٤٧)

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خون مقدس کو نیچے نہ گرانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے بارگاہِ نبوی میں یوں عرض کی:

كرهتُ أن أصيبَ دمَك فقال النبي ﷺ لا تمسك النارُ ومسح على رأسِهِ.

"میں نے یہ ناپسند کیا کہ آپ کا خون مبارک نیچے گراؤں، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: تجھے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اور آپ نے ان کے سر پر دستِ اقدس پھیرا"۔

(سنن الدارقطني ج١ ص ٢٣٤ رقم ٨٧١)

ایک اور روایت میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے خون مبارک کو نوش کرنے کی وجہ یہ بیان کی:

إني أحببتُ أن يكونَ من دمِ رسولِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ جَوفي.

"میں نے چاہا کہ میرے جسم میں رسول اللہ ﷺ کا مقدس خون موجود ہو"۔

مختلف الفاظ سے یہ حدیث امام بزار، امام طبرانی، حکیم ترمذی، امام بیہقی، امام ابو نعیم، قاضی عیاض، امام ابن عساکر، امام ماوردی، امام ضیاء الدین المقدسی الحنبلی، امام قرطبی، حافظ ابن کثیر، امام بوصیری، حافظ ہیثمی، علامہ ذھبی، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی، امام قسطلانی، امام مناوی، علامہ علی متقی الہندی، علامہ حلبی، ملا علی قاری، امام زرقانی، علامہ شہاب الدین خفاجی، علامہ دیار بکری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام نبہانی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور مولانا زکریا سہارنپوری نے بھی ذکر کی ہے۔

(مسند البزار ج٦ ص١٦٩ رقم ٢٢١٠، المعجم الكبير، نوادر الوصول ص ٤٥ المكتبة العلمية بالمدنية المنورة، السنن الكبرىٰ للبيهقي ج٧ ص٦٧ وطبع آخر ج٧ ص١٠٧ رقم ١٣٤٠٧، حلية الأولياء ج١ ص ٣٣٠ مطبعة السعادة مصر ١٣٥١ھ، الشفاء ج١ ص ٦٤، ٦٥، دار الكتب العلمية بيروت، تهذيب تاريخ دمشق الكبير ج٧ ص٤٠١ دار إحياء التراث العربي بيروت الطبعة الثالثة ١٤٠٧ھ، أعلام النبوة للماوردي ص ١٦٥، الأحاديث المختارة ج٩ ص ٣٠٩ رقم ٢٦٧، الجامع لأحكام القرآن ج٢ ص ١٠٣، البداية والنهاية ج٨ ص ٣٤٢، ٣٤٣ مطبعة السعادة، مصر الطبعة الأولىٰ ١٣٥١ھ، وطبع جديد ج٩ ص ١١٠، ١١١، الفصول في سيرة الرسول لابن كثير ص ٣٠٥، إتحاف الخيرة المهرة ج٧ ص ٩١ رقم ٦٤٥٣، مجمع الزوائد ج٨ ص ٢٧٣، مؤسسة المعارف بيروت ١٤٠٦ ھ، تلخيص المستدرك مع المستدرك ج٣ ص ٥٥٤، دار المعرفة بيروت، سير أعلام النبلاء للذهبي ج٣ ص ٣٦٦ مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٢ھ، المطالب العالية ج٤ ص ٢١، المطبعة العصرية كويت، الطبعة الأولىٰ ١٣٩٣ھ، تلخيص الحبير ج١ ص ٣٠، ٣١ الطباعة الفنية المتحدة القاهرة ١٣٨٤ ھ، الإصابة في تمييز الصحابة ج٢ ص ٣١٠ مطبعة السعادة مصر الطبعة الأولىٰ ١٣٢٨ھ، الخصائص الكبرىٰ ج١ ص ١١٧ وج٢ ص ٤٤٠، ٤٤١، تاريخ الخلفاء ص ٢١٢ مطبعة المدني شارع العباسية قاهرة الطبع الثالث ١٣٨٣ھ، المواهب اللدنية ج١ ص ٢٨٤ دار الكتب العلمية،

بیروت،الکواکب الدریة للمناوي ج۱ ص۱۷۸، کنز العمال ج۱۲ ص۴۶۹، ۴۷۰ وج ۱۵ ص ۲۷۵ ، أنسان العیون (سیرة حلبي) ج ۲ ص ۵۱۶،شرح الشفاء لعلي القاري ج ۱ ص ۱۶۱، ۱۶۲،زرقاني علی المواهب ج ٤ ص ۲۳۰ مطبعة السعادة، مصر ۱۳۲۶ھ،نسیم الریاض ج۱ ص ۳۵۹،تاریخ الخمیس ج۱ ص ۳۵٤،مدارج النبوة ج۱ ص۲٦، حجة اللّٰه علی العالمین ص۲۸٦، الأنوار المحمدیة ص۲۱۹،جواهر البحار ج۱ ص۳٤۷وطبع جدید ج ۱ ص ٤۸۷، نشر الطیب في ذکر النبي الحبیب ص ۱٦۲، حیاة الصحابة للکاندهلوي ج ۲ ص ۳٤۹،حکایاتِ صحابه ص ۱۷۲،مکتبة الشیخ بهادر آباد، کراچی)

حافظ ھیثمی نے اس حدیث کو طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام بزار کے راوی صحیح ہیں، ماسوا ھنید بن قاسم کے اور وہ ثقہ ہیں "**ورجال البزار رجال الصحیح غیر هنید بن القاسم وهو ثقة**" شیخ اعظمی نے بھی "**المطالب العالیة**" کی تعلیقات میں حافظ ہیثمی کے حوالہ سے اسی طرح لکھا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ مسند ابی یعلی کی سند حسن ہے۔

(تعلیقات: المطالب العالیة بزوائد المسانید الثمانیة ج ٤ ص ۲۱)

امام ذھبی نے "**تلخیص المستدرک**" میں اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے، اور "**سیر أعلام النبلاء**" میں لکھا ہے کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(سیر أعلام النبلاء للذهبي ج۳ ص ۳٦٦ مؤسسة الرسالة بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۰۲ھ)

علامہ علی متقی الہندی نے ابن عساکر کے حوالہ سے روایت کر کے لکھا ہے "**ورجاله ثقات**" اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(کنز العمال ج۱۳ ص ٤٦۹،مؤسسة الرسالة بیروت)

علامہ خفاجی اور ملا علی قاری علیہما الرحمۃ لکھتے ہیں:

"علامہ حلبی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کو امام بزار، امام حاکم، امام بیہقی، امام بغوی، امام طبرانی اور امام دار قطنی نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے اور وہ متعدد طرق

ایک دوسرے کو قوی کرتے ہیں۔ اور علامہ ابن صلاح کے قول پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ اس حدیث کی اصل نہیں "**وهو مذكور في هذه الأصول**" (حالانکہ یہ حدیث اِن بنیادی کتب میں مذکور ہے)"۔

(نسيم الرياض ج۱ ص ۳۵۹، شرح الشفاء للقاري ج۱ ص ۱۶۱، ۱۶۲)

وَیْلٌ لَّکَ مِنَ النَّاسِ الخ، فرمانے کی حکمت

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا:

"تجھے لوگوں سے اور لوگوں کو تجھ سے ہلاکت ہوگی"۔

اس کا کیا مطلب ہے؟ علامہ ابن حجر عسقلانی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ خفاجی اور امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہم نے اس کا بہترین جواب دیا ہے، ہم اس کا اختصار شیخ زکریا سہارنپوری کے الفاظ میں نقل کررہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب کہ ہلاکت ہے، علماء نے لکھا ہے کہ سلطنت اور امارت کی طرف اشارہ ہے کہ امارت ہوگی اور لوگ اس میں مزاحم ہونگے۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیر جب پیدا ہوئے تھے اس وقت بھی حضور ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا کہ ایک مینڈھا ہے، بھیڑیوں کے درمیان ایسے بھیڑیے جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ یزید اور عبدالملک دونوں کے ساتھ حضرت ابن زبیر کی مشہور لڑائی ہوئی اور آخر شہید ہوئے"۔

(حكايات صحابه ص ۱۷۲)

علامہ خفاجی اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہما نے لکھا ہے کہ یہ حضور ﷺ نے غیب کی خبر بتائی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

(نسيم الرياض وشرح الشفاء للقاري على هامش النسيم ج۱ ص ۳۵۹، ۳۶۰)

اس حدیث کے بقیہ فوائد بیان کرنے سے پہلے ایک اور حدیث کا مطالعہ ضروری ہے۔ امام حاکم

رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۲ عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال لما كان يوم أحد شج النبي صلى الله عليه وآله وسلم في جبهته فأتاه مالك بن سنان وهو والد أبي سعيد فمسح الدم عن وجه النبي صلى الله عليه وآله وسلم ثم ازدرده، فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: من سره أن ينظر إلى من خالط دمي دمه فلينظر إلى مالك بن سنان.

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب جنگِ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی میں زخم آیا تو حضرت ابوسعید خدری کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے خون مبارک کو چوس لیا پھر نگل لیا۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا ارادہ ہو کہ ایسے شخص کو دیکھے جس کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ مالک بن سنان کو دیکھے''۔

(المستدرك ج۳ ص ۶۵۰، دار الکتب العمية بيروت الطبعة الأولى ۱۴۱۱ھ وطبع جديد ج ٤ ص ۷۳٤ رقم ٦٤٥٤)

فائدہ:

''جس شخص کا ارادہ ہو کہ ایسے شخص کو دیکھے جس کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا اُسے چاہیئے کہ وہ مالک بن سنان کو دیکھے''۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب میرا خون اس کے خون میں شامل ہو گیا تو وہ عذاب سے محفوظ ہو گیا۔ چنانچہ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں ارشاد فرمائی گئی:

من خالط دمه بدمي لا تمسه النار.

''جس شخص کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا اُسے آگ نہیں چھوئے گی''۔

نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جنتی ہے، چنانچہ ایک اور حدیث میں یہ صریح الفاظ بھی آئے ہیں:

من أراد أن ينظر إلى رجل من أهل الجنة فلينظر إلى هذا فاستشهد.

''جس کا ارادہ ہو کہ وہ جنتی مرد کو دیکھے تو وہ اس کو دیکھے، پس اس کے بعد وہ شہید ہو گئے''۔

(كتاب السنن لسعيد بن منصور ج۲ ص ۲۳۷، وطبع آخر ج۲ ص ۲۲۱ رقم ۲۵۷۳)

بعض روایات میں ہے کہ بعض صحابہ نے مالک بن سنان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ خون نیچے گرادو، اُنہیں یہ بات ناگوار گزری، فرمایا: خدا کی قسم یہ مقدس خون نیچے نہیں گراؤں گا، یہ کہہ کر نگل لیا۔

مختلف الفاظ سے یہ حدیث امام سعید بن منصور، امام حاکم، امام طبرانی اور امام بیہقی کے علاوہ، امام ابن ھشام، علامہ واقدی، قاضی عیاض، امام ابن عبدالبر، امام ابن سید الناس، امام حیضری، حافظ ہیثمی، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی، امام قسطلانی، امام صالحی شامی، علامہ سمہودی، علامہ علی متقی الھندی، علامہ ابن اثیر جذری، علامہ حلبی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام نبھانی، شیخ عبداللہ نجدی، اشرف علی تھانوی، مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور مولانا زکریا سہارنپوری نے بھی ذکر کی ہے۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج٣ص٢٦٦، السيرة النبوية لإبن هشام ج٣ص٣٢، كتاب المغازي للواقدي ج١ص٢٤٧، مطبعة جامعة آكسفورڈ ١٩٦٦ء، الشفاء ج١ص٦٤ دار الكتب العلمية بيروت، الدرر في إختصار المغازي والسير لإبن عبد البر ص١٠٥، عيون الأثر ج٢ ص٢١، اللفظ المكرم بخصائص النبي المعظم ص ٣٦٥، مجمع الزوائد ج٨ ص ٢٧٣ مؤسسة المعارف، بيروت ١٤٠٦ھ، الإصابة ج٣ص ٣٤٦، مطبعة السعادة مصر، تلخيص الحبير ج٣ص٣١ مطبعة الفنية المتحدة، قاهرة، وطبع محقق ج١ص ١٧٠، الكافي الشاف في تخريج أحاديث الكشاف ملحق بالكشاف ج٤ص٣١ دار المعرفة بيروت، وطبع جديد مجلد واحد ص٥٦، الخصائص الكبرىٰ ج ٢ص ٤٤١، المواهب اللدنية ج٢ص٣١٦، سبل الهدىٰ ج١٠ص ٤٥٥، وفاء الوفاء ج١ص ٢٩٠، أسد الغابة ج٥ص٢٨، أنسان العيون (سيرة حلبي) ج٢ص ٥١٥، مدارج النبوة فارسي ج١ص ٢٦، الأنوار المحمدية ص ٢١٩، جواهر البحار ج١ص٤٨٧، مختصر سيرة الرسول ﷺ ص٢٢٨، ٢٢٩ المطبعة السلفية قاهرة ١٣٧٩ھ، نشر الطيب في ذكر النبي الحبيب ﷺ ص ١٦٢، حياة الصحابة للكاندهلوي ج٢ص ٣٥٠، حکايات صحابه ص ١٧٢)

بعض علماء کرام نے حضرت ابن زبیر اور مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کی ان دونوں حدیثوں کو مدِ نظر رکھتے

ہوئے ایک بہت عمدہ بات لکھی ہے۔ وہ یہ کہ ابن زبیر اور ابنِ سنان دونوں کا عمل تو ایک ہے کہ دونوں کو نبی اکرم ﷺ کے خونِ مقدس کے نوش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، مگر حضور ﷺ کا جواب ان دونوں کے لیے الگ الگ نوعیت کا ہے۔ ایسا کیوں؟ امام خفاجی اور امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ یہی سوال حافظ ابن حجر عسقلانی سے کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: چونکہ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے خونِ مقدس نوش کرنے کے کچھ دیر بعد شہید ہو جانا تھا اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنتی مرد کو دیکھنا چاہے وہ اِسے دیکھ لے، اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے چونکہ ایک عرصہ تک دنیا میں رہنا تھا اور انہوں نے آپ کا خونِ مبارک بھی پی لیا تھا، لہٰذا حضور ﷺ نے اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہ میرا خون اس کے جسم میں شامل ہو گیا ہے اس لیے اس سے کسی کی تابعداری نہیں ہو سکے گی اور کسی باطل قوت کو یہ تسلیم نہیں کرے گا۔ جس کا نتیجہ لڑائی بھڑائی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ اسی کو حضور ﷺ نے "ویل لک من الناس وویل للناس منک" (تجھے لوگوں سے اور لوگوں کو تجھ سے ہلاکت ہوگی) کے الفاظ میں ارشاد فرمایا''۔

(نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۰، شرح الزرقاني على المواهب ج ۵ ص ۵۴۷، منتهى السول للحجي ج ۳ ص ۱۳۷)

خونِ نبوی ﷺ کی بدولت ابن زبیر رضی اللہ عنہ میں انقلاب اور عزیمتِ امام عالی مقام علیہ السلام

جب حضور اکرم ﷺ کے خون مبارک کے چند قطرات کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں عظیم انقلاب پیدا ہو گیا کہ وہ ظالم کے ظلم کے سامنے جھکے نہیں بلکہ باطل کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی تو پھر اُن ہستیوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جنہیں میرے آقا ﷺ نے گھٹی دی، اپنی زبان چُسوائی اور خود ان کی تربیت فرمائی، یعنی مولیٰ علی اور حسنین کریمین علیھم السلام، کیا وہ کسی بے

قاعدہ بات یا باطل قوت کے سامنے جھک سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، مولیٰ علی علیہ السلام نے اہلِ جمل کے سربراہان (رضی اللہ عنہم) کی بے قاعدہ بات تسلیم نہ فرمائی، صفین کی باغی قوت کو تسلیم نہ کیا اور خوارج کا قلع قمع فرمایا، اور اسی طرح امام عالی مقام علیہ السلام نے بھی باطل قوت کے ساتھ سمجھوتہ نہ کیا۔ رہا امام حسن علیہ السلام کی صلح کا معاملہ تو وہ نہ تو بزدلی اور کمزوری کے باعث تھا اور نہ ہی مدمقابل شخص کی اہلیت ولیاقت کے پیش نظر تھا بلکہ محض اہل اسلام کے تحفظ کی خاطر تھا۔ ملاحظہ ہو: (تاريخ القضاعي ص ۹۸)

جو لوگ کہتے، لکھتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ شامی فرمانروا کی اہلیت کے پیش نظر تھا وہ صحاح کی احادیث یا پھر امام حسن علیہ السلام کی شرائط کی تفصیل سے بے خبر ہیں، یا پھر وہ خارجی اور ناصبی پراپیگنڈا کے شکار ہیں۔

بہر حال تاریخ گواہ ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہی ہوا جو عالمِ ما کان و ما یکون نے ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزیدی حکومت کو تسلیم کیا نہ عبدالملک بن مروان کی حکومت کو۔ جس کے نتیجے میں ان دونوں سے اُن کی لڑائی ہوئی۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اُن سے نقصان پہنچا اور وہ لوگ آپ پر ظلم کرنے کی وجہ سے دنیا و عقبیٰ کے نقصان و عذاب کے مستحق ہوئے۔ یوں ارشادِ نبوی ﷺ من وعن پورا ہو گیا۔ والحمدللہ۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۳ عن سفينة قال إحتجم النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لي غيب الدم، فذهبت فشربته، ثم جئت، فقال: ماصنعت؟ قلت: غيبته، قال: شربته؟ قلت: نعم، فتبسم.

''حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور ﷺ نے پچھنے لگوائے (اور) مجھے فرمایا: (اس) خون کو (باہر جاکر) چھپا دو۔ میں گیا اور اُسے پی لیا۔ پھر لوٹ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: تو نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی: میں نے اُسے چھپا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے اُسے پی لیا ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں، تو آپ نے تبسم فرمایا''۔

(السنن الكبرىٰ للبيهقي ج ۷ ص ۶۷ وطبع آخر ج ۷ ص ۱۰۷ رقم ۱۳۴۰۸، المطالب العالية ج

٤ ص ٢١ رقم ٣٨٤٨، تلخيص الحبير ج١ ص ٣٠ الطباعة الفنية المتحدة قاهرة ١٣٨٤ هو طبع محقق ج١ ص ١٦٩، اللفظ المكرم بخصائص النبي المعظم ﷺ ص ٣٦٤، الخصائص الكبرىٰ ج٢ ص ٤٤١، حياة الصحابة للكاندهلوي ج٢ ص ٣٥٠)

حافظ ہیثمی نے فرمایا ہے:

''یہ حدیث امام بزار اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کی ہے اور طبرانی کے راوی ثقہ ہیں''۔

(مجمع الزوائد ج٨ ص ٢٧٣ مؤسسة المعارف، بيروت ١٤٠٦ھ)

حدیث نمبر ۴ **عن ابن عباس قال حجم النبي ﷺ غلام لبعض قريش فلمافرغ من حجامته أخذ الدم فذهب به فشربه ثم أقبل فنظرفي وجهه، فقال: ويحک ماصنعت بالدم؟ قال: يارسول الله! نفست على دمک أن أهريقه فى الأرض فهو في بطني، فقال: إذهب فقدأحرزت نفسک من النار.**

''حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں: کسی قریشی کے لڑکے نے حضور ﷺ کو پچھنے لگائے، جب فارغ ہوا تو خون کو لے کر باہر چلا گیا، پھر اُسے پی لیا۔ پھر حضور ﷺ کے سامنے آیا تو آپؐ نے اُس کے چہرے میں غور کر کے فرمایا: تجھ پر رحمت ہو تو نے خون کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے نامناسب سمجھا کہ آپؐ کے مقدس خون کو زمین پر گراؤں، سو وہ میرے پیٹ میں ہے۔ آپ نے فرمایا: جا! تو نے اپنے آپ کو یقیناً نارِ جہنم سے آزاد کر لیا''۔

(الخصائص الكبرىٰ ج٢ ص ٤٤٠)

اس حدیث کو حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ الاسلام زکریا انصاری، امام خیضری، امام سیوطی، امام قسطلانی، امام زرقانی اور امام نبھانی نے بھی ذکر کیا ہے۔

(تلخيص الحبير ج١ ص ٣٠ الطباعة الفنية المتحده قاهره ١٣٨٤ھ، وطبع محقق ج١ ص ١٦٨، شرح الروض الطالب ج٣ ص ١٠٦ مكتبه احديه ڈھاكه، اللفظ المكرم بخصائص النبي المعظم ﷺ ص ٣٦٤، البحر الذي زخر شرح الفية الأثر للسيوطي ج٣ ص ٣١٣، ٣١٤،

المواهب اللدنية ج۲ ص۳۱٦ ،زرقاني على المواهب ج٤ ص۲۲۹ المطبعة الأزهرية مصر ۱۳۲٦ھ، جواهر البحار ج۱ ص۳٤۸ ،وطبع جديد ج۱ ص٤۸۷)

حدیث نمبر ۵ اسی طرح ایک واقعہ ابوطیبہ حجام کا بھی ہے۔ اِن کا نام ''دینار'' یا نافع ہے۔ حافظ الدنیا علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

إن أباطيبة الحجام شرب دم رسول الله صلى الله عليه وسلم و لم ينكر عليه.

''حضرت ابوطیبہ حجام رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا خونِ مقدس پی لیا اور آپ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا''۔

(تلخيص الحبير ج۱ ص۳۰ وطبع محقق ج ۱ ص ۱٦۸)

اس حدیث کو امام نووی، امام قسطلانی اور امام زرقانی نے بھی ذکر کیا ہے۔

(الشرح المهذب ج۱ ص۲۳٤، ادارة الطباعة المنيرية مصر، المواهب اللدنية ج۲ ص۳۱۸، زرقاني على المواهب ج٤ ص۲۳۳ المطبعة الأزهرية مصر ۱۳۲٦ھ)

حدیث نمبر ٦ اس طرح کا ایک واقعہ مولا علی رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ويروى عن علي أنه شرب دم رسول الله صلى الله عليه وسلم.

''مولیٰ علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی نبی ﷺ کا خونِ مبارک نوش کیا تھا''۔

(تلخيص الحبير ج۱ ص۳۱ وطبع محقق ج ۱ ص ۱٦۸)

یہ روایت علامہ حلبی، علامہ عینی اور علامہ شُمُنی نے بھی ذکر کی ہے۔

(أنسان العيون ج۲ ص۵۱٦ عمدة القاري ج۳ ص ۳۵، ادارة الطباعة المنيرية، حاشية الشفاء للشُمُنِي ج۱ ص٦٤ ،دار الكتب العلمية بيروت)

شُربِ دم کی احادیث پر تھانوی صاحب کا تبصرہ

اس باب کے آخر میں ہم مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک تبصرہ نقل کر رہے ہیں۔ تھانوی صاحب کفار کے ایک اعتراض (کہ رسول اللہ ﷺ کا اشاعتِ اسلام سے مقصود اپنی تعظیم تھا) کے جواب

میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا مقصود اشاعتِ اسلام سے اپنی تعظیم کرانا (نہ) تھا کیونکہ جو شخص بڑا بننا چاہتا ہے، وہ تو خود اس کی کوشش کرتا ہے کہ لوگ میرے سامنے جھکیں، مگر حضور (ﷺ) کی یہ حالت ہے کہ لوگ از خود آپ کو سجدہ کرنا چاہتے تھے اور آپ نے ان کو اس سے منع کیا، اور صرف منع ہی نہیں کیا بلکہ اپنا فانی ہونا ان پر ظاہر کر دیا۔ مگر پھر بھی بعض جہلاءِ کفر کا حضور ﷺ پر یہ اعتراض ہے کہ آپ نعوذ باللہ بڑا بننا چاہتے تھے۔ اور دلیل میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ حضور (ﷺ) نے حج کے موقع پر ایک صحابی کو اپنے موئے (بال) مبارک دیئے تھے کہ مسلمانوں میں ان کو تقسیم کر دو۔ اس پر وہ جاہل لکھتا ہے کہ دیکھئے حضور (ﷺ) نے اپنے بال اس لیے تقسیم کرائے تا کہ لوگ ان کو تبرک سمجھ کر تعظیم کریں۔ تو گویا آپ نے بڑا بننا چاہا۔ اَستَغفِرُ اللّٰہَ۔ یہ آجکل کی فہم و عقل ہے۔ افسوس اس شخص کو عبادت و محبت کے مقتضٰی میں بھی فرق معلوم نہیں۔

واقعی کفار کو محبت و عشق کا چرکا نہیں لگا۔ اسی واسطے وہ ایسے واقعات کی حقیقت نہیں سمجھتے۔ جی تو یہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں کو جواب بھی نہ دیا جائے اور یہ کہہ دیا جائے۔

با مدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی
بگذار تا بمیرد در رنج و خود پرستی

(ڈینگیں مارنے والے اور لاف زنی کرنے والے کو عشق اور مستی کے رازوں سے آگاہ نہ کرو، اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دو تا کہ وہ رنج اور خود پرستی کی حالت میں مر جائے۔ فیضی)

مگر تبرعاً میں اس کا جواب دیتا ہوں تا کہ کسی مسلمان کو اگر اس اعتراض سے شبہ پڑ گیا ہو تو وہ اس جواب سے تسلی حاصل کر سکے۔ بات یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضور ﷺ نے بال کن لوگوں میں تقسیم کرائے تھے۔ آپ نے ان لوگوں

میں اپنے بال تقسیم کرائے تھے، جن کی محبت کی یہ حالت تھی کہ جب آپ وضو کرتے تھے تو وضو (کے پانی) کا ایک قطرہ زمین پر نہ گرنے دیتے تھے۔ بلکہ آپ کا تھوک اور سارا وضو کا پانی اپنے ہاتھوں میں لیتے تھے، منہ کو ملتے، آنکھوں سے لگاتے تھے اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا تھا کہ سب سے پہلے آپ کے وضو کا پانی اور آپ کا تھوک میرے ہاتھوں میں آئے۔ چنانچہ اس کوشش میں ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا اور ان کی محبت کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضور ﷺ نے پچھنے لگوائے اور اس کا خون ایک صحابی کو دیا کہ اس کو کسی جگہ احتیاط سے دفن کر دو۔ صحابی کی محبت نے گوارا نہ کیا کہ حضور ﷺ کا خون زمین میں دفن کیا جائے۔ انہوں نے الگ جا کر اسے خود پی لیا۔ اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نعوذ باللہ صحابی بہت ہی بے حس تھے کہ ان کو تھوک ملتے ہوئے اور خون پیتے ہوئے گھن نہ آتی تھی۔ بات یہ ہے کہ ان اُمور کا تعلق عشق و محبت سے ہے اور اس کی حقیقت عاشق ہی سمجھ سکتا ہے، جس کا مذاق (ذوق) یہ ہوتا ہے۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم

گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندہم

(میری غیرت تو یہ چاہتی ہے کہ تیرا چہرہ بھی کسی کو نہ دیکھنے دوں، بلکہ کسی کان تک تیری آواز بھی نہ پہنچنے دوں۔ فیضی)

صاحبو اگر آپ کو بھی کسی سے عشق ہوا ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عاشق بعض دفعہ محبوب کی زبان اپنے منہ میں لے کر چوستا ہے۔ اور عشاق لعاب دہن محبوب کی مدح میں دفتر کے دفتر اشعار میں لکھ گئے ہیں تو کیا یہ بے حس ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اگر یہ بے حس ہیں تو یوں سمجھئے کہ ساری دنیا بے حس ہے۔ کیونکہ محبت میں ہر شخص یہی کرتا ہے۔ کوئی عاشق اس سے بچا ہوا نہیں۔ اسی طرح اگر کسی کے محبوب کے بدن میں خون بہنے لگے تو عشاق اس جگہ منہ لگا کر خون چوستے ہیں تا کہ محبوب کو زخم کی تکلیف کا احساس نہ ہو یا کم

ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ محبوب کا خون چوسنا بھی گھن کی چیز نہیں۔ عاشق کو اس سے جو حظ ہوتا ہے اُس کے دل سے پوچھنا چاہیئے۔ پھر جب ادنیٰ ادنیٰ محبوب کا لعاب دہن اور خون گھن کی چیز نہیں تو حضور ﷺ کا تھوک اور پسینہ اور خون کیونکر گھن کی چیز ہو سکتا ہے، کیونکہ حضور (ﷺ) کی یہ حالت تھی کہ قدرتی طور پر آپ کا تمام بدن خوشبودار تھا۔ آپ کے پسینہ میں اس قدر خوشبو تھی کہ عطر کی خوشبو اس کے سامنے بے حقیقت چیز تھی۔ آپ کا لعاب دہن نہایت خوشبودار اور شیریں تھا اور یہی حال آپ کے خون کا تھا تو ایسی چیز سے کون شخص گھن کر سکتا ہے، مگر کفار کو ان اُمور کی کیا خبر''۔

(اشرف الجواب منتخب از خطبات ص ۳۶، ۳۷، ۳۸)

ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ، تھانوی صاحب کا یہ سارا تبصرہ عشقِ نبوی ﷺ سے لبریز نظر آتا ہے۔

اب تک رقم شدہ راقم اثیم کی اِس تحریر سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا پسینہ، تھوک، بلغم، سانس اور خون مبارک سب خوشبودار تھے۔ سو جب جسم نبوی ﷺ سے خارج ہونے والی یہ پانچ چیزیں (پسینہ، تھوک، بلغم، سانس اور خون مبارک) خوشبودار تھیں تو لامحالہ باقی فضلات یعنی بول [Urine] و براز [Stool] بھی خوشبودار ہوں گے، کیونکہ وہ بھی اسی نفیس، لطیف اور نورانی جسم سے خارج ہوتے تھے۔ چنانچہ ہم آئندہ سطور میں بولِ نبوی ﷺ کی خوشبو اور برکات پر گفتگو کر رہے ہیں۔

بول[Urine] مبارک کا بیان

جس طرح اَنفَس، (سب سے بڑھ کر نفیس) اَلطف (سب سے بڑھ کر لطیف) اور اَنوَر (سب سے بڑھ کر نورانی) ہونے کے باعث جسم نبوی ﷺ سے برآمد ہونے والی مذکورہ بالا پانچ چیزیں خوشبودار اور متبرک ہیں اسی طرح اس جسم اقدس سے برآمد ہونے والا بول [Urine] مبارک بھی خوشبودار اور متبرک ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے نبی ﷺ کا بول مبارک پی لیا اور انہیں احساس تک نہ ہوا۔ چنانچہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عن اُم أیمن رضي الله عنها قالت: قام النبي صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم من اللیل إلی فخارة من جانب البیت فبال فیها، فقمت من اللیل و أنا عطشی فشربت ما فی الفخارة و أنا لا أشعر، فلما أصبح النبي صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم، قال: یا أم أیمن قومي إلی تلک الفخارة فأهریقي ما فیها، قلت: قد و اللّٰہ شربت ما فیها، قال: فضحک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم حتی بدت نواجذه، ثم قال: أما إنک لا یفجع بطنک بعده أبداً.

''حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ رات کے وقت اُٹھے اور گھر کے کونہ میں رکھے ہوئے ایک پیالہ میں پیشاب کیا۔ رات کو میری آنکھ کھلی اور مجھے پیاس لگی تھی تو جو کچھ اس پیالہ میں تھا میں نے اُسے پی لیا اور میں نہ جان سکی (کہ وہ پیشاب ہے)۔ جب حضور ﷺ صبح کو اٹھے تو فرمایا: یا اُم ایمن اُٹھو! اور جو کچھ اس پیالہ میں ہے اسے گرادو۔ میں نے عرض کی: اللہ کی قسم جو کچھ اس پیالہ میں تھا میں نے اُسے پی لیا۔ فرمایا: اس پر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے، حتیٰ کہ آپ کی نواجذ (آخری ڈاڑھیں) مبارک نظر آنے لگیں۔ پھر فرمایا: بیشک تیرے پیٹ میں کبھی تکلیف نہ ہوگی''۔

(المستدرك ج ٤ ص ٧١، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١١ھ، وطبع آخر ج ٥

ص ۸۵،۸۶رقم۶۹۹۶)

امام حاکم کے علاوہ یہ حدیث امام طبرانی، امام ابونعیم، امام ابوسعد الخرکوشی نیشاپوری، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن اثیر جذری، علامہ شمس الدین ذہبی، حافظ ابن کثیر، امام بوصیری، حافظ الہیثمی، امام خیضری، امام سیوطی، امام صالحی شامی، علامہ حلبی، قاضی عیاض، امام قسطلانی، علامہ علی القاری، علامہ علی متقی الہندی، علامہ زبیدی، علامہ عراقی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام نبہانی، اشرف علی تھانوی اور مقبل بن ھادی الوادعی نے بھی ذکر کی ہے۔

(المعجم الكبير للطبراني ج٢٥ ص٨٩، ٩٠ادارة القرآن و العلوم الاسلامية كراچي طبعة ثانية،وطبع جديد ج١٠ ص٤٤١رقم٢٠٧٤٠، حلية الأولياء لأبي نُعيم ج٢ ص ٦٧ مطبعة السعادة مصر الطبعة الأولىٰ١٣٥١ه،وطبع آخر ج٢ ص ٨٠رقم١٥٣٢، دلائل النبوة لأبي نُعيم ج٢ ص٤٤٤، معرفة الصحابة لأبي نعيم ج٥ ص٣٢٢، شرف المصطفىٰ لأبي سعد الخركوشي ج٢ ص ١١٢، الإصابة ج٤ ص٤٣٣ مطبعة السعادة مصر الطبعة الأولىٰ ١٣٢٨ه، وطبع آخر ج٨ص ٣٦٠، المطالب العالية ج٤ ص٢١، تلخيص الحبير ج١ ص٣١ الطباعة الفنية المتحدة القاهرة١٣٨٤ه،وطبع محقق ج١ ص ١٧١، أسد الغابة ج٥ ص٥٦٧ كتاب فروشي إسلاميه تهران١٣٧٧ و طبع آخر ج٧ص ٣٢٥، التلخيص بذيل المستدرك ج٤ ص ٦٣،٦٤، دار المعرفة بيروت، البداية والنهاية ج٥ ص٥٦٦ وج٧ ص٤٦، كنز العمال ج١١ ص ٤٧٨ مؤسسة الرسالة بيروت الطبعة الخامسة ١٤٠٥ه، إتحاف الخيرة المهرة ج٧ص٩٢، مجمع الزوائد ج٨ص٢٧٤، مؤسسة المعارف بيروت ١٤٠٦ه، اللفظ المكرم بخصائص النبي المعظم ﷺ ص ٣٦٥، الخصائص الكبرىٰ ج١ ص١٢٢ وج ٢ ص٤٤١، رفعُ شان الحبشان للسيوطي ص١٦٩، سبل الهدىٰ ج ١٠ ص ٤٥٥، أنسان العيون (سيرة حلبي) ج٢ ص ٥١٥، الشفاء ج ١ ص ٦٥، دار الكتب العلمية بيروت، وطبع آخر ج١ ص٥٩ وطبع آخر ج١ ص٩٠، المواهب اللدنية ج٢ ص ٣١٧، جمع الوسائل ج ٢ ص٣، إتحاف السادة المتقين ج٧ص

١١١ ،المطبعة الكلية الأزهرية مصر ،وطبع آخر ج٨ ص ٢٢٥ ، المغني بذيل إحياء علوم الدين ج ٢ ص ٣٩٧ ،دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٦ھ ،مدارج النبوة فارسي ج ١ ص ٣١ مطبوع نولكشور كانپور ١٨٩٤ء ،اشعة اللمعات ج١ ص ٢٠٧ ، أنوار المحمدية ص ٢١٩ ،جواهر البحار ج١ ص ٣٤٨ وج٢ ص ٣٦٢ ، حجة الله على العالمين ص ٦٨٨ ، وسائل الوصول ص ١٦٢ ،نشر الطيب ص ١٦٢ ،الصحيح المسند من دلائل النبوة ص ٢٦٠ مكتبة إبن تيمية قاهرة ،مصر ١٤٠٧ھ وطبع آخر ص ٢١٤)

امام حاکم اور نقادِ حدیث علامہ ذھبی نے اس حدیث کو نقل کر کے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، مگر حافظ ہیثمی نے لکھا ہے "و فيه أبو مالك النخعي و هو ضعيف" (اس کو امام طبرانی نے ذکر کیا ہے اور اس کے رواۃ (راویوں) میں ایک شخص ابو مالک نخعی ہے اور وہ ضعیف ہے)۔ اس پر "المطالب العالية" کے معلّق شیخ حبیب اللہ اعظمی دیوبندی لکھتے ہیں:

قلت: إسناد أبي يعلى ليس فيه أبو مالك.

"میں کہتا ہوں امام ابو یعلی کی سند میں ابو مالک نہیں ہے"۔

(تعليقات: المطالب العالية ج٤ ص ٢١)

لہٰذا یہ حدیث ہرگز ضعیف نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے دار قطنی کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کر کے کہا ہے کہ امام دار قطنی نے امام بخاری اور امام مسلم پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور انہوں نے اس کو اپنی اپنی صحیح میں درج نہیں کیا۔ نیز شارح صحیح مسلم امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(المجموع شرح المهذب للنووي ج١ ص ٢٣٤ ادارة الطباعة المنيرية مصر)

نیز اوپر مقبل بن ھادی الوداعی کی کتاب کا حوالہ بھی آ چکا ہے، اور انہوں نے اپنی کتاب کے آغاز میں تصریح کی ہے کہ وہ فقط صحیح احادیث درج کریں گے۔ اسی لیے انہوں نے اپنی کتاب کا نام بھی "الصحيح المسند" رکھا ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک بھی یہ حدیث بلا شک وشبہ صحیح ہے۔

اُم ایمن کے "أَنَا لَا أَشْعُرُ" کہنے سے ایک اشکال

بعض کا قول ہے کہ اس حدیث سے طہارتِ فضلاتِ نبویہ کی دلیل اخذ کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "وَأَنَا لَا أَشْعُرُ" یعنی میں نے پیشاب پی لیا لیکن مجھے علم نہیں تھا کہ وہ پیشاب ہے۔ان لوگوں کو حدیث شریف کا یہ کلمہ تو نظر آ گیا مگر یہ نظر نہ آیا کہ جب انہوں نے پیشاب پی لیا تو حضور ﷺ نے اُن کو کیا فرمایا؟ اگر اُن مخصوص الفاظِ نبویہ میں غور کیا جاتا تو اعتراض کی نوبت ہی نہ آتی۔امام برھان الدین حلبیؒ نے وہ تمام الفاظ جمع فرمائے ہیں، ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے!

فضحک النبي ﷺ حتی بدت نواجذه، ثم قال: لایجفر بطنک بعده أبدًا، وفي روایة: لاتلج النار بطنک، وفي أخری: لاتشتکي بطنک.

"پس نبی کریم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی نواجذ (آخری ڈاڑھیں) مبارک ظاہر ہو گئیں۔ پھر فرمایا: اس کے بعد تجھے پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔ایک اور روایت میں ہے: تیرے پیٹ میں آگ داخل نہیں ہوگی، اور ایک روایت میں ہے: تجھے پیٹ کی شکایت نہیں ہوگی"۔

(أنسان العیون ج۲ ص۵۱۵)

علامہ خفاجی حنفی "لَنْ تَشْتَكِي" الفاظ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

أي لایصیب بطنک وجع بعد الیوم لبرکة مادخل في جوفها.

"یعنی اُس چیز کی برکت سے جو تمہارے پیٹ میں داخل ہوگئی آج کے بعد تمہارے پیٹ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی"۔

(نسیم الریاض ج۱ ص۳۶۰)

فکر اپنی اپنی اور فہم اپنی اپنی، معترض کی فکر و فہم یہ ہے کہ وہ "أنا لا أشعر" وغیرہ الفاظ سے ٹھوکر کھا گیا اور طہارتِ فضلات کی نفی کر دی، اور ائمہ اہلِ سنت کی فہم کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں، امام زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اُم ایمن کے قول کی تشریح میں لکھتے ہیں:

أنا لا أشعر أنه بول لطیب رائحته.

''اس کی پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے میں نہ جان سکی کہ وہ پیشاب ہے''۔

(زرقاني على المواهب ج٤ ص٢٣١ مطبعة أزهرية مصر ١٣٢٦ھ)

امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

(وأنا لا أعلم) لأنه لبيان طيبه وإنها لم تجد له ريحا وطعما كغيره فلا ينافي قولها أنه كان له قدح يضعه تحت سريره إلى آخره. فتأمل!

''أنا لا أعلم'' کے الفاظ حضور ﷺ کے بول مبارک کی خوشبو کے بیان کے لیے ہیں، کیونکہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ کے پیشاب مبارک میں ایسی کوئی بو اور ذائقہ نہ پایا جیسی بو اور ذائقہ دوسروں کے پیشاب کا ہوتا ہے۔ پس یہ اس قول کے منافی نہیں کہ حضور ﷺ کا ایک پیالہ تھا اور اس کو چارپائی کے نیچے رکھتے تھے۔ الخ، پس تم غور کرو!''۔

(نسيم الرياض في شرح الشفاء للقاضي عياض ج١ ص٣٦٢)

علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اِدھر تو یہی خاتون خود فرما رہی ہیں کہ حضور ﷺ ایک پیالہ میں پیشاب فرماتے تھے اور اس کو چارپائی کے نیچے رکھ دیتے تھے، پھر وہ اسی پیالہ کو اُٹھا کر پی گئیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ ''أنا لا أعلم'' میں نے نہ جانا۔ امام خفاجی فرماتے ہیں: ان کا ''لا أعلم'' کہنا پیشاب کو جاننے کی نفی کے لیے نہیں بلکہ پیشاب کی بدبو کی نفی کے لیے ہے۔ یعنی پیشاب اتنا خوشبودار تھا کہ میں نے نہ جانا کہ وہ پیشاب ہے۔ اسی بات کو سمجھنے کے لیے امام خفاجی نے آخر میں لکھا ہے: ''فَتَأَمَّلْ'' (پس آپ غور فرمائیں!)

لیکن یہ تقریر اس صورت پر درست ہوگی کہ حدیث اُم ایمن اور درج ذیل حدیث شریف کو ایک ہی واقعہ پر محمول کیا جائے۔ جیسا کہ علامہ برہان الدین حلبی نے سمجھا ہے اور یہ تحقیق کے خلاف ہے۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ اب آپ اس حدیث شریف کو غور سے پڑھیں۔ امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ

عن حكيمة بنت أميمة بنت رقيقة (عن أمها أنها) قالت كان النبي ﷺ يبول في

قدح عيدان ثم يرفع (يضع) تحت سريره فبال فيها ثم جاء فأراده فاذاالقدح ليس فيه شيء فقال لإمرأة يقال لهابركة كانت تخدم أم حبيبة جاءت(معها) من أرض الحبشة، أين البول الذي كان فى القدح؟ قالت شربته،فقال:لقداحتظرت من النار بحظار.

''حضرت حکیمہ بنت امیمہ اپنی ماں امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ لکڑی کے ایک پیالہ میں پیشاب کرتے تھے۔ پھر اسے چارپائی کے نیچے رکھ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اس میں پیشاب کیا، پھر آکر دیکھا تو پیالہ میں کچھ نہ تھا۔ آپ نے ایک برکتہ نامی خاتون ''جو کہ حضرت اُم حبیبہ کی خادمہ تھی اور حبشہ سے اُن کے ساتھ آئی تھی'' سے پوچھا: وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟ اس نے عرض کی: میں نے اسے پی لیا۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو آگ سے محفوظ کرلیا''۔

(المعجم الكبيرج٢٤ ص١٨٩،وطبع جديد ج١٠ ص٢٤٨، ٢٤٩رقم ١٩٩٤٨)

بعض احادیث میں ہے کہ جب اُس خاتون نے عرض کیا کہ میں نے وہ پی لیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

صحّةياأم يوسف،وكانت تكني أم يوسف، فمامرضتُ قط حتى ماتتُ.

''اے اُم یوسف! اُم یوسف اس کی کنیت تھی، تو نے صحت حاصل کرلی۔ پھر وہ تاحیات کبھی بھی بیمار نہ ہوئیں''۔

یہ حدیث امام طبرانی اور امام عبدالرزاق کے علاوہ امام بیہقی، امام ابن ابی عاصم، امام ابونعیم، قاضی عیاض، علامہ ابن اثیر، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن عبدالبر مالکی، حافظ ابن کثیر، امام سیوطی، ملاعلی القاری، علامہ خفاجی حنفی، حافظ ہیثمی، علامہ حلبی، امام قسطلانی، امام صالحی شامی، امام زرقانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام نبہانی، اشرف علی تھانوی، مولانا عنایت احمد کاکوروی، شیخ عبداللہ التلیدی، مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور مولانا زکریا سہارنپوری نے بھی لکھی ہے۔

(السنن الكبرىٰ للبيهقي ج٧ص ٦٧،دارالمعرفة بيروت،وطبع آخرج٧ص ١٠٦ رقم

١٣٤٠٦، الأحادو المثاني لإبن أبي عاصم ج٦ ص ١٢١ رقم ٣٣٤٢، معرفة الصحابة لأبي نعيم ج٥ ص ١٨٩، الشفاء ج١ ص ٦٥، دار الكتب العلمية بيروت، أسد الغابة ج ٥ ص ٤٠٣، ٤٠٨، كتاب فروشي اسلامية تهران ١٣٧٧ھ، وطبع آخر ج٧ ص ٣١، تلخيص الحبير ج١ ص ٣١، ٣٢، وطبع محقق ج١ ص ١٧١، الإصابة ج٤ ص ٢٥٠ مطبعة السعادة مصر الطبعة الأولىٰ ١٣٢٨ھ، وطبع آخر ج٨ ص ٤٧، الإستيعاب على هامش الإصابة ج٤ ص ٢٥١، مطبعة السعادة مصر الطبعة الأولىٰ ١٣٢٨ھ، وطبع آخر ج٤ ص ٣٥٧، البداية والنهاية ج٥ ص ٤٦٥، الفصول في سيرة الرسول لإبن كثير ص ٣٠٦، الخصائص الكبرىٰ ج ١ ص ١٢٢ وج٢ ص ٤٤١، حاشية النسائي ج١ ص ١٤، اصح المطابع كراچی، وطبع آخر ج١ ص ٣٥ رقم ٣٢، جمع الوسائل ج٢ ص ٢، ٣ أصح المطابع كراچی، وشرح الشفاء لعلي القاري ج١ ص ١٦٣، ١٦٤، نسيم الرياض ج١ ص ٣٦٣ وشرح الشفاء للقاري على هامش النسيم ج١ ص ٣٦٣، مجمع الزوائد ج٨ ص ٢٧٣، ٢٧٤، مؤسسة المعارف بيروت ١٤٠٦ھ، أنسان العيون ج٢ ص ٥١٥، المواهب اللدنية ج ٢ ص ٣١٧، سبل الهدى ج ١٠ ص ٤٥٥، زرقاني على المواهب ج٤ ص ٢٣٢، ٢٣٣ المطبعة الأزهرية مصر ١٣٢٦ھ، وطبع آخر ج ٥ ص ٥٤٩، مدارج النبوة فارسي ج١ ص ٣١، حجة الله على العالمين ص ٦٨٨، جواهر البحار ج ١ ص ٣٤٨، نشر الطيب في ذكر النبي الحبيب ص ١٦٢، تواريخ حبيب اله ص ١٦٠ ملك دين محمد اينڈسنز كشميری بازار، لاهور مئی ١٩٣٩ء، تهذيب الخصائص النبوية الكبرىٰ ص ٦٢، تعليقات بذل المجهود ج١ ص ٦٦، حياة الصحابة للكاندهلوي ج٢ ص ٣٥٠، ٣٥١)

حافظ ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کوامام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں ماسوا عبداللہ بن احمد اور حکیمۃ کے اور وہ دونوں ثقہ ہیں''۔

(مجمع الزوائد ج٨ ص ٤٨٤ رقم ١٤٠١٤)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ابن دحیہ کے حوالہ سے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام سیوطی نے بھی فرمایا ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔

(رفع شان الحبشان للسيوطي ص ١٧٤، ١٧٥)

امام نووی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں "حديث شرب المرءة البول صحيح" (عورت کے پیشاب پینے کے واقعہ والی حدیث صحیح ہے)۔

(شرح المهذب ج١ ص ٢٣٤، ادارة الطباعة المنيرية، مصر)

یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس خاتون نے عمداً نبی اکرم ﷺ کا پیشاب مبارک پیا تھا۔ کیونکہ اس حدیث کے الفاظ ہیں "كان يبول في قدح عيدان" مضارع پرلفظ "كَانَ" لگایا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ (کھجور کی لکڑی کے پیالہ میں پیشاب کرتے تھے) یعنی یہ حضور ﷺ کا معمول تھا اور کسی شخص کے معمول کو گھر کے تمام افراد جانتے ہیں جبکہ حضور ﷺ محض فرد نہیں بلکہ گھر کے سربراہ تھے اور یہ خاتون گھر کے افراد میں شامل تھی۔ اگر یہ عورت اجنبی ہوتی تو کہا جاتا کہ کسی اجنبی عورت سے ایسا ہو گیا مگر ایسا نہیں کہا گیا بلکہ اس کا نام بتایا گیا ہے۔

پھر یہ بھی غور طلب بات ہے کہ حضور ﷺ نے کتنا صاف اور واضح الفاظ میں اس سے استفسار فرمایا "أين البول الذي كان في القدح؟" (وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟) اس خاتون سے غلطی ہوئی ہوتی تو معذرت کرتی، شرم کے مارے سر جھکا لیتی اور کچھ بول نہ سکتی۔ لیکن اس نے تو صاف لفظوں میں عرض کی "شَرِبْتُهُ" (میں اسے پی گئی)۔ "لَا أعلم" اور "لا أشعر" کے الفاظ نہیں کہے اور حضور ﷺ نے اس کا جواب سن کر اسے زجر و توبیخ نہیں کی اور نہ ہی بطور فہمائش کوئی اور کلمہ فرمایا بلکہ آپ نے فوراً بشارت سُنائی "لقد احتظرت من النار بحظار" (یقیناً تو آگ سے محفوظ ہوگئی) یا یہ فرمایا: "صحة يا أم يوسف!" (اے اُم یوسف! تو نے تندرستی حاصل کر لی) کیا پیشاب پینے والے کو بھی خوشخبری دی جاتی ہے؟

ذرا مزید تأمل اور غور کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت اُم ایمن نے بھی قصداً ایسا کیا ہے۔ کیونکہ وہ حضور ﷺ کی خادمہ خاص ہیں، وہ آپ کو آپ کے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے وراثتاً ملی تھیں، آپ کی

ولادتِ باسعادت بھی ان کی موجودگی میں ہوئی اور انہیں حضور ﷺ کی ''حاضنة'' (گود میں لینے والی) کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ وہ آپ کی ولادت باسعادت سے لیکر آخر تک آپ کے ساتھ رہیں۔ لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ آپ کے معمولات سے بے خبر ہوں۔ رہا یہ کہ انہوں نے کہا ''أَنَا لَا أَشْعُرُ'' (مجھے معلوم نہیں ہوا)۔ تو اس کا مطلب وہی ہے جو امام زرقانی اور امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہما نے بیان فرمایا کہ بول مبارک کی پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے اُنہیں شعور واحساس نہ ہوا کہ وہ پیشاب ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سُنّتِ تقریری

صحیح سند کے ساتھ یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ حضور ﷺ نے خون یا پیشاب پینے والوں میں سے کسی کو زجر وتوبیخ کی ہو، روکا ہو، منہ دھونے یا کلی کرنے کا حکم دیا ہو، یا کہا ہو کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، بلکہ آپ نے ان کے عمل کو مقرر رکھا، اور اللہ کا نبی کسی شخص کو اُس کے عمل پر روکے ٹوکے نہیں تو اسے سنتِ تقریری کہا جاتا ہے۔ چنانچہ علماءِ کرام لفظ ''السنة'' کی تشریح میں لکھتے ہیں:

المضافة إلى النبي ﷺ قولاً له أو فعلاً له أو تقريراً له.

''نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب قول یا فعل یا تقریر (سکوت وعدمِ ممانعت) کو سنت کہتے ہیں''۔

(فتح المغيث شرح ألفية الحديث ج۱ ص ۲۵، شرح التلويح على التوضيح ج۲ ص ۳)

اسی طرح جب لفظِ حدیث مطلقاً استعمال ہو تو وہ بھی تمام سنتوں کو شامل ہوتا ہے، چنانچہ امام سخاوی اور ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

والحديث لغةً: ضد القديم، واصطلاحاً ما أضيف إلى النبي ﷺ قولاً له، أو فعلاً له، أو تقريراً أو صفة حتى الحركات والسكنات في اليقظة والمنام.

''لغوی طور پر حدیث قدیم کی ضد کو کہتے ہیں اور محدثین کرام کی زبان میں جو بات نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کی جائے خواہ وہ آپ کا قول ہو یا فعل، تقریر ہو یا صفت حتی کہ بیداری اور نیند کی حالت کی تمام حرکات وسکنات کو حدیث کہا جاتا ہے''۔

(فتح المغيث ج۱ ص ۲۱، شرحُ شرحِ نخبة الفكر ص ۱۵۳، علم زوائد الحديث، لعلّوش ص ۳۰)

امام علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شُمُنِّي سے سنت کی تعریف میں فقط حضور ﷺ کے قول اور فعل کو ذکر کیا تو اس پر امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بطورِ وضاحت لکھا:

ينبغي زيادة ((أو تقريره)) إلا أنه داخل في الفعل لأنه عدم النهي عما يقع بين يديه عليه الصلاة والسلام ،يعني أنه كف ،والكف فعل من أفعال النفس .

''أو تقريره'' کا اضافہ کرنا چاہیئے تھا، مگر یہ کہ وہ فعل میں داخل ہو، اس لیے کہ حضور ﷺ کے روبرو واقع ہونے کے باوجود آپ کا نہ روکنا افعالِ نفس میں سے ایک فعل ہے''۔

(ردالمحتار لإبن عابدين الشامي ج ١ ص ١٩٨)

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اُس سے ممانعت نہ فرمائیں تو وہ عمل آپ کی سُنتِ تقریری کہلاتا ہے، لہٰذا باخبر علماء کرام کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے! وہ فرماتے ہیں:

ولم يأمُرْ واحدًا منهم بغسل فمه ولا نهاه عن عودة.

''اور حضور ﷺ نے ان میں سے کسی کو منہ دھونے کا حکم فرمایا اور نہ آئندہ ایسا کرنے سے روکا''۔

(الشفاء ج ١ ص ٦٥، زرقاني على المواهب ج ٤ ص ٢٣٣، أنسان العيون [سيرة حلبي] ج ٢ ص ٥١٥، جواهر البحار ج ١ ص ١٧، وسائل الوصول للنبهاني ص ١٦٢، منتهى السول للّحُجي ج ٣ ص ١٣٨)

اس عدمِ ممانعت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ ایک یہ کہ نگاہِ نبوت میں یہ ایک جائز عمل تھا،

۲۔ دوسری یہ کہ حضور ﷺ کے بول و براز اور تمام فضلات طاہر ہیں، اگر غیر طاہر ہوتے تو انہیں پینا حرام ہوتا اور پینے کے بعد منہ وغیرہ دھونا واجب ہوتا۔

امام خفاجی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولو كان نجسا حرم تناوله ووجب تطهير محله.

''اگر آپ ﷺ کا بول (وغیرہ) نجس ہوتا تو اس کا استعمال کرنا حرام ہوتا اور اس جگہ (یعنی منہ) کا

دھونا واجب ہوتا''۔

(نسیم الریاض ج۱ ص ۳۶۱)

کیا استعمالِ فضلاتِ نبوی کی ممانعت ثابت ہے؟

بعض کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فضلات شریفہ طاہر نہیں تھے کیونکہ آپ نے آئندہ ایسا کرنے سے منع فرما دیا تھا، لیکن یہ ممانعت ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ برھان الدین حلبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ولم ينقل أنه ﷺ أمر هذا الذي إمتص دمه بغسل فمه ولا أنه غسل فمه من ذلک، کما لم ينقل أنه أمر حاضنته أم أيمن برکة الحبشية رضي الله عنها بغسل فمها ولا هي غسلته من ذلک لما شربت بوله ﷺ.

''اور یہ منقول نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے اس شخص کو منہ دھونے کا حکم کیا ہو جس نے آپ کا خون مقدس پیا تھا یا ازخود اس نے اپنا منہ دھویا ہو، جیسا کہ یہ بھی منقول نہیں ہے کہ آپ نے اپنی حاضنۃ (گود میں اُٹھانے والی) برکۃ حبشیہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو منہ دھونے کا حکم دیا ہو، یا انہوں نے ازخود اپنا منہ دھویا ہو، کیونکہ انہوں نے آپ کا بول مبارک پیا تھا''۔

(أنسان العيون [السيرة الحلبية] ج۲ ص ۵۱۵)

نیز امام حلبی لکھتے ہیں:

''اور وہ جو ''الإستيعاب'' میں آیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص سالم حجام نے آپ کا خون مبارک پیا تھا تو آپ نے اسے فرمایا تھا: کیا تم نہیں جانتے کہ خون حرام ہوتا ہے، یعنی اس کا پینا صحیح نہیں۔ اس پر بعض علماء کرام نے فرمایا ہے: اس حدیث کی کوئی سند نہیں ہے اور یہ مذکور الصدر احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی''۔

(السيرة الحلبية ج۲ ص ۵۱۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام حیضری فرماتے ہیں:

''اس حدیث کے رواۃ (راویوں) میں ایک شخص ابوالحجاف ہے، اوراس میں قیل وقال ہے''۔

(تلخيص الحبير ج١ ص ٣٠، وطبع آخر ج١ ص ١٦٩، اللفظ المكرم بخصائص النبي المعظم ﷺ ص ٣٦٤)

شربِ بول کا واقعہ کتنی مرتبہ ہوا؟

یاد رکھنا چاہیۓ کہ مذکورہ بالا دو حدیثوں میں مذکورہ دو قصّے الگ الگ دو خواتین کے ہیں۔ بعض علماء کرام نے ان دونوں قصّوں کو ایک ہی خاتون کا واقعہ سمجھا ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ دراصل یہ مغالطہ اس لیے پیدا ہوا کہ جن دو خواتین نے بول مبارک پیا ہے، وہ آپس میں نام شریک ہیں، دونوں کا نام برکۃ ہے مگر ان میں فرق کرنا مشکل نہیں، اس لیے کہ ان کی کنیت الگ الگ ہے۔ ایک کی کنیت اُم ایمن ہے اور دوسری کی اُم یوسف، اور اُم یوسف ہی برکۃ حبشیہ ہیں نہ کہ اُم ایمن۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے دو ہجرتیں کی ہیں، ایک مدینہ کی طرف اور ایک حبشہ کی طرف، اس لیے وہی برکۃ حبشیہ ہیں مگر یہ دلیل غلط ہے، کیونکہ اُم ایمن نے حبشہ کی طرف ہجرت نہیں کی۔

امام زرقانی لکھتے ہیں:

''اُم ایمن اور ان کا خاوند حضرت زید رضی اللہ عنہما دونوں حضور ﷺ کے غلام ہیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت نہیں کی (تو ان کی زوجہ نے تن تنہا کس طرح ہجرت کر لی) بلکہ نبی اکرم ﷺ کے کسی غلام نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت نہیں کی۔ امام زرقانی فرماتے ہیں: جب تم نے یہ بات سمجھ لی تو تم پر ظاہر ہو گیا کہ برکۃ حبشیہ اُم ایمن کے علاوہ دوسری عورت ہے''۔

(ملخصاً زرقاني على المواهب ج٤ ص ٢٣٣، المطبعة الأزهرية، مصر الطبعة الأولىٰ ١٣٢٦ھ، وطبع آخر ج٥ ص ٥٥٠، ٥٥١)

حافظ ابن دحیہ، شیخ الاسلام بلقینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہم کی تحقیق بھی یہی ہے، اور یہی حق ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچ

گئے تو کچھ عرصہ بعد اپنی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فیملی کو مکہ سے مدینہ میں منگوایا اور ہم اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ مقدسہ میں پہنچے۔ اس قافلہ میں حضرت زید اور اُمِ ایمن رضی اللہ عنہما بھی تھے"۔

(ملخصًا المستدرك ج ٤ ص ٥، ٦ دار الكتب العلمية، بيروت ١٤١١ھ)

اگر حضرت اُمِ ایمن نے ہجرتِ حبشہ کی ہوتی تو اس وقت وہ مکۃ المکرّمۃ موجود نہ ہوتیں۔ کیونکہ جن لوگوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ حبشہ سے ہی مدینہ چلے گئے تھے۔ لہٰذا اُمِ ایمن برکۃ حبشیہ نہیں بلکہ برکۃ حبشیہ اُمِ یوسف ہے۔ امام سیوطی، ملا علی قاری اور علامہ خفاجی حنفی وغیرہم نے بھی لکھا ہے کہ یہ دو قصّے دو عورتوں کے ہیں۔ برکۃ اُمِ یوسف اور ہے اور برکۃ اُمِ ایمن اور۔

پیالہ میں پیشاب کرنے کی وجہ؟

اس سلسلے میں امام زرقانی مالکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"اس لیے کہ آپ رات کو گھر سے باہر نکلنا بہتر نہیں سمجھتے تھے۔ نیز وہ جگہ آپ کے نوافل پڑھنے کے لیے تھی اور وہاں ملائکہ کی حاضری اور وحی کا نزول ہوتا تھا۔ پس یہ درست نہیں تھا کہ اس جگہ کے ظاہر و باطن کو فضلات میں سے کوئی چیز مس کرے، اور زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ آپ ﷺ ربّ العٰلمین کی عبادت کی عظمت اور ادب کے پیشِ نظر ایسا کرتے تھے اور اس پیشاب کو زیادہ دیر تک وہاں نہیں رہنے دیتے تھے"۔

(شرح الزرقاني على المواهب ج٥ ص٥٤٩)

شیخ الحدیث زکریا سہارنپوری لکھتے ہیں کہ علامہ ابن رسلان نے کہا:

وفيه دليل على أن السرير لو يفرش على النجس تصح الصلوٰة.

"اس حدیث میں دلیل ہے کہ اگر چارپائی نجاست پر بچھائی گئی ہو تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے"۔

شیخ زکریا اس دلیل کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: لكن فضلاته صلى الله عليه وسلم طاهر، فكيف الإستدلال؟

"میں کہتا ہوں: نبی ﷺ کے تمام فضلات شریفہ طاہر ہیں، پھر یہ استدلال کیسا؟"

شیخ زکریا خود ہی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

و الجواب عليه الصلوٰة والسلام كان يعامل مع نفسه في هذه الأمور كمعاملة أحادالأمةلأجل التعليم.

''اور اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ ایسے امور میں نبی اکرم ﷺ اُمت کی تعلیم کے پیش نظر اپنی ذات سے اس طرح کا معاملہ کرتے تھے جس طرح ایک عام امتی کا معاملہ ہوتا ہے''۔

(تعليقات: بذل المجهود ج١ ص٦٦، دار اللواء للنشر والتوزيع الرياض)

نبی اکرم ﷺ کی کرم گستریوں پر قربان، کس قدر اُمت پر شفقت و رأفت ہے کہ ہر عمل کے وقت امت کی سہولت مدنظر رہی، جی چاہتا ہے کہ یوں عرض کروں ؎

ہم غریبوں کے آقا پہ بیحد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ وَ کَاشِفِ الْغُمَّةِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

براز [Stool] مبارک کی خوشبو

اس باب میں سب سے پہلے وہ حدیث نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس کی سند کے بعض راویوں پر کلام ہے تا کہ اس پر بحث کے ضمن میں اس کے دیگر طرق زیر بحث آجائیں اور یہ مسئلہ مدلل طور پر ثابت ہو جائے۔امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

إذادخل الغائط دخلتُ في إثره فلا أرى شياءً إلاأني كنت أشم رائحة الطيب، فذكرت ذلک له،فقال:ياعائشة أماعلمت أن أجسادنا تنبت علىٰ أرواح أهل الجنة فماخرج منهامن شيء إبتلعته الأرض.

''نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لیجاتے اور آپ کے بعد میں جا کر دیکھتی تو مجھے وہاں کچھ نظر نہ آتا مگر میں ایک پاکیزہ خوشبو سونگھتی۔یہ بات میں نے آپ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا:اے عائشہ! کیاتم نہیں جانتیں کہ ہمارے اجسام اہل جنت کی روحوں کی مانند ہیں؟ پس اُن سے جو خارج ہوتا ہے زمین اُسے نگل جاتی ہے''۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج٦ ص ٧٠)

ذکر براز پر مشتمل حدیث کی سند پر کلام

امام بیہقی کے علاوہ یہ حدیث امام ابنِ جوزی،خطیب بغدادی،امام سیوطی،امام قسطلانی،علامہ علی متقی الهندی،امام نبہانی اور علامہ محمد یوسف بنوری دیوبندی نے بھی نقل کی ہے۔

(الوفا ج٢ ص ٤٨٨، تاريخ بغداد ج٨ ص ٦٢، الخصائص الكبرىٰ ج١ ص ١٢٠، المواهب اللدنية ج٢ ص ٣١٥، كنز العمال ج١١ ص ٤٧٧، حجة الله على العلمين ص ٤٩٠، معارف

السنن ج ۱ ص ۹۷)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے رواۃ (راویوں) میں ایک شخص حسین بن علوان ہے اور وہ جھوٹا ہے، اس لیے یہ حدیث موضوع ہے۔

اس حدیث کے دیگر متعدد طرق

دوسرے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی امام بیہقی کے اس قول کو تسلیم کیا ہے مگر کہا ہے کہ یہ حدیث ابن علوان کی سند کے علاوہ دوسری سندوں بھی مروی ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی اور امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

لكن للحديث طرق غير طريق ابن علوان فلا ينبغي دعوىٰ وضعه مع وجودها.

''لیکن یہ حدیث ابن علوان کے طریقہ کے علاوہ بھی متعدد طرق (سندوں) سے مروی ہے، لہٰذا اُن طرق (سندوں) کی موجودگی میں اس حدیث کے موضوع ہونے کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے''۔

(المواهب اللدنية ج ۲ ص ۳۲۵، زرقاني على المواهب ج ٤ ص ۲۲۹ وطبع آخر ج ٥ ص ٥٤٣، ٥٤٤)

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

إن الحكم عليه بالوضع خاص بتلك الطريق دون بقية الطرق أو على أنه لم يطلع على تلك الطرق وهذا أظهر.

''اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم خصوصاً اسی طریق (سند) کی وجہ سے ہے باقی تمام طرق (سندیں) اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، یا امام بیہقی کو اُن طرق پر اطلاع نہیں ہوئی اور یہی زیادہ ظاہر ہے''۔

(جمع الوسائل في شرح الشمائل ج ۲ ص ۲)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بلکہ قولِ معین ہی یہی ہے کہ امام بیہقی کو دوسرے طرق پر اطلاع نہیں ہوئی۔

(شرح الزرقاني على المواهب ج ٥ ص ٥٤٤)

علامہ محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں:

وقدروي هذا من عدةطرق عندابن سعد والبيهقي وأبي نعيم والدارقطني في الأفرادوالحاكم في المستدرك والحكيم الترمذي مرسلاً وغيرها وأقوى طرقهاطريق الدارقطني وسنده ثابت كما قاله (إبن)دحية.

''یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، اس کو ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ دار قطنی نے ''كتاب الأفراد'' میں، امام حاکم نے المستدرک میں اور حکیم ترمذی نے مرسلاً روایت کیا ہے اور سب سے قوی ترین سند امام دار قطنی کی ہے اور وہ سند ثابت ہے جیسا کہ امام ابنِ دحیہ نے کہا ہے''۔

(معارف السنن ج ۱ ص ۹۷، ۹۸)

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قلت: كلا ليس كماقال ''میں کہتا ہوں جیسا امام بیہقی نے کہا ہے ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اس حدیث کی اور بھی کئی سندیں موجود ہیں۔ پھر آپ نے اس کی اور چھ سندیں ذکر کی ہیں۔ ہم اپنے قارئین کرام کی خدمت میں وہ چھ اور اُن کے علاوہ چند دوسری حدیثیں بھی پیش کر رہے ہیں۔

اس حدیث کی دوسری سند

امام ابن سعد حضرت اُم سعد سے روایت کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ:

تأتي الخلاء فلايرى منك شيء من الأذى، فقال: أوَماعلمتِ ياعائشة أن الأرض تبتلع مايخرج من الأنبياء فلايرى منه شيء.

''آپ جائے ضرورت میں تشریف لیجاتے ہیں تو (وہاں) آپ کی کوئی ناپسندیدہ چیز نظر نہیں آتی؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو کچھ خارج ہوتا ہے زمین

اُسے نگل جاتی ہے تو کچھ نظر نہیں آتا"۔

(الطبقات الکبری لإبن سعد ج١ ص٨١، دلائل النبوة لأبي نُعَيم ج٢ ص ٤٤٣، ٤٤٤، تاریخ أصبهان لأبي نعيم ج١ ص ٢١١)

یہ حدیث امام دیلمی، امام سیوطی اور امام نبھانی نے بھی نقل کی ہے۔

(الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي ج١ ص ٥٣، ٥٤، الخصائص الکبری ج١ ص ١٢١، حجة الله على العالمين ص ٤٩٠)

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا: ہر چند کہ یہ حدیث مشہور نہیں لیکن علماء کی ایک جماعت نے اس سے فضلاتِ نبویہ کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔ اس پر امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابن دحية سنده ثابت وهو أقوى مافي هذا الباب، فلذا نفى المصنف عنه الشهرة دون الصحة فلاوجه للإعتراض عليه بأنه لايلزم من نفي الشهرة نفي الصحة.

"امام ابن دحیہ نے فرمایا: اس حدیث کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں بہت قوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف نے شہرت کی نفی کی ہے صحت کی نہیں۔ پس اس پر اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ شہرت کی نفی صحت کی نفی کو لازم نہیں"۔

(نسیم الریاض ج١ ص ٣٥٣)

اس حدیث کے باقی طرق

حدیث نمبر ۳ امام حاکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت لیلیٰ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ!

إنک تدخل الخلاء فإذا خرجتَ دخلتُ في إثرک فما أرى شياءً إلا إني أجد رائحة المسک، قال: إنا معاشر الأنبياء تنبت أجسادنا على أرواح أهل الجنة فما خرج منها من شيء إبتلعته الأرض.

"آپ بیت الخلاء تشریف لیجاتے ہیں پھر جب باہر آتے ہیں تو آپ کے بعد میں داخل ہوتی ہوں

تو میں وہاں کوئی چیز نہیں پاتی بجز مشک کی خوشبو کے۔آپ نے فرمایا: ہم انبیاء (علیہم السلام) ہیں ہمارے جسم اہلِ جنت کی روحوں کی مثل ہیں، جو کچھ اُن سے نکلتا ہے زمین اُسے نگل جاتی ہے"۔

(المستدرك للحاكم ج٤ ص٧١ وطبع آخر ج٥ ص٩٧ رقم ٧٠٣٣)

یہ حدیث علامہ ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ ابنِ اثیر جذری، امام سیوطی، علامہ علی متقی الہندی اور امام نبہانی نے بھی ذکر فرمائی ہے۔

(تلخيص المستدرك بذيله ج٤ ص٧٢، الإصابة ج٤ ص٤٠٣، أسد الغابة ج٧ ص٢٧٩، الخصائص الكبرىٰ ج١ ص١٢١، كنز العمال ج١١ ص٤٧٧، حجة الله على العلمين في معجزات سيد المرسلين ﷺ ص٤٩٠)

اس حدیث کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں کہ ہمارے اجسام اہلِ جنت کی روحوں کی مانند ہیں، یعنی ہمارے ابدان ایسے لطیف ہیں جیسے اہلِ جنت کی ارواح۔یہاں تھانوی صاحب کا کلام پیش کررہا ہوں جس سے اس حدیث کا یہ جملہ قریب الفہم ہوجائیگا۔تھانوی صاحب اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے (کہ اتنی تھوڑی سی دیر میں سفرِ معراج کس طرح طے ہوگیا) لکھتے ہیں:

تن او کہ صافی تر از جان ماست

اگر آمد او شد بیك دم رواست

"آنحضرت ﷺ کا بدن اطہر ہماری روح سے بھی زیادہ لطیف ہے، اگر ایک لمحہ میں بھی آپ کی آمدورفت ہو، جائز ہے"۔

یعنی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خیالِ انسانی ذرا سی دیر میں بہت دور پہنچ جاتا ہے۔چنانچہ آپ اسی وقت عرش کا تصور کیجئے تو ایک منٹ سے بھی کم میں عرش پر خیال پہنچ جائے گا۔خیال کی حرکت بہت سریع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خیال روح کی ایک قوت ہے اور روح نہایت لطیف چیز ہے۔وہ مادیات کی طرح کثیف نہیں۔اس لیے اس کی سیر میں کوئی حاجب و مانع نہیں ہوتا، تو مولانا نظامی فرماتے ہیں کہ

حضور ﷺ کا جسم اطہر زمین سے آسمان تک اور وہاں سے عرش ذرا سی دیر میں ہو آئے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

(اشرف الجواب ص ٤٣، ٤٤)

امید ہے کہ تھانوی صاحب کے کلام سے مذکورہ حدیث شریف سمجھ آ گئی ہوگی، تاہم تھانوی صاحب نے جو حضور ﷺ کے تنِ اطہر کو خیال سے تشبیہ دی ہے، وہ درست نہیں، کیونکہ مولانا نظامی کے شعر میں جان کا لفظ ہے، خیال کا نہیں اور لفظ جان کا معنی روح ہے خیال نہیں۔

(قائداللغات اردو ص ٤٠١)

یہ معنی حدیث کے الفاظ کے بھی خلاف ہے کیونکہ حدیث پاک میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو اہلِ جنت کی ارواح کی مانند کہا گیا ہے، خیال کی مانند نہیں۔ مزید یہ کہ خیال تو ہے ہی روح کا محتاج، اگر روح نہ ہو تو خیال کا وجود بھی ممکن نہیں۔ بہر حال اس سے یہ عقدہ کھل گیا کہ جس ذات پاک کا جسم جنتیوں کی روح سے بھی زیادہ لطیف ہو اس کے فضلات سوائے خوشبو کے اور کیا ہو سکتے ہیں؟

حدیث نمبر ۴ حافظ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ بیت الخلاء تشریف لیجاتے ہیں لیکن وہاں آپ کے فضلات کا کوئی اثر نہیں ہوتا، ماسوا ایک پاکیزہ اور عمدہ خوشبو کے۔ آپ نے فرمایا:

یاعائشة أما علمت أنا معاشر الأنبياء تنبت أجسامنا على أجساد أهل الجنة فما خرج منا من شيء إبتلعته الأرض.

اے عائشہ کیا تم نہیں جانتیں کہ ہم انبیاء کرام (علیہم السلام) کی جماعت ہیں، ہمارے اجسام اہل جنت کے جسموں کی مانند ہیں، لہٰذا ہم سے جو کچھ خارج ہوتا ہے زمین اسے نگل جاتی ہے''۔

(لسان المنیران ج٢ ص ٣٠٠)

الفاظ کے لحاظ سے یہ حدیث سابقہ احادیث سے کچھ مختلف ہے کیونکہ اس میں اجسامِ انبیاء کو اہلِ

جنت کے اجسام کی مانند کہا گیا ہے، جبکہ سابقہ احادیث میں روح کی مانند کہا گیا ہے۔ تاہم اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجسامِ انبیاء کرام علیہم السلام کی دنیا میں وہ شان ہے جو جنت میں اہل جنت کے اجسام کی ہوگی۔ اہلِ جنت کی جنت میں کیا شان ہوگی؟ اسے تقریباً تمام اہل علم جانتے ہیں، تاہم یہاں ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

امام ترمذی، امام نسائی، امام دیلمی، امام ابوداؤد الطیالسی اور علامہ محمد بن محمد بن سلیمان نے ایک حدیث لکھی ہے کہ اہلِ جنت خوب کھائیں پئیں گے مگر پیشاب و پاخانہ اور بلغم وتھوک وغیرہ ان کے نہ ہونگے اور ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا۔ اس پر علامہ عبدالرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں:

''اس لیے کہ جنت پاکیزہ مقام ہے اور پاک لوگوں کے لیے ہے، لہٰذا اس میں کسی قسم کی مکروہ اور نجس چیز قطعاً نہیں ہوگی''۔

(تحفة الأحوذي ج ۳ ص ۳۲۷)

خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں اہلِ جنت کے جسموں کی جو شان ہوگی انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو وہ دنیا میں حاصل ہے۔ فرق یہ ہے کہ جنتیوں کا بلغم اور تھوک نہیں ہوگا اور حضور ﷺ کا لعاب اور بلغم مبارک تھے مگر اس لیے کہ اس سے کھاری کنویں شیریں ہوجائیں، ٹوٹے بازو جڑ جائیں، دکھتی آنکھیں شفاء یاب ہوجائیں، گلے سڑے جسم تندرست ومعطر ہوجائیں اور تبرکاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے چہروں اور جسم پر ملیں۔

(بخاری، خصائص الکبری ج ۱ ص ۱۰۵، المواھب اللدنیۃ ج ۲ ص ۲۳۵ و ص ۵۷۹، واقعۂ علی ج ۱ ص ۴۱۳، ۴۱۸، ۴۲۲)

کوئی چیز حضور ﷺ کی مزید طہارت کا سبب نہیں ہو سکتی

آپ کے فضلات بھی تھے مگر اس لیے کہ زمین معطر ہو یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے تبرک ہو۔ جیسا کہ آگے تفصیلاً آرہا ہے۔

جنت کی طہارت کا یہ مقام ہے کہ کسی شخص کو اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا جب تک کہ اس کے ظاہر و باطن کو پاک ومزکی نہ کیا جائے گا۔ چنانچہ اکثر مفسرین کرام نے سورۃ الزمر کی

آیت نمبر (۷۳) کے تحت یہ حدیث لکھی ہے کہ:

''جب جنتیوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا تو وہ جنت کے قریب دروازۂ جنت کے باہر ایک درخت پائیں گے، جس کے نیچے سے دو چشمے جاری ہونگے۔ ایک چشمہ سے وہ پئیں گے تو ان کے باطن سے ہر قذورۃ اور دناست ونجاست صاف ہو جائے گی، اور دوسرے سے غسل کریں گے تو ان کا ظاہر مکمل طور پر صاف ہو جائے گا''۔

(زادالمسیر ج۷ ص۲۹، تفسیر مظهري ج۸ ص۲۳٦، تفسیر ابن کثیر ج٤ ص ٦٢، تفسیر البغوي ج٥ ص۳۱، خزائن العرفان)

مگر میرے آقا ﷺ کی طہارت کے مقام کو کوئی جانے تو کیا جانے؟ آپ کی طہارت ونفاست کا یہ عالم ہے کہ کائنات کی کوئی چیز آپ کے لیے مزید طہارت کا سبب نہیں بن سکتی! کائناتِ پست وبالا کی ہر چیز اپنی مزید نفاست وطہارت کے لیے پانی کی محتاج ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کی شان اس سے بلند ہے۔ بلاشبہ پانی کی بڑی عظمت ہے اور کائنات کی کوئی چیز عظمت کے لحاظ سے پانی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ ہر باعظمت چیز اپنی تمامتر عظمتوں کے باوجود پانی کی محتاج ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ'' (ہم نے ہر شے کی زندگی پانی سے بنائی ہے) لیکن حضور ﷺ پانی یا کائنات کی کسی چیز کے محتاج نہیں بلکہ ساری کائنات آپ کی محتاج ہے، جیسا کہ ''وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ'' سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ عالمین کی ضرورت ہیں اور پانی بھی عالمین میں شامل اور اپنے وجود میں رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ کا محتاج ہے، لہٰذا کوئی پانی حضور ﷺ کی مزید طہارت کا سبب نہیں ہو سکتا، بلکہ جو پانی حضور ﷺ کے استعمال میں آجائے اس کی پاکیز گی اور شان دوبالا ہو جاتی ہے اور پھر اس کے حصول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر جلدی کرتے ہیں ''كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ'' (کہ وہ قریب بہ جنگ ہو جاتے ہیں) اللّٰہ۔ معلوم ہوا کہ ہر چیز مزید طہارت ونفاست کے لیے پانی کی محتاج ہے لیکن میرے آقا ﷺ کی عظمت اس سے وراء ہے۔ اسی لیے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ جو پانی آپ کے جسمِ اطہر سے نکلا وہ دوسرے تمام پانیوں سے افضل ہے۔ چنانچہ امام ابنِ حجر مکی ایک بحث میں فرماتے ہیں کہ ماءِ کوثر سے آبِ

زم زم افضل ہے، پھر اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

لأنه به غسل صدر رسول الله ﷺ ولا يكون يغسل إلا بأفضل المياه لكن تقدم أن أفضل المياه من بين أصابعه ﷺ.

''اس لیے کہ اس سے آنحضرت ﷺ کا سینۂ اقدس دھویا گیا اور آپ کا صَدرِ اقدس نہیں دھویا گیا مگر افضل پانی سے ہی، لیکن تمام پانیوں سے افضل پانی وہ ہے جو خود آنسرور ﷺ کی مقدس انگلیوں کے درمیان سے جاری ہوا''۔

(تحفة المحتاج ج ۱ ص ۷۷)

امام فاسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال البلقيني: إن ماء زمزم أفضل من ماء الكوثر لغسل قلبه ﷺ به فكيف بما خرج من ذاته ﷺ.

''امام بلقینی نے فرمایا کہ آبِ زم زم آبِ کوثر سے افضل ہے۔ اس لیے کہ اس سے صاحبِ معراج ﷺ کا قلبِ اقدس دُھویا گیا۔ پھر اُس پانی کا کیا مرتبہ ہوگا جو خود آپ کی ذاتِ اقدس سے خارج ہوا؟''

(مطالع المسرات ص ۲۴۲، وطبع آخر ص ۲۴۸)

مولانا زکریا سہارنپوری نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(لامع الدراري على جامع البخاري ج ۲ ص ۲۰۶)

حدیث نمبر ۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی:

إني أراك تدخل الخلا ثم يجيء الذي بعدك فلا يرىٰ لما يخرج منك أثرًا، فقال: يا عائشة أما علمتِ إن الله أمر الأرض أن تبتلع ما يخرج من الأنبياء.

''بیشک میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہیں، پھر آپ کے بعد والا آتا ہے تو اسے وہ اثر نظر نہیں آتا جو آپ سے خارج ہوا۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم

فرمایا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیهم السلام سے خارج شدہ چیز کو نگل جائے"۔

(الخصائص الکبریٰ ج۱ ص۱۲۱)

امام سیوطی کے علاوہ یہ حدیث امام دیلمی، علامہ ابنِ جوزی، علامہ ذھبی، علامہ علی متقی الھندی، امام قسطلانی، ملاعلی قاری، امام نبھانی اور علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی لکھی ہے۔

(الفردوس بمأثور الخطاب ج۵ ص۴۲۷، الوفالإبن الجوزي ج۲ ص۴۸۸، میزان الإعتدال ج۳ ص۵۱۲، کنز العمال ج۱۱ ص۴۷۷، المواهب اللدنية ج۲ ص۳۱۵، شرح الشفاء للقاري ج۱ ص۱۶۰، حجة الله على العلمين ص ۶۸۸، فيض الباري ج۱ ص۲۵۰)

امام سیوطی، امام قسطلانی اور امام زرقانی نے لکھا ہے:

"یہ طریق (سند) تمام طرق (سندوں) سے قوی ترین ہے۔ ابنِ دحیہ نے اپنی "خصائص" میں کہا ہے کہ اس کی سند ثابت ہے۔ اس میں ایک راوی محمد بن حسان ثقہ اور صالح ہے اور دوسرا راوی، عبدۃ امام بخاری اور امام مسلم کے رجال سے ہے"۔

(زرقاني على المواهب ج٤ ص۲۲۹)

علامہ انور شاہ کشمیری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی تمام اسناد مضبوط ہیں اور امام ابنِ جوزی نے "الوفا" میں اس پر سکوت اختیار فرمایا ہے۔

مذکورالصدر محدثین کے نزدیک اس حدیث کا ایک راوی "محمد بن حسان" ثقہ (لائقِ اعتماد) ہے اور دوسرا راوی "عبدۃ بن سلیمان"، شیخین (بخاری و مسلم) کا راوی ہے، مگر امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کی پرواز اس سے بلند ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

غريب من حديث هشام تفرد به محمد بن حسان الأموي عن عبدة بن سليمان، ولم نكتبه إلا عن شيخنا أبي جعفر محمد بن سليمان النعماني، وكان من الثقات.

"یہ حدیث ھشام سے غریب السند ہے، اس سے روایت کرنے میں محمد بن حسان اموی عن عبدۃ بن سلیمان متفرد (تنہا) ہے، اور ہم نے یہ حدیث نہیں لکھی مگر اپنے شیخ ابو جعفر محمد بن سلیمان نعمانی سے

اوروہ ثقات (قابلِ اعتبار) محدثین میں سے تھے"۔

(أطراف الغرائب والأفراد للدارقطني ج٢ ص٤٧٢ رقم ٦٣٠٤)

حدیث نمبر٦ امام سیوطی لکھتے ہیں: حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أن رسول الله ﷺ لم يكن يرى له ظل في شمس ولا في قمر ولا أثر قضاء حاجته.

"بیشک رسول اللہ ﷺ کا سورج کی دھوپ میں اور چاند کی چاندنی میں سایہ نہ تھا اور نہ آپ کی قضائے حاجت کا اثر تھا"۔

(الخصائص الكبرىٰ ج١ ص١٢٢، حجة الله على العلمين ص٦٨٨)

جس ذات پاک ﷺ کا سایہ تک نہ ہو اس کے فضلات کیا ہونگے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ سراپا نور ہونے کے باوجود فضلات کا ہونا بھی ایک معجزہ ہے۔

حدیث نمبر٧ امام ابنِ جوزی، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

لم يحدث رسول الله ﷺ في موضع قط إلا ابتلعته الأرض.

"جہاں بھی نبی اکرم ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی، زمین نے اُسے نگل لیا"۔

(الوفا لإبن الجوزي ج٢ ص٤٨٨)

حدیث نمبر٨ علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

ان أجساد الأنبياء نابته على أجساد الملائكة، واسناده ضعيف.

"انبیاء کرام علیھم السلام کے اجسام ملائکہ کے اجسام کی طرح نشو ونما پاتے ہیں، اور یہ حدیث ضعیف ہے"۔

ضعیف حدیث چونکہ فضائل میں معتبر ہوتی ہے، اس لیے ہمیں یہ ضعف مضر نہیں ہے۔ پھر اس حدیث کی تائید خود قرآن کریم اور متعدد احادیث سے ہوتی ہے، لہٰذا یہ حدیث لائق حجت ہے۔

کشمیری صاحب نے بھی اسی اصول کے پیشِ نظر اس حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

ومراده أن حال الأنبياء عليهم السلام في حياتهم كحال الملائكة بخلاف عامة الناس فإن ذلک حالهم فی الجنة فلا تکون فضلاتهم غير رشحات عرق.

''اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات میں ان کا حال فرشتوں کے حال کی طرح ہوتا ہے، بخلاف عامۃ الناس کے کہ ان کی یہ حالت جنت میں ہوگی۔ پس ان کے فضلات پسینہ کے چند قطروں کے سوا کچھ نہیں ہوں گے''۔

(فيض الباري شرح بخاري ج۱ ص ۲۵۱)

نبی کھانے پینے کا محتاج نہیں ہوتا

مندرجہ بالا احادیث کے مطالعہ سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام دنیا میں اہل جنت کی روحوں کی مانند ہیں تو وہ کھاتے پیتے کیوں تھے؟ کیونکہ روح تو کھانے پینے کی محتاج نہیں ہوتی، کھانا پینا محض جسم کی ضرورت ہے۔ نیز ابھی ابھی جو حدیث گذری ہے اس میں تو صراحت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام ملائکہ (فرشتوں) کے اجسام کی مانند ہوتے ہیں اور فرشتے قطعی طور پر کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں۔

جواب: بلاشبہ جس طرح اہل جنت، جنت میں قضائے حاجت سے منزہ ہونگے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام بھی دنیا میں قضائے حاجت کے پابند نہیں تھے، اور چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسم اہلِ جنت کی ارواح اور فرشتوں کے اجسام کی مثل تھے اس لیے وہ کھانے پینے کے بھی محتاج نہیں تھے۔ حضور ﷺ کا اختیاری فاقہ اور آپ کے صیام وصال اس بات پر شاہدِ عدل ہیں، بلکہ بعض احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام دنیا میں خواص اولیاء کرام کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سئل عن طعام المؤمنين في زمن الدجال؟ قال: طعام الملائكة، قالوا: وماطعام الملائكة؟ قال: طعامهم منطقهم بالتسبيح والتقديس فمن كان منطقه يومئذ التسبيح والتقديس أذهب الله عنه الجوع.

''نبی کریم ﷺ سے زمانۂ دجال کے مومنین کے طعام کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کا طعام ملائکہ کے طعام کی طرح ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی: ملائکہ کا کیا طعام ہے؟ فرمایا: تسبیح و تقدیس، پس اُس زمانہ میں جو شخص تسبیح و تقدیس کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی بھوک ختم کر دے گا''۔

(المستدرك للحاكم ج ٤ ص ٥٥٧ وطبع آخر ج ٥ ص ٧١٦ رقم ٨٦٠٨)

یہ حدیث علامہ علی متقی الہندی، امام نابلسی اور مولانا زکریا سہارنپوری نے بھی ذکر کی ہے۔

(كنز العمال ج ١٤ ص ٣٠٠، الحديقة الندية للنابلسي ج ١ ص ٢٤٠، فضائل ذكر ص ١٦٧)

امام حاکم نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور امام نابلسی نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

وفي هذه الحديث دليل لماذكرناه من أن الله تعالىٰ قديهب حالة شريفة لبعض عباده تغنيه عن الطعام والشراب وإن هذه الحالة تكون في فتنة الدجال لكافة المؤمنين.

''اس حدیث میں اُس بات کی دلیل ہے جو ہم نے ذکر کی کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایسی معزز حالت سے سرفراز فرماتا ہے جو انہیں کھانے پینے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ بیشک یہ مقام دجال کے زمانے میں تمام مومنین کو حاصل ہوگا''۔

(الحديقة الندية ج ١ ص ٢٣٩، ٢٤٠)

مولانا زکریا سہارنپوری لکھتے ہیں:

''دنیا میں بغیر کھائے پیئے صرف اللہ کے ذکر پر گزارہ ممکن ہو سکتا ہے اور دجال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اِس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسر ہو جانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لیے جن بزرگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا بلا غذا کے وہ کئی کئی دن گزار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں''۔

(فضائل ذكر ص ١٦٧، ١٦٨)

سلسلۂ سہروردیہ کے امام شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: بعض اولیاء کرام چالیس چالیس دن یا اس سے بھی زیادہ بغیر کچھ کھائے پیئے گزارتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے، ان کی بھوک کہاں چلی جاتی ہے؟

قال: يطفئه النور، وقد سألت بعض الصالحين عن ذلك فذكر لي كلاماً بعبارة دلت على أنه يجد فرحاً به ينطفئ معه لهب الجوع، وهذا في الخلق واقع إن الشخص يطرقه فرح وقد كان جائعاً فيذهب عنه الجوع وهكذا في طرق الخوف يقع ذلك.

''انہوں نے فرمایا: ان کی بھوک کو نور بجھا دیتا ہے۔ امام سہروردی فرماتے ہیں: میں نے یہی سوال بعض صالحین سے کیا تو انہوں نے فرمایا: جب اللہ کا ولی اللہ تعالیٰ سے فرحت پاتا ہے تو اس کی بھوک کی حرارت بجھ جاتی ہے، اور یہ عام لوگوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی خوشی پہنچے اور وہ بھوکا ہو تو اس کی بھوک چلی جاتی ہے اور اسی طرح خوف کے عالم میں بھی ہوتا ہے''۔

(عوارف المعارف ملحق بإحياء علوم الدين للغزالي ج ٥ ص ١٧٠)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اجی جسکے ہو دِل میں دردِ الفت
اسے کب ہوئے خواب و خور کی فرصت
اُٹھا چھاتی میں دردِ عشق جس کی
اسے پھر نیند کس کی بھوک کس کی؟

(لامع الدراري على جامع البخاري ج ٢ ص ٢٥٢)

جب اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی یہ شان ہے کہ وہ خورد ونوش سے بے نیاز ہو جاتے ہیں تو اس ذات کے مرتبہ کا کیا پوچھنا جو قابِ قوسین او ادنیٰ کی تخت نشین ہے اور جس کی مثل کوئی نہیں ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم ہماری اتباع میں صومِ وصال (بغیر سحر و افطار کے مسلسل کئی دنوں کا روزہ) رکھنے کی کوشش مت کرو اس لیے کہ:

لست كأحدكم إني أبيت عند ربي يطعمني ويسقيني.

''میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں، بیشک میں اپنے ربّ کے ہاں وقت گزارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے''۔

(بخاري ج۱ ص ۲٦۳، ۲٦٤، مسلم ج٤ ص ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱٤، ۲۱٥)

رہا یہ سوال کہ پھر حضور ﷺ کیوں کھاتے پیتے تھے؟ جواباً عرض ہے: محض اس لیے کہ اُمت کے لیے شریعت وسُنت بن جائے۔ چنانچہ امام قسطلانی اور امام زرقانی علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں:

فكان عليه الصلوٰة والسلام بشر لظاهر ملكوتي الباطن و كان عليه السلام لا يأتي إلى شيء من أحوال البشرية إلا تأنيساً لأمته وتشريعًا لها (ليقتدى به، زرقاني) لأنه محتاج إلى شيء من ذلك.

''آنحضرت ﷺ بظاہر بشر تھے اور بباطن نور، اور آپ ﷺ کسی چیز کو بتقاضائے بشریت نہیں اپناتے تھے مگر اُمّت کے ساتھ اُنس اور شریعت کو وجود عطا کرنے کی خاطر اپناتے تھے تا کہ آپ کی اتباع کی جائے۔ آپ دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کے محتاج نہ تھے''۔

(المواهب اللدنية ج۲ ص٤٧٨، زرقاني على المواهب ج٥ ص ٦٠)

شیخ عبدالکریم یمنی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فإن بشريته معدومة لا أثر لها بخلاف غيره من الأنبياء والأولياء فإنهم وإن زالت عنهم البشرية فإنما زوالها عبارة عن إنستارها كما تنستر النجوم عند ظهور الشمس.

''حضور ﷺ کی بشریت معدوم تھی آپ کی ذات میں اس کا کوئی اثر نہیں تھا۔ بخلاف دوسرے انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کے۔ اگرچہ ان کی بشریت بھی زائل ہوتی ہے مگر اس کا زائل ہونا ایسا ہے جیسا کہ سورج کے ظہور کے وقت ستاروں کا چھپ جانا''۔

(جواهر البحار ج۱ ص ۲٥۰)

امام عبدالکریم شافعی علیہ الرحمۃ کے اِس کلام سے اُس حدیث کا مفہوم پوری طرح سمجھ آجاتا ہے جو

علامہ انور شاہ کشمیری صاحب نے لکھی ہے، یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام ملائکہ کے اجسام کی مانند ہیں۔ فی الجملہ یہ کہ اس ساری بحث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ کا بدنِ اطہر ملائکہ کے بدن کی مثل ہے

۲۔ حضور ﷺ کی بشریت معدوم تھی

۳۔ آپ تمام حوائج بشریت سے بے نیاز تھے

۴۔ آپ کے تمام فضلات اہلِ جنت کے پسینہ کی طرح خوشبودار تھے

۵۔ اور آپ ہماری مثل نہیں تھے۔

ان تمام اُمور کو مدّنظر رکھ کر ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ہم میں اور نبی کریم ﷺ میں کس قدر عظیم فرق ہے؟ اور اسی کے ساتھ یہ بھی یقین کر لینا چاہیئے کہ آپ کے فضلات شریفہ میں اور ہمارے فضلات میں بھی ایک عظیم فرق ہے۔ فَتَدَبَّرُوْا!

حدیث نمبر ۹ امام ابن الملقن، امام قسطلانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے امام ابن سبع کی ''الشفاء'' سے ایک صحابی کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے کہا:

''ایک سفر میں مَیں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا، جب آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا تو میں غور سے دیکھتا رہا، آپ ایک مقام میں تشریف لے گئے اور اپنی ضرورت پوری فرمائی، پھر میں اس مقام میں داخل ہوا:

فلم أرله أثر غائط ولا بول، ورأيت في ذلك الموضع ثلثة أحجار فأخذتهن في كفي فتعلقت رائحتهن رائحة طيب وعطر.

''تو میں نے وہاں پاخانہ و پیشاب کا کوئی اثر نہ دیکھا اور اس مقام میں تین پتھر دیکھے، ان کو میں نے اُٹھا لیا، اور اپنی جیب میں ڈال لیا پس میں نے ان میں عمدہ اور پاکیزہ خوشبو پائی''۔

(غاية السول في خصائص الرسول ﷺ ص ۳۰۰، المواهب اللدنية ج۲ ص ۳۱۴، مدارج النبوة فارسي ج۱ ص ۲۵ و اردو ج۱ ص ۴۹)

امام قسطلانی اور شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے یہ واقعہ اتنا لکھا ہے، ملا علی قاری اور امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہما اس سے آگے لکھتے ہیں کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا:

فأخذتهن فإذابهن يفوح منهن روائح المسك فكنت إذاجئت يوم الجمعة المسجدأخذتهن في كمي فتغلب رائحتهن روائح من تطيب وتعطر.

''میں نے ان پتھروں کو اٹھایا تو ان سے مشک کی خوشبو مہک رہی تھی۔ پس جب میں جمعہ کے دن مسجد میں آتا تو انہیں اپنی جیب میں رکھ کر آتا، سوان پتھروں کی خوشبو دیگر تمام عطروں اور خوشبوؤں پر غالب آجاتی''۔

(شرح الشفاء للقاري ج۱ ص ۱۶۲، شرح الزرقاني على المواهب ج۵ ص ۵۴۲)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ صحابی رضی اللہ عنہ کے الفاظ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

فالمعنى وجدتهن عطراً أي كالعطر مبالغة كأن عينهن إنقلبت من الحجرية إلى العطرية.

''معنی یہ ہے کہ میں نے ان پتھروں کو ایسا خوشبودار پایا جیسا کہ عطر، مبالغۃً یوں کہا جا سکتا ہے کہ گویا پتھر اپنی ماہیت بدل کر عطر کی ماہیت اختیار کر چکے تھے''۔

(زرقاني على المواهب ج۴ ص ۲۲۸، وطبع آخر ج۵ ص ۵۴۲)

چونکہ سرور عالم ﷺ کے فضلات شریفہ طاہر ہیں اس لیے استنجا کے ان ڈھیلوں کو جیب میں ڈالنا اُمت کے حق میں جائز ہے اور اس پر کوئی اشکال نہیں۔

حدیث نمبر ۱۰ امام سیوطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک صحرا میں مَیں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا اور مجھے فرمایا: کھجور کے ان دو درختوں سے کہو کہ جمع ہو جائیں۔ پس متفرق مقام پر کھڑے ہوئے وہ دو درخت یوں جمع ہو گئے گویا وہ ایک ہی جگہ سے نکلے ہیں۔ پھر آپ نے واپس آ کر وضو فرمایا

اور میں نے آپ کے اعضاء شریفہ پر پانی ڈالا اور میں بہت جلدی کر رہا تھا اور دِل میں کہہ رہا تھا کہ آج جا کر دیکھتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس چیز پر مطلع کر دے۔

''ماخرج من جوفه فآكله، فرأيت الأرض بيضاء'' (جو آپ کے شکمِ اطہر سے خارج ہوئی تا کہ میں اسے کھالوں، پس میں نے دیکھا کہ زمین بالکل سفید تھی)۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنی ضرورت پوری نہیں فرمائی؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، لیکن ہم جماعت انبیاء ہیں (علیہم السلام) زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ ہمارے جسم سے جو پاخانہ و پیشاب نکلے وہ اسے چھپا دے''۔

(الخصائص الکبریٰ ج۲ ص ۵۰)

یہ واقعہ امام احمد رضا حنفی قدس سرہ العزیز سے بھی ''الملفوظ'' میں منقول ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ص۳۵۶، ۳۵۷)

اس سلسلے میں چند علماء کرام کے اقوال بھی پیشِ خدمت ہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

كان إذاأرادأن يتغوط إنشقت الأرض فابتلعت غائطه وبوله و فاحت لذلک رائحةطيبة ﷺ.

''جب آنسرور ﷺ قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی اور وہاں سے پاکیزہ خوشبو مہکتی''۔

(الشفاء ج۱ ص ۵۷ وطبع آخر ج۱ ص۸۸)

امام قسطلانی، امام شعرانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام زرقانی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شیخ محمد صبان حنفی، امام نبہانی اور اشرف علی تھانوی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(المواهب اللدنية ج۲ ص ۳۱٤، كشف الغمة ج۲ ص ۵۱ مدارج النبوة فارسي ج۱ ص ۲۵، زرقاني على المواهب ج٤ ص۲۲۷ وطبع آخر ج۵ ص ۵٤۰، تفسير فتح العزيز فارسي پاره عم

ص ۲۱۹ ، أسعاف الراغبين ص ۷۱ ، الأنوار المحمدية ص ۲۱۸ ، وسائل الوصول ص ۱۶۱ ، جواهر البحار ج ۲ ص ۳۶۳ ، نشر الطيب ص ۱۶۲ ، منتهى السول ج ۳ ص ۱۳۱ ، ۱۳۲)

تنبیہ:

ان تمام احادیث اور اقوالِ ائمہ وعلماء کو پڑھتے ہوئے ناظرین کرام کو چاہیئے کہ وہ اپنی توجہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک کی طرف اور آپ کے جسمِ اقدس کی نفاست ولطافت کی طرف مرکوز رکھیں تاکہ انہیں یہ تمام احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علماء سمجھ آسکیں۔ اگر انہوں نے اپنی توجہ اپنے عام جسم اور اس کی کثافت وکدورت کی طرف مرکوز رکھی اور حضور ﷺ کے جسمِ اقدس کو اپنے جسموں پر قیاس کرلیا تو انہیں یہ احادیث سمجھ نہیں آئیں گی اور وہ اِن احادیث کی تکذیب کے درپے ہو جائیں گے، اور یہی وہ مقام ہے جہاں اکثر عقلیں پھسل جاتی ہیں۔ (نعوذ باللہ) اگر تمام لوگ انبیاء کرام علیھم السلام کے فضائل وخصائص کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنی توجہ کو اپنے بجائے انبیاء کرام علیھم السلام کی ذواتِ مقدسہ کی طرف مبذول رکھیں تو اُنہیں انبیاء کرام علیھم السلام کے کمالات کو تسلیم کرنے میں کسی قسم کا کوئی تأمل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں ہر معاملہ میں فرقِ مراتب قائم رکھنے کی صلاحیت عطا فرمائے، بلند ذہنیت سے نوازے اور ہر طرح کی سطحی سوچ سے محفوظ فرمائے، آمین۔

اسماءِ نبویہ کی روشنی میں لطافتِ

جسدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اس باب میں سیدِ عالم ﷺ کے اسماء مبارکہ کے حوالہ سے آپ کی حسی ومعنوی لطافت اور آپ کے فضلات شریفہ کی طہارت کا بیان ہوگا۔ ویسے تو آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ ہزاروں سے بھی متجاوز ہیں، مگر یہاں صرف اُن اسماءِ شریفہ کا ذکر کیا جائیگا جو ہمارے موضوع پر صریح دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً ''مُحَمَّدٌ، طَاهِرٌ، مُطَهِّرٌ، مُطَهَّرٌ، طَيِّبٌ، كَامِلٌ'' وغیرہ ﷺ۔

اس سے یہ راز بھی معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی نام کیوں اور کس وجہ سے رکھا اور اس نام کے رکھنے میں حکمت کیا ہے؟ کیونکہ ''فِعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُوْعَنِ الْحِكْمَةِ'' (دانا کا کوئی کام دانائی سے خالی نہیں ہوتا) یوں تو مخلوق بھی اچھے نام رکھتی ہے، مگر اس نام کی معنویت کا اثر مسمی (نام والی چیز) میں نہیں ہوتا۔ اِلّا ماشاء اللّٰه. مثلاً کسی کا نام رکھا جاتا ہے ''بہادر خاں'' جب کہ وہ بزدل واقع ہوتا ہے، کسی کا نام رکھا جاتا ہے ''روشن ضمیر'' جبکہ وہ ''بے ضمیر'' واقع ہوتا ہے۔ بہت سے ایسے لوگ پائے گئے جن کا نام سلطان تھا لیکن چوکیدار یا بھکاری پائے گئے۔

ان مثالوں سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ مخلوق کے رکھے ہوئے نام کا، نام والے میں کوئی اثر نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے رکھے ہوئے ناموں میں جہاں بھرپور معنویت ہوتی ہے وہاں اس نام کا اثر بھی مسمیٰ میں کامل طور پر پایا جاتا ہے۔ اللہ جل جلالہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رکھے ہوئے ناموں کے اسم بامسمیٰ ہونے پر تفصیلی گفتگو تو ہماری تصنیف ''أنوار العرفان في أسماء القرآن'' میں ملاحظہ فرمائیں، یہاں بطورِ مثال ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا اسم با مسمّیٰ ہونا

حضرت سعید بن جمھان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا، پھر فرمایا: البتہ رسول اللہ ﷺ نے میرا نام سفینہ رکھا ہے۔ میں نے کہا: آپ کا نام سفینہ کیوں رکھا؟ فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سفر پر نکلے تو اُن کا سامان اُن پر بھاری ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اپنی چادر بچھادو! میں نے بچھادی تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنا سامان اس میں رکھا پھر مجھ پر لادد یا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إحمل فإنما أنت سفينة" (اُٹھاؤ! بیشک تم سفینہ [کشتی] ہو) پس اس روز سے میں ایک سے سات اونٹوں کا بوجھ بھی اٹھالوں تو وہ مجھ پر بھاری نہیں ہوتا"۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج٦ ص٤٧، مسند أحمد ج٥ ص٢٢١ وج٧ ص٣٢٦ رقم٢٢٢٧٤، المستدرك للحاكم ج٣ص٦٠٥ وطبع آخر ج٤ ص٧٩٤ رقم ٦٦٠٧، المعجم الكبير ج٧ ص٩٧، شرف المصطفى لأبي سعد الخر كوشي ج٣ص ٥٠٤، أسد الغابة ج٢ ص٤٨١، مجمع الزوائد ج٩ ص ٦١١ رقم١٥٩٧٠، سبل الهدى والرشاد ج٧ص٣٢٦، تلقيح فهوم أهل الأثر لابن الجوزي ص١٠٧)

عجیبہ:

نام اگر بہت اچھا ہو اور کام اس کے برعکس ہو تو بڑا عجیب لگتا ہے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ ایک مرتبہ مدرسہ عزیز العلوم اوچ شریف (بہاولپور) میں سلطان الاولیاء حضرت خواجہ سلطان بالا دین اویسی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ اُن دنوں چینی کی بڑی قلت تھی اور آپ کا ایک مرید راشن ڈپو پر افسر مقرر تھا، اور اُس وقت وہ مجلس میں موجود تھا۔ بعض خدام نے عرض کیا: حضرت! آپ اپنے اِس مرید (اُس کا نام سیف اللہ تھا) کو حکم فرمائیں کہ یہ قیمتاً مدرسہ کے لیے چینی مہیا کرے۔ آپ خاموش رہے لیکن کچھ دیر کے بعد اس کی طرف رخ مبارک کرتے ہوئے اُسے حکم فرمایا کہ "میاں! پیسے لے لینا اور چینی مہیا کر دینا۔ بد قسمتی سے اُس

سے غفلت ہوگئی، دوسرے کسی موقعہ پر آپ کو اس کی غفلت کے متعلق بتایا گیا تو آپ نے جلال میں آکر برجستہ سرائیکی زبان میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے: ''ناں تاں ہس سیف اللہ، تے کم پھر گل جتناوی نی کر سگدا؟'' (یعنی نام تو اس کا سیف اللہ [اللہ کی تلوار] ہے اور کام بلادستہ کند چاقو یا چھری کے برابر بھی نہیں کرسکتا؟) بس یہ فرمانا تھا کہ (معاذ اللہ!) اس کے بعد وہ شخص زوال پذیر ہوتا چلا گیا۔

محمد ﷺ

اِس سے اندازہ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جو نام دیئے ہیں یا قرآن وسنت سے جس قدر آپ کے صفاتی اسماء مبارکہ ماخوذ ہیں وہ کس قدر بامعنی ہونگے؟ میں نے اپنی بساط کے مطابق غور و خوض کیا تو سید عالم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں سے مجھے کوئی نام بھی ایسا نہیں ملا جس کا معنوی اثر حضور ﷺ کی شخصیت مبارکہ میں نہ پایا جاتا ہو۔

مثلاً آپ کے اسم ذات لفظِ ''محمد'' (ﷺ) کو لیجئے۔ اس لفظ کا معنیٰ ہے بہت ہی زیادہ اور بار بار تعریف کیا ہوا، اور عمدہ خصلتوں والا، یا یوں کہئے کہ حقیقی معنوں میں ''محمد'' (ﷺ) اس ہستی کو کہا جاسکتا ہے جس میں خوبیاں سب ہوں اور عیب کوئی بھی نہ ہو۔ اس معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا کوئی ذی عقل، مُنصِف مزاج اہل علم بتلاسکتا ہے کہ آپ کی شخصیت میں فلاں عیب تھا؟ ہرگز نہیں۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

''ایک دن سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے غور کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھا تو ہنس پڑیں۔ آپ نے ہنسنے کا سبب پوچھا تو عرض کیا: گویا ابو کبیر الھذلی نے اپنے کلام میں آپ کو مراد لیا ہے۔

مُبَـرَّأً مِـنْ كُـلِّ غُبَّـرِ حَيْـضَةٍ   وَفَسَـادِ مُـرْضِـعَةٍ وَدَاءٍ مُّـغِيـلِ

آپ ہر حیض کی آلودگی سے مبرا، دودھ پلانیوالی کے فساد اور حمل والی کے مرض سے منزہ پیدا کیے گئے''۔

(روضة المحبين ونزهة المشتاقين لابن القيم ص ۱۹۰، مختصر تاريخ دمشق ج ۲ ص ۷۴)

اسی حقیقت کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یوں ادا فرمایا ہے۔

خُلِقْتَ مبرأً من كل عيبٍ.

''یارسول اللہ (ﷺ) آپ ہر عیب سے مبرا پیدا کیے گئے''۔

(دیوان حسانِ بن ثابت ص ۱۳)

معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو جیسا نام دیا ویسا مقام بھی دیا۔ انسان کے اندر یہ بڑا عیب ہے کہ وہ دنیا میں نہایت لذیذ، عمدہ اور خوشبودار اشیاء کھاتا پیتا ہے لیکن یہی اشیاء اس کے پیٹ میں پہنچنے کے بعد نہایت متعفن اور بدبودار ہو جاتی ہیں، مگر یہ عیب صرف دنیا تک محدود ہے، جنت میں انسان ان عیوب سے منزہ اور پاک ہوگا۔ وہاں اسے بول (پیشاب) اور براز (پاخانہ) کی حاجت نہیں ہوگی، اسے صرف پسینہ آئے گا اور وہ بھی خوشبودار ہوگا۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ لغوی معنی کے لحاظ سے ''محمد'' (ﷺ) وہ ہوتا ہے جس میں عیب تو کوئی نہ ہو مگر خوبیاں تمام موجود ہوں۔ چنانچہ اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں جتنی خوبیاں رکھی ہیں وہ اور ان کے علاوہ سب کی سب خوبیاں اپنے محبوب ﷺ میں جمع فرما دی ہیں، بلکہ جملہ مخلوق کو تمام خوبیاں حضور ﷺ کے طفیل عطا ہوئیں۔

لیکن کسی مخلوق کا کوئی عیب بھی حضور ﷺ کی ذاتِ مقدس میں نہیں رکھا گیا۔ یہ حق ہے کہ حضور ﷺ بشر اور انسان بھی ہیں مگر جنسِ انسانیت میں جتنے عیوب ہوتے ہیں ان میں سے کوئی ایک عیب بھی آپ ﷺ کی شخصیت میں ماننا آپ کے ''محمد'' (ﷺ) ہونے اور رب تبارک وتعالیٰ کے قادر ہونے کے منافی ہے۔

انسان میں یہ کتنا بڑا عیب ہے کہ وہ بہترین نعمتیں کھاتا ہے، مگر وہی نعمتیں جو پہلے عمدہ اور خوشبودار ہوتی ہیں جب کچھ وقت اس کے جسم میں رہ کر خارج ہوتی ہیں تو اس قدر بدبودار ہو چکی ہوتی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ذات جسے محمد (سراپا حمد) ﷺ فرمایا گیا، کیا اُس کی ذات میں بھی یہ عیب ہو سکتا ہے؟ حاشا وکلا (ہرگز نہیں) لہٰذا جو شخص حضور ﷺ کو خود پر قیاس کرتے ہوئے آپ کی ذات میں اس عیب کا تصور کرے تو وہ فحش غلطی کا مرتکب ہے۔

کیا خالقِ کائنات جل جلالہٗ اس بات پر قادر نہیں کہ انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کو ہر لحاظ سے

عام انسانوں سے منفرد و ممتاز بنا دے؟ اُس کی کاریگری کا یہ عالم ہے کہ اس نے ایک زمین سے مختلف درخت اور پودے پیدا کر دیئے۔ کوئی میٹھا، کوئی کڑوا، کوئی خوشبودار، تو کوئی بدبودار۔ علی ھٰذا القیاس ذرا سوچئے تو سہی کہ زمین ایک، پانی ایک اور فضا ایک مگر درختوں کے مزاج میں اس قدر فرق کیوں؟ اس حقیقت میں غور و فکر کرنے کے لیے سورۃ النحل آیت نمبر ۱۰ تا ۱۳ کا مطالعہ فرمائیں)

اسی طرح یہ بھی اس کی قدرت کا نمونہ ہے کہ جانوروں کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے سفید اور مزیدار خالص دودھ نکالتا ہے۔ (سورة النحل ٦٦)

اور یہ بھی اس قادر کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ ایک چھوٹی سی مکھی کے پیٹ سے نہایت لذیذ اور میٹھا شہد نکالتا ہے۔ (سورة النحل ٦٨، ٦٩)

اسی طرح یہ بھی اسی کی کاریگری ہے کہ وہ ایک جنگلی ہرن کے نافے میں مشک جیسی قیمتی خوشبو پیدا کرتا ہے جو ایک جنتی خوشبو ہے، جس کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے کہ "المسک ھو أطیب الطیب" (مشک تمام خوشبوؤں سے بہتر خوشبو ہے)۔

علامہ قزوینی اور علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہا نے "غزال المسک" یعنی مشک والے ہرن کا مفصل ذکر کیا ہے، یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے جسم میں یہ خوشبو کس طرح پیدا ہوتی ہے، اور وہ کب اور کیسے اس مشک کو باہر نکالتا ہے۔ نیز اس کو حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ تفصیل ان کتب میں دیکھئے۔

(عجائب المخلوقات للقزويني ملحق به حيوٰة الحيوان ص ٢٥٠، ٢٥١ مصطفى البابي الحلبي مصر ١٣٩٠ھ، حيوٰة الحيوان ج٢ ص٦ مطبع تهران)

الغرض جس قادر رب جل جلالہ نے اپنی ادنیٰ مخلوق میں اس قدر خوبیاں رکھی ہیں، اس کے سامنے کیا یہ بعید اور مشکل ہے کہ وہ مصطفےٰ ﷺ کے فضلات شریفہ کو طاہر اور خوشبودار بنا دے؟

ہرن کے جسم میں مشک پیدا ہونے کی وجہ

علماء کرام لکھتے ہیں:

"جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر تشریف لائے تو آپ نے اپنے

جسم شریف کو انجیر کے پتوں سے چھپایا ہوا تھا، آپ اس وقت بہت اداس تھے، اللہ تعالیٰ نے کچھ جنگلی ہرنوں کو آپ کی طرف بھیج دیا جو آپ کے اردگرد منڈلانے لگے۔ آپ ان سے مانوس ہوئے اور کچھ انجیر کے پتے انہیں کھلا دیئے۔ جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم میں مشک پیدا کر دی اور ان کو ظاہری حسن و جمال بھی عطا فرمایا۔ جب یہ ہرن اس خوشبو اور حسن و جمال کے ساتھ واپس جنگل میں پہنچے تو جنگل کے دوسرے ہرن یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور وہ بھی دل میں طمع لے کر اگلے روز اُن کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو بھی چند پتے کھلا دیئے مگر ان کے جسم میں خوشبو پیدا نہ ہوئی، البتہ ظاہری حسن و جمال اُنہیں بھی مل گیا۔ یہ فرق کیوں؟ علماء کرام اس توضیح میں لکھتے ہیں:

لأن الأولىٰ جاء ت إلى آدم لأجله لالأجل الطمع، والطائفة الأخرىٰ جاء ت إليه ظاهراً ولـلطمع باطناً، فلاجرم غيَّر الظاهر دون الباطن.

”اس لیے کہ ہرنوں کا پہلا ٹولہ فقط حضرت آدم علیہ السلام کے لیے آیا تھا انہیں اپنی کوئی غرض اور لالچ نہ تھی اور دوسرا ٹولہ ظاہراً تو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے آیا تھا، مگر ان کے باطن میں لالچ تھی۔ سو ان کا ظاہر تبدیل ہوا باطن نہیں“۔

(التفسیر الکبیر ج ۳۲ ص ۱۰، غرائب القرآن ج ۶ ص ۵۲۵، حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۰)

بتلائیے ہرن کے جسم میں خوشبو کیونکر پیدا ہوئی؟ کیا یہ انجیر کے درخت کے پتوں کی تاثیر تھی؟ نہیں! بلکہ ان کے جسم میں خوشبو پیدا ہونے کی وجہ حضرت آدم علیہ السلام کے معطر ہاتھوں کا پھرنا ہے، ورنہ انجیر کے پتے تو اب بھی موجود ہیں۔

خوشبوئے نبوی ﷺ کا متعدی ہونا

اگر ایک ہرن کے وجود میں قربِ آدم علیہ السلام اور پتے کھلانے کی وجہ سے مشک جیسی خوشبو پیدا ہوگئی تو

اندازہ فرمائیں کہ قربِ رب کی وجہ سے کسی جسم میں کتنی خوشبو پیدا ہوگی؟ اور قرب بھی وہ کہ ''قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی'' پھر یہ قرب ایک مرتبہ کا نہیں بلکہ فرمایا ''أَبِيتُ عِنْدَ رَبِّي يُطْعِمُنِي وَيُسْقِينِي'' (میں اپنے رب کے ہاں رات گذارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے) خود رب تعالیٰ جس کو اپنے قریب بٹھا کر کھلاتا پلاتا ہے، حق یہ ہے کہ اس ہستی کی خوشبو کی شان کما حقہ زبان وقلم سے بیان نہیں کی جاسکتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تو آخر یہی کہا ہے کہ: ہم نے کسی مشک وعنبر وغیرہ کو حضور ﷺ کی خوشبو کی مانند نہیں پایا۔

آپ کی مقدس ومطہر خوشبو کا ذکر تو پچھلے صفحات میں آچکا ہے، یہاں ہم آپ کی خوشبو کے متعدی ہونے پر چند احادیث اور واقعات نقل کرتے ہیں۔ سیرت واحادیث کی متعدد کتب میں ہے کہ حضور ﷺ جس بچے کے سر پر فقط ہاتھ مبارک پھیر دیتے تو وہ بچہ دوسرے تمام بچوں سے منفرد وممتاز ہو جاتا اور خوشبو کی وجہ سے پہچان لیا جاتا۔

(نور اليقين في سيرت سيد المرسلين ﷺ، مكتبة التجارية الكبرىٰ بمصر ۱۹۶۷ء)

یہ تو ایک بچے کی بات ہے میرے آقا نے تو جس چیز کو بھی چھوا وہ ہمیشہ کے لیے معطر ہوگئی اور جہاں آپ ٹھہرے وہ مقام معطر ہوگیا اور وہ دل آویز مہک آج تک موجود ہے۔ پروردگارِ عالم جل جلالہ نے جن خوش نصیبوں کو خصوصی قوت شامہ عطا فرمائی ہے وہ آج تک اس دل آویز خوشبو سے تسکین وقرار پاتے ہیں۔

مدینہ شریف کو طابہ، طَیبہ، طَیّبہ، طائبہ اور مُطیبہ کہنے کی وجہ

امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے اسماء کی بحث میں لکھتے ہیں کہ اس شہر مقدس کا نام طابہ، طَیبہ، طِیّبہ، طائبہ اور مُطیبہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''یہ اسماء تورات میں مذکور ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إن اللّٰه تعالىٰ سمى المدينة طابة.

''اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے''۔

(صحیح مسلم ص ۵۸۰ رقم ۳۳۵۷)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

واللّٰہ إن في كتاب يعني التوراة طابة وطيبة ونقل عن التوراة تسميتها بالمطيبة أيضا وكذا بطابة والطيبة.

''خدا کی قسم تورات میں مدینہ کا نام طیبہ، طابۃ، مطیبہ اور طیبہ لکھا ہوا ہے''۔

امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ ان اسماء کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مدینہ شریف کے یہ اسماء یا تو اس کی طہارت کی وجہ سے ہیں کیونکہ یہ شہر شرک کی نجاستوں سے پاک ہے۔ یا اس لیے ہیں کہ اس کی ہوا طبیعتوں کے لیے موافق ہے، یا اس لیے ہیں کہ اس میں طیب ﷺ جلوہ فرما ہیں۔ (لہٰذا اس طیب ﷺ کی وجہ سے یہ شہر بھی طیبہ کہلایا۔ آپ کے نام طیب کی تشریح آگے آرہی ہے) یا پھر یہ نام اس شہر کی ''طِیْب'' (خوشبو) کی وجہ سے رکھے گئے ہیں۔ اس لیے کہ اس کے تمام امور پاکیزہ اور خوشبودار ہیں اور اس میں خوشبو پائی جاتی ہے۔ علامہ ابن بطال نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس شہر میں رہتا ہے وہ اس کی در و دیوار اور کوچۂ و بازار سے حسین خوشبو محسوس کرتا ہے۔ علامہ اشبیلی نے فرمایا ہے کہ مدینہ شریف کی مٹی میں ایک خاص خوشبو پائی جاتی ہے۔ ایسی خوشبو کسی چیز میں نہیں ہے اور یہ بہت ہی عجیب بات ہے''۔

(وفاء الوفا ج ۱ ص ۱۶، ۱۷)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

در حقیقت ہیچ عجب نیست در جائیکہ انفاس حبیب خدا ﷺ رسیدہ باشد مشک و عنبر چہ باشد بیت۔

دراں زمین کہ نسیمے وزد طرۂ دوست

چہ جائے دم زدن نافہائے تاتاریست

''اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جہاں حبیب خدا ﷺ کی پاکیزہ سانسوں کی ہوا پہنچی ہو وہاں

مشک وعنبر کی کیا مجال؟

جہاں محبوب کی زلفوں کی خوشبو پہنچی ہو وہاں نافہائے تا تاری کی کیا حقیقت ہے؟

(جذب القلوب فارسي ص ۱۰۹ مطبع نامي منشي نول كشور لكهنؤ ۱۲۸۶ھ)

امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ياقوت: من خصائصها طيب ريحها وللمطر فيها رائحة لاتوجد في غيرها، وما أحسن قول أبي عبدالله العطار رحمة الله عليه: بطيب رسول الله ﷺ طاب نسيمها فما المسک ما الكافور ما الصندل الرطب؟

''علامہ یاقوت فرماتے ہیں: مدینہ شریف کی پاکیزہ وعمدہ خوشبو اس کی خصوصیات میں سے ہے اور وہاں کی بارش میں ایسی عمدہ خوشبو ہوتی ہے جو کسی چیز میں نہیں پائی جاتی۔ ابوعبداللہ عطار نے کیا خوب فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خوشبو کی وجہ سے مدینہ منورہ میں ایسی عمدہ خوشبو موجود ہے کہ اس خوشبو کے سامنے مشک وکافور اور تازہ صندل وغیرہ کی کیا حقیقت ہے؟''

(وفاء الوفا ج۱ ص۱۶، ۱۷)

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زنسیم جان فزایت تن مردہ زندہ گردد زکدام باغے ای گل کہ چنین خوش است بویت۔

''تیری جاں فزا مہک سے مردے بھی زندہ ہو جاتے ہیں، آخر تو کس گلشن کا گلاب ہے کہ تیری خوشبو میں اسقدر تاثیر ہے؟''

(جذب القلوب ص۱۰۹، مطبع نامي منشي نول كشور لكهنؤ ۱۲۸۶ھ)

شیخ محقق نے جو سوال فرمایا'' زکدام باغے ای گل'' (تو کس گلشن کا گلاب ہے؟) امام احمد رضا

حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اِس سوال کا جواب موجود ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے ، انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے

انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

وہ گل ہیں لبہائے نازک انکے، جھڑتے ہیں پھول جن سے

گلاب گلشن میں دیکھے بلبل ، یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

مدینہ طیبہ میں زخم مندمل ہونے میں تاخیر کیوں؟

عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سفرنامہ (رحلة الحجازية) میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں ہم ایک خاص دوست (سید عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے گھر دعوت میں شریک تھے۔شرکاءِ محفل میں بہت دلچسپ علمی اورادبی مذاکرات ہوئے، دورانِ گفتگو مدینہ منورہ کی خوشبو کا ذکر چھڑ گیا:

فذكروالناأن الجراحةإذاحصلت للإنسان فى المدينة المنورة يعسر برؤها وإندمالهامن جهةأن الطيب كرائحةالمسك وغيره من الروائح الطيبة فائحةهناك فى المدينة المنورة،ولهذاسميت طيبة،فتفوح روائح الطيب المختلفه من ترابها وأراضيهاوأماكنها وبيوتها وجدرانهاوازقتهايجدهذا المقبل عليها إذاجاء هامن بعيد وهبت عليه نسائمها،خصوصًا في وقت السحر،وربمايخفى ذلک على الساكن فيها، فإن كثرة شم الرائحة يقتضي خفاء إدراكهاوعدم الشعور بها، كالعطارمن كثرة شمه روائح العطر لايكاديشم عطراً.

”تو انہوں نے ذکر کیا کہ مدینہ منورہ میں انسان کو زخم لگ جائے تو بڑی مشکل سے درست ہوتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کی خوشبو مشک وغیرہ کی طرح ہے اور دیگر مختلف قدرتی خوشبوئیں بھی مہکتی رہتی ہیں۔اسی وجہ سے تو اِس شہرِ مقدس کا نام طیبہ ہے۔پس یہ طرح طرح کی خوشبوئیں مدینہ منورہ کی مٹی، زمین، مکانات، گھروں، دیواروں اور یہاں کے ذروں سے لحہ بہ لحہ نئے سے نئے انداز میں مہکتی رہتی

ہیں۔ بالخصوص یہ خوشبو اس شخص کو بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے جو دور دراز سے سفر کر کے یہاں پہنچے، جبکہ یہاں کے باشندہ پر یہ خوشبو مخفی رہتی ہے۔ اس لیے کہ وہ ہر وقت اس خوشبو میں رہتا ہے۔ لہٰذا بکثرت خوشبو کی وجہ سے وہ اس کا ادراک نہیں کر سکتا جیسا کہ عطر فروش ہر وقت خوشبو میں رہنے کی وجہ سے عطر کو سونگھ نہیں سکتا''۔

(جواهر البحار ج ٤ ص ٨٣ ،وطبع آخر ج ٤ ص ١٠٥، ١٠٦)

وقتِ سحر مدینہ طیبہ کی خوشبو میں اضافہ اس لیے ہوگا کہ اس خاص وقت میں کسی محبت کے روگی کو شاید حضور ﷺ کی بیداری یا خواب میں زیارت نصیب ہوتی ہو، اور طیب و معطر محبوب کی آمد کا خوشبو میں اضافہ کا باعث ہونا لازم ہے۔ کیونکہ اسی محبوب ﷺ کی وجہ سے ہی پہلی خوشبو ہے اور اسی محبوب کے قدوم میمنت لزوم کے باعث یہ شہر ''یثرب'' (بیماریوں کا مرکز، تکالیف کا منبع) سے ''طیبہ'' ہوا۔

طیبہ کی خوشبو محسوس کیوں نہیں ہوتی؟

امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طیبہ کی خوشبو مقامی حضرات پر مخفی رہتی ہے، اور ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بیان فرما دی، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ خوشبو ہم ایسے باہر سے آنے والوں کو بھی تو محسوس نہیں ہوتی؟ اس کی توجیہ بھی علماء کرام نے بیان فرمائی ہے، علامہ رصاع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''پس جب کثرت سے آپ کا ذکر کیا جائے اور صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے تو آپ کی خوشبو کی وجہ سے مجلس بھی خوشبو سے مہک جاتی ہے، اور وہ اولیاء کرام جن کو کرامات حاصل ہیں اور جو خدا کی مملکتوں کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، وہ اپنی روحانیت کے سبب اکثر اس پاکیزہ خوشبو کو پا لیتے ہیں۔ جیسا کہ ملائکہ مطہرین اس خوشبو کو پا لیتے ہیں۔ بعض صالحین ایسے بھی ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے سینہ سے مشک و عنبر سے بھی زیادہ پاکیزہ خوشبو نکلتی ہے، اور بعض ایسے خوش نصیب بھی ہیں کہ وقتِ سحر انہیں جنت کی خوشبو آتی ہے تو وہ اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں: صبح صادق ہو گئی۔ اگر ہماری بصیرت سے پردہ اور دلوں سے حجاب اٹھ

جائے تو ضرور ہم بھی ان حالات کا مشاہدہ و ادراک کرلیں (لیکن ہم تو مریض ہیں) اور مریض پر جب بیماری اور پریشانی نازل ہوتی ہے تو اس کی قوت ذائقہ یکسر بدل جاتی ہے۔ لیکن ہر وہ کڑواہٹ جو اُسے محسوس ہوتی ہے وہ خود اس کے منہ میں ہوتی ہے نہ کہ پانی میں۔ حضورِ اقدس ﷺ کے اسمِ پاک کی خوشبو حاصل کرنے میں بھی اسی طرح رکاوٹیں ہیں (جس طرح وہاں پانی کا نہیں بلکہ اپنا ہی قصور تھا) یہاں بھی اپنا ہی قصور ہے اور تمہاری طرف سے حجاب ہے، ورنہ وہ خوشبو تو ہر وقت مہک رہی ہے کہ اُسے زوال نہیں ہے، اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو ان کا تھوک شکر سے بھی زیادہ میٹھا ہو جاتا ہے۔ جب قرأۃ منقطع کی جائے تو یہ حلاوت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے کرے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی حلاوت اور اس کے حبیب ﷺ کے اسمِ مبارک کی خوشبو کو پالیتے ہیں، یہ بات یاد رکھیئے کہ یہ نعمت تصفیۂ قلب، پروردگار کی بارگاہ میں رجوع، سچی محبت، خالص توبہ اور تمام روحانی امراض کے خاتمہ کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ زکام والا شخص لذیذ خوشبو سے محروم ہوتا ہے اور اندھا انسان چمکتے سورج کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ قصور خوشبو اور سورج کا نہیں، بلکہ زکام والے اور اندھے کا ہے۔ فافہم"۔

(سعادۃ الدارین ص ۱۴۳، ۱۴۴)

حُسن اور خوشبو

اربابِ ذوق پر مخفی نہیں کہ حسین چیز خوشبو کی حامل ہوتی ہے، اور حسین انسان خوشبودار ہوتا ہے، بشرطیکہ اس نے اپنے حسن کو محفوظ رکھا ہو۔ قرآن وسنت میں حسین مگر عفت مآب لوگوں کی خوشبو کا ذکر ملتا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عن جرير بن عبدالله قال: عرضتُ بين يدي عمر بن الخطاب فألقى جرير رداءه ومشى في إزار فقال له خذ ردائک، فقال عمر: للقوم ما رأيت رجلاً أحسن صورة من

جرير إلامابلغنامن صورةيوسف عليه السلام.

''حضرت جریر بن عبداللہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (بغرض فوجی معائنہ) پیش کیا گیا۔ انہوں نے اوپر کی چادر اُتار کر صرف تہبند میں چل کر اپنا امتحان کرایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی چادر لے لو! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں نے کسی مرد کو بھی جریر سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا بجز حضرت یوسف علیہ السلام کے، جیسا کہ اُن کے حسن کا شہرہ ہم تک پہنچا''۔

(الشمائل المحمدية للترمذي ص ۱۸۲ رقم ۲۲۳)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے حسن کا استثناء نہیں کیا۔ اس لیے کہ آپ کا حسن بے نظیر ہونے میں اس قدر معروف ہے کہ استثنیٰ کی ضرورت ہی نہیں، البتہ حُسنِ یوسف علیہ السلام کے تصور سے کسی ذہن میں شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ کیا حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ حسین ہیں؟ تو اس اشکال کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رفع فرمادیا اور نبی اکرم ﷺ کے حسن کو مستثنیٰ نہ کر کے اس طرف تلمیح (باریک اشارہ) فرما گئے کہ آپ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تفاضل وتقابل درست ہی نہیں، اسی حقیقت کو ایک حدیث شریف میں یوں بیان فرمایا گیا:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر نبی کو ربِّ ذوالعطاء جل جلالہ نے حسین چہرہ اور حسین آواز عطا فرمائی:

وكان نبيكم ﷺ أحسنهم وجهاً وأحسنهم صوتاً

''اور تمہارے نبی ﷺ ان سب سے بڑھ کر حسین اور سب سے بڑھ کر خوش آواز ہیں''۔

(سبل الهدى ج۸ ص ۱۰۵، دليل الفالحين ج۶ ص ۴۸۸)

الغرض سید الاولین والآخرین ﷺ ہر خوبی میں اپنی مثال آپ ہیں، امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِيْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

''سید عالم ﷺ اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں، آپ کا جوہرِ حسن تقسیم شدہ نہیں ہے''۔

(القصیدة البردة ص ۵۰ وملحق بدلائل الخیرات ص ۱۷۱)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق

اس اشکال کے جواب کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں اور وہ ہے حضور ﷺ کے حسن کے حوالہ سے آپ کی خوشبو کا بیان۔ یہ بیانِ خوشبو بھی ہم ایک اشکال سے شروع کر رہے ہیں، اور وہ یہ ہے:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جریر والی یہ روایت باب کے عنوان کے مناسب نہیں لکھی، باب کا عنوان ہے "باب ماجاء في تعطر رسول الله ﷺ" (حضور ﷺ کے خوشبو لگانے کے بیان میں باب)۔ مگر اس حدیث میں خوشبو کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر امام ترمذی نے یہاں یہ حدیث کیوں لکھی ہے؟ اس کا ایک جواب تو علماء نے یہ دیا ہے کہ امام ترمذی سے بھول ہوگئی۔ لیکن یہ جواب عدم تدبر کا نتیجہ ہے، اور اس کا صحیح جواب وہ ہے جو ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں:

ووجه مناسبة هذا الباب أن طيب الصورة يلزمه غالباً طيب ريحها ففيه إيماء إلى التعطر.

''اور اِس حدیث شریف کی باب ہٰذا سے مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ اکثر حسین صورت عمدہ خوشبو کی حامل ہوتی ہے، پس اس میں خوشبو کی طرف اشارہ ہے''۔

(أشرف الوسائل إلى فهم الشمائل ص ۱۰۳ جمع الوسائل ج۲ ص۸، شرح الشمائل للمناوي على هامش جمع الوسائل ج۲ ص۷، المواهب المحمدية للجمل ج۲ ص۶۸)

مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری لکھتے ہیں:

''دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث کو باب سے بھی کچھ مناسبت نہیں ہے۔ اس کے جوابات میں ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے کہ خوبصورتی کو خوشبو لازم ہوتی ہے۔ جو شخص جس درجہ کا حسین ہوتا ہے ویسی ہی مستانہ خوشبو اس کے بدن ولباس سے مہکا کرتی ہے۔ حضور ﷺ کا اجمل المخلوقات اور بدر البدور (چودھویں کے چاندوں کا

چاند) ہونا مُسلَّم ہے اس لیے اس کو طبعی خوشبو لازم ہے''۔

(خصائل نبوی شرح شمائل ترمذي ص ۱۱۸ مطبوعة مكتبة الشيخ بهادر آباد كراچی ۱٤۰۹ھ، وطبع آخر ص ۱٦٥)

شیخ حسین احمد مدنی دیوبندی لکھتے ہیں:

''(اس حدیث کو) باب تعطر سے مناسبت یہ ہے کہ حسین آدمی سے خوشبو آتی ہے۔ جب ان (یوسف علیہ السلام) کا بدن خوشبودار تھا تو آپ کا بطریق اولیٰ خوشبودار ہوگا''۔

(تقرير ترمذي مع شمائل ترمذي ص ۸٤٤ كتب خانه مجيديه ملتان طبع اول ۱۹۸۵ء)

علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی علامہ محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ حسن کو خوشبو ضروری ہے، اگرچہ کسی ایک پر ظاہر نہ ہو، مگر ہاں وہ لوگ جو کہ اپنے حواس کو کدورات سے پاک وصاف کر چکے ہیں، وہ اس خوشبو کا ادراک کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے جناب یوسف علیہ السلام کے وجود کی خوشبو کو انتہائی دور مسافت سے سونگھ لیا (اور فرمایا:) ''اِنِّی لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ'' یقیناً میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ پس یہ حدیث حضور ﷺ کے تعطر کو بیان کر رہی ہے۔ کیونکہ حسن وملاحت میں حضور ﷺ کے برابر کوئی نہ تھا۔ اور آپ انتہائی تیز خوشبو کے مالک تھے اور یہ ذاتی خوشبو ہے۔ پس اے مخاطب اس حقیقت کو خوب سمجھ لے!''۔

(انوار غوثيه شرح شمائل ترمذي ص ۲۹۲، ۲۹۳ اداره تصنيفات إمام أحمد رضا كراچی ۱۹۸٦ء)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لطیف ذوق کے مالک تھے۔

خوشبوئے یوسف علیہ السلام

مذکورہ بالا حدیث اور شارحین کے کلام سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جو شخص جتنا حسین ہوگا اتنا ہی اس کے جسم سے حسین خوشبو آئے گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن تو اس قدر مشہور ہے کہ انکار

کی جرأت ہی نہیں ہوتی۔ رہا آپ کی خوشبو کا ذکر تو اس کو قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

وَلَمَّافَصَلَتِ الْعِيرُقَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَ جِدُرِيحَ يُوسُفَ لَوْلَاأَنْ تُفَنِّدُونِ.

''اور جب قافلہ (مصر سے کنعان کی طرف) روانہ ہوا (کنعان میں) ان کے باپ (یعقوب علیہ السلام) نے کہا: بیشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں، اگر تم مجھے بیوقوف تصور نہ کرو''۔

(یوسف: ۹۴)

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی وہ خوشبو سونگھائی جو ان کی قمیص سے مہکی تھی، اور آپ کو یہ خوشبو آٹھ یا دس دن کی طویل مسافت سے پہنچی''۔

(تفسير إبن أبي حاتم ج۷ص ۲۱۹۷ ،تفسير روح المعاني ج۱۳ص ٤٨ ،فتح القدير للشوكاني ج ۳ ص٦٦)

خوشبوئے خلیل علیہ السلام

ایک اور پیکرِ حسن کی خوشبو کا ذکر سنئے! امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیکھنے اور ملنے آئے مگر اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر سے باہر گئے ہوئے تھے، فقط آپ کی اہلیہ محترمہ موجود تھیں۔ انہوں نے خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت کی اور تواضع بجالائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو کو چند ضروری باتیں سمجھائیں اور اسماعیل علیہ السلام کے لیے چند پیغام چھوڑے اور واپس روانہ ہو گئے۔

فلما جاء إسماعيل وجد ريح أبيه، فقال لإمرأته: هل جاءك أحد؟ فقالت: نعم، شيخ أحسن وجهاً وأطيبه ريحا.

''پھر جب اسماعیل علیہ السلام آئے تو انہیں اپنے والد گرامی کی خوشبو آئی۔ انہوں نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ بی بی صاحبہ نے عرض کی جی حضور! ایک نہایت حسین چہرے والے اور بہت عمدہ خوشبو والے بزرگ تشریف لائے تھے''۔

(جامع البيان للطبري ج١٣ ص٢٣١ مصطفى البابي الحلبي مصر طبعة ثانية ١٣٧٣ھ، وطبع آخر ج٨ ص٣٠٣)

خوشبوئے مصطفوی ﷺ

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بقدرِ حسن حسینوں کے جسم میں خوشبو پائی جاتی ہے۔ جس کا جس قدر حسن ہوگا اسی قدر اس کے جسم سے خوشبو آئے گی۔ چونکہ حضور ﷺ کے حسن و جمال کی کوئی حد نہیں ہے اس لیے آپ کی خوشبو کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ یعنی آپ کی خوشبو زمان و مکاں کی قیود سے ماوراء ہے۔ یہ حق ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی خوشبو بڑی دیرپا اور دور رس تھی مگر اس محبوب کی خوشبو کا کیا پوچھنا:

- جس کی خواب میں زیارت نصیب ہو جائے تو پورا گھر خوشبو سے مہک جائے
- جس کا ذکر کیا جائے تو محفل معطر ہو جائے
- جس پر درود پڑھا جائے تو محفل معطر ہو جائے
- جس کا کسی پر خواب میں کرم ہو جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے معطر ہو جائے
- اور مزید کرم ہو جائے تو قبر بھی معطر ہو جائے۔

چونکہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات کی متعدی اور غیر متعدی خوشبو کا ذکر ہو چکا ہے، اس لیے اب ہم آپ کے وصال مبارک کے بعد کی متعدی خوشبو کا ذکر کر رہے ہیں۔

صدیوں بعد غلاموں سے خوشبوئے مصطفوی ﷺ

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حضرت محمد بن سعید بن مطرف الخیّاط جو نیک لوگوں میں ایک بزرگ تھے، کہتے ہیں کہ میں نے اپنا یہ معمول بنا رکھا تھا کہ رات کو جب سونے کے واسطے لیٹتا تو ایک مقدارِ معیّن درود شریف کی پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات کو میں بالا خانہ پر اپنا معمول

پورا کر کے سو گیا تو حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی، میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ بالا خانہ کے دروازہ سے اندر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ لا اُس منہ کو لا جس سے تو کثرت سے مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو چوموں گا، مجھے اس سے شرم آئی کہ میں دہن مبارک کی طرف منہ کروں تو میں نے ادھر سے اپنے منہ کو پھیر لیا تو حضور اقدس ﷺ نے میرے رخسار پر پیار کیا، میری گھبرا کر ایک دم آنکھ کھل گئی۔ میری گھبراہٹ سے میری بیوی جو میرے پاس پڑی ہوئی تھی اس کی بھی ایک دم آنکھ کھل گئی

وإذالبيت يفوح مسكامن رائحته وبقيت رائحة المسك في خدي ثمانية أيام.

"تو سارا بالا خانہ مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا اور مشک کی خوشبو میرے رخسار میں سے آٹھ دن تک آتی رہی"۔

(القول البديع ص ۳۸۱، مطالع المسرات ص ۶۱، الدر المنضود فی الصلاة والسلام علی صاحب المقام المحمود لإبن حجر مكي ص ۱۴۰، سعادة الدارين ص ۱۴۲، ۱۴۳، فضائل درود شريف لزكريا سهار نپوري ص ۱۷۲، ۱۷۳)

علامہ ابن قیم حنبلی لکھتے ہیں:

"امام نافع مدنی رحمۃ اللہ علیہ جو قراء عشرہ میں سے اوّل ہیں، جب آپ قرآن پڑھتے یا بات کرتے تو منہ سے مشک اور کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ کسی نے دریافت کیا کہ اے ابو عبد اللہ! جب آپ لوگوں کو پڑھانے کے لیے بیٹھتے ہیں تو کیا خوشبو لگا کر بیٹھتے ہیں؟ فرمایا: خوشبو کا استعمال تو کیا کرتا، میں اس کے قریب بھی نہیں جاتا:

لكن رأيت النبي ﷺ فى المنام وهو يقرأ في فمي فمن ذلك الوقت يشم من في هذه الرائحة.

’’لیکن بات یہ ہے کہ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا کہ میرے منہ سے منہ (مبارک) ملا کر قرآن شریف پڑھ رہے ہیں، اسی وقت سے میرے منہ سے یہ خوشبو آتی ہے‘‘۔

(کتاب الروح لإبن قیم ص ۱۸۲، وطبع آخر ص، معرفة القراء الکبار للذھبي ص ۱۰۸، کشف النظر شرح اردو: النشر لقراء ات العشر ج ۲ ص ۱۰۴)

امام محمد مھدی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوعلی، شیخ ابوعمران البردعی اور شیخ ابوالقاسم کے والد کی باہمی دوستی کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ:

’’شیخ ابوعبداللہ ساحلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مجھے شیخ ابوالقاسم المرید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جب شیخ ابوعمران البردعی ’’مالقہ‘‘ میں تشریف لائے تو اُنکی ملاقات شیخ ابوعلی خراز سے ہوئی، شیخ ابوالقاسم فرماتے ہیں: پھر میرے گھر پر ہم تینوں جمع ہوئے، میرے والد ماجد بھی موجود تھے اور دائمی زکام نے انہیں حسِ شامہ (سونگھنے کی قوت) سے محروم کر رکھا تھا۔ شیخ ابوعمران نے شیخ ابوعلی سے کہا: آپ کو آٹھ سال ہو گئے، درود شریف پڑھنے کا تمہارے اندر کوئی اثر نہیں ہوا۔ انہوں نے عرض کیا: حضور مجھے فلاں فلاں فائدہ حاصل ہوا ہے۔ شیخ ابوعمران نے فرمایا: یہ فوائد تو بچوں کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا ذکر یوں نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا: آپ شیخ ابوالقاسم کے والد کی ہتھیلی میں پھونک ماریں۔ انہوں نے میرے والد کی ہتھیلی میں پھونک ماری تو کستوری کی خوشبو آئی مگر ہلکی سی۔ پھر شیخ ابوعمران نے میرے والد کی ہتھیلی میں پھونک ماری تو اللہ کی قسم میرے والد کے نتھنوں سے خون جاری ہو گیا اور مشک کی خوشبو نہ صرف ہمارے گھر میں بلکہ پڑوسیوں کے گھر میں بھی پھیل گئی۔ پھر شیخ ابوعمران نے فرمایا: کیا حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ خیال مبارک ہے کہ فقط وہی آقا سے فیضیاب ہوئے ہیں؟ نہیں! خدا کی قسم ہم ان کا مقابلہ کریں گے حتیٰ کہ اُنہیں معلوم ہو جائے کہ اُنہوں نے اپنے پیچھے ایسے مرد چھوڑے ہیں جو اپنے آقا

ﷺ پر درود بھیجنا جانتے ہیں''۔

(مطالع المسرات بجلاء دلائل الخيرات ص ٦٣، ٦٤)

نیز امام محمد مھدی الفاسی اور مولانا زکریا سہارنپوری لکھتے ہیں:

وثبت أن رائحة المسک توجد من قبره من كثرة صلاته على النبي ﷺ.

''[یہ بات ثابت شدہ ہے] کہ مؤلف ''دلائل الخیرات'' کی قبر سے خوشبو مشک وعنبر کی آتی ہے اور یہ سب برکت درود شریف کی (کثرت کی) ہے''۔

(مطالع المسرات ص ٤ وص ٦٢، وطبع آخر ص ٥ وص ٦٤، جامع كرامات الأولياء ج١ ص ٢٢٥، فضائل درود شريف للزكريا سهارنپوري ص ١٥٣)

ایسے واقعات بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حسینوں کے حسین نبی ﷺ کی خوشبو فقط آپ تک محدود نہیں بلکہ غلاموں کو بھی حاصل ہوتی ہے، اور یہ خوشبو زمان ومکاں کی قیود سے آزاد ہے۔

سرورِ عالم ﷺ کے اسمِ ذات (محمد ﷺ) کے ذکر اور اس کی برکات حاصل کرنے کے بعد اب ہم دوسرے نمبر پر درجِ ذیل اسمِ مبارک کا ذکر کر رہے ہیں۔

۲۔ الضحوک (ﷺ)

یہ اسم شریف توراۃ سے لیا گیا ہے، اس کو علامہ ابن جوزی، امام سیوطی، علامہ سخاوی، امام قسطلانی اور امام صالحی شامی وغیرھم نے ذکر کیا ہے۔

(الوفا لابن الجوزي ج١ ص ١٠٤، القول البديع ص ٨٢ دار الكتاب العربي بيروت الطبعة الأولىٰ ١٤٠٥ھ، المواهب اللدنية ج١ ص ١٨)

علماء کرام اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

إسمه فى التوراة وذلک أنه كان طيب النفس فكهاً.

نبی اکرم ﷺ کا یہ نام مبارک توراۃ میں مذکور ہے اور یہ نام آپ کے نفس کی پاکیزگی اور عمدہ خوشبو

کی وجہ سے ہے‘‘۔

(الوفا لابن الجوزي ج۱ ص ۱۰٤ مطبعة السعادة مصر الطبعة الأولى ۱۳۸٦ھ، الرياض الأنيقة في شرح أسماء خير الخليقة للسيوطي ص ۲۰۲، شرح الزرقاني على المواهب ج٤ ص ۲۰۲)

یعنی توراۃ شریف میں آپ کے صفاتی اسم ’’الضحوک‘‘ سے بتایا گیا ہے کہ آخر الزمان نبی بہت عمدہ خوشبو والا اور دلآویز نکہت والا ہوگا، یہاں تک کہ آپ کو تلاش کرنے والا آپ کی خوشبو کے ذریعے آپ کو پالے گا۔ گویا آپ کی خوشبو بھٹکے ہوؤں کے لیے رہبر ثابت ہوگی۔

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے
بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

۳۔ الطّاهِرُ (ﷺ)

اس اسم مبارک کی تشریح میں شیخ ابو عبداللہ محمد بن قاسم الرصّاع متوفی ۸۹۴ھ لکھتے ہیں:

’’طاہر: طہارۃ سے مشتق (نکلا ہوا) ہے اور یہ نزاہت کے معنیٰ میں ہے، یعنی جمیع وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ میں پیدا فرمائیں جسم، روح، صورت، نشوو نما، ہیئت اور نفس سب کو اُس سبحانہ وتعالیٰ نے منزہ پیدا فرمایا ہے، کیونکہ آپ کی تخلیق ایسی اکمل ترین صورت میں ہوئی ہے جس کی طرف تمام پاکیزہ نفوس اور حسی ومعنوی طور پر منزہ طبائعِ سلیمہ مائل ہوں، اور میرے نزدیک یہ اسم شریف تمام حسی اور معنوی تنزیہ کو شامل ہے اور جو چیز مقام نبوت کے خلاف، مرتبۂ رسالت کے منافی، انبیاء کرام علیهم السلام کے حق میں محال اور ان کی عصمت کے عدم ثبوت پر دلالت کرے، یہ اسم ان سب کو مانع ہے، کیونکہ عصمت ان کی جناب کے لیے واجب ہے۔

ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

اور اسی طرح آنسرور علیہ افضل الصلاۃ و السلام کی حسی طہارت کا کمال تھا اور اسی طرح جمیع انبیاء کرام علیہم السلام جسمانی نظافت، عمدہ خوشبو اور پسینہ کی شان

رکھتے تھے، اور یونہی سرورِ عالم ﷺ تمام پلیدیوں اور جسم کے تمام ظاہری اور باطنی عیوب سے پاک تھے بلکہ آپ کے دستِ کریم کی خوشبو کی یہ شان تھی کہ گویا ابھی عطار کے بکس سے نکلا ہے۔علماء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کے خصائص سے ہے، خواہ آپ خوشبو کو مس کرتے یا نہ کرتے بلکہ آپ کی خوشبو ہر خوشبو پر فائق تھی اور آپ کا پسینہ مبارک خوشبوؤں کی خوشبو تھا، جیسا کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کے پسینے کو جمع کرنے پر عرض کیا تھا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملائیں گے، یہ ہمارے نزدیک خوشبوؤں کی خوشبو ہے۔

اور آپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ جہاں سے آپ گزر جاتے وہ راہ آپ کی خوشبو کی وجہ سے پہچانی جاتی اور لوگ جان لیتے کہ اللہ کے نبی ﷺ یہاں سے گذرے ہیں، اور علماء کرام رحمہم اللہ نے آپ کے جسم اقدس سے نکلنے والی ہر چیز کی طہارت کا قول کیا ہے، کیونکہ آپ کی خوشبو پاکیزہ تھی، اور اس لیے کہ ہمارے نبی ﷺ کے اندر کوئی چیز مکروہ (ناپسندیدہ) نہیں تھی بلکہ وہ چیز تھی جو دیکھنے والے کی محبت میں مزید اضافہ کرتی تھی، اور بیشک برکۃ نامی خاتون نے آپ کا بول (پیشاب) مبارک پی لیا تھا اور وہ پیشاب اور عمدہ ترین پانی کے مابین فرق نہیں کرسکی تھیں، پھر نبی کریم ﷺ نے بھی ان کے عمل کو مقرر رکھا تھا اور انہیں خوشخبری سنائی تھی کہ ان کا پیٹ امراض سے محفوظ ہوگیا پھر ان کے پیٹ کو کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔اور ان تمام مندرجات پر بکثرت احادیث منقول ہیں اور اس پورے مضمون میں کوئی غرابت نہیں ہے۔

بعض عشاق نے فرمایا ہے: چونکہ رب العزت نے ہمارے نبی ﷺ کو پیدا فرما کر اپنا حبیب بنانا تھا اس لیے آپ کی خلقت کو ہمہ پہلو کامل بنایا تا کہ اہل علم پر آپ کو پیش کیا جائے تو وہ آپ کو قبول کریں اور تحسین کریں، اور آپ کے اندر ایسی کوئی چیز نہیں رکھی جو انکار اور نفرت کا باعث ہو۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ

کو اپنی محبت کی آماجگاہ بنایا اور پوری مخلوق میں سے آپ کو اپنے لیے منتخب فرمایا؟"

(تذكرة المحبين شرح أسماء سيد المرسلين ص ۱۱۷، ۱۱۸)

امام قسطلانی اور امام زرقانی لکھتے ہیں:

وأما الطاهر، أي النقي من النقائص والأدناس الحسية والمعنوية، حتى قال قوم بطهارة فضلاته وهو المعتمد.

"طاہر: یعنی تمام نقائص سے پاک اور حسّی ومعنوی پلیدیوں سے منزہ، یہاں تک کہ فقہاء کرام کی ایک جماعت نے آپ ﷺ کے تمام فضلات شریفہ کو طاہر کہا ہے اور یہی معتمد مذہب ہے"۔

(زرقاني على المواهب ج ۳ ص ۱۷۰ وطبع آخر ج ٤ ص ۲٦۷)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

"اور آپ ﷺ کا اسم "طاہر" حسی اور معنوی نقائص سے پاک ہونے کی وجہ سے ہے، حتیٰ کہ فقہائے شافعیہ نے آپ کے فضلات شریفہ مثلاً پاخانہ، پیشاب اور خون کو طاہر کہا ہے، اور امام سبکی اور امام بلقینی نے اسی قول کو ترجیح دی اور اسی پر ان کا فتویٰ ہے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ کا بول مبارک پی لیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے آپ کے جسم شریف سے جدا شدہ خون مبارک کو پی لیا تھا اور آپ ﷺ نے ان پر تنکیر نہیں فرمائی تھی"۔

(نسيم الرياض ج ۲ ص ٤٠٠)

۴۔ طاب طاب (ﷺ)

علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

"اس کا معنی ہے "طیب طیب"۔ نیز فرمایا: "طاب" کے معنی لذیذ اور مزیدار کے بھی ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کا ذکر جس قوم میں بھی کیا گیا اس نے پسند کیا"۔

(الرياض الأنيقة ص ۲۰٤، شرح الزرقاني على المواهب ج ٤ ص ۲۰۳)

چونکہ اسمِ "طاب طاب" کا معنی طیب طیب بھی ہے اس لیے اس کی مزید تشریح اسم طیب کے تحت

ملاحظہ فرمائیں۔

۵۔ اَلطَّیِّبُ (ﷺ)

عبدالحفیظ بلیاوی نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

''پاکیزہ، حلال اور اچھا''۔ (مصباح اللغات)

امام صالحی شامی اور امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

''طیب، سید کے وزن پر ہے، اس کا معنی طاھر ہے، یا اس کا معنی ہے ''اَزْکی'' سب سے بڑھ کر پاکیزہ: لأنه لا أطيب منه قلباً و قالباً.

''اس لیے کہ قلب اور قالب (دل اور جسم) کے لحاظ سے آپ سے زیادہ کوئی پاکیزہ نہیں ہے''۔

(سبل الهدیٰ ج۱ ص ٤٨٥، زرقاني علی المواهب ج٤ ص ٢٠٣)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ اسم امام نسفی، امام عزفی، امام ابن وحیہ اور امام ابن سید الناس نے ذکر کیا ہے۔ عزفی نے فرمایا: اس لیے کہ آپ سے زیادہ کوئی طیب نہیں ہے، بایں وجہ کہ آپ خبثِ قلبی سے پاک ہیں کیونکہ آپ سے علقہ زائل کر دیا گیا تھا، اور آپ خبثِ قولی سے پاک ہیں کیونکہ آپ صادق اور مصدوق (بالاتفاق تسلیم شدہ سچے) ہیں، اور آپ خبثِ عملی سے پاک ہیں، کیونکہ آپ سراپا طاعت ہیں۔ امام ترمذی نے ''الشمائل'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے کبھی کسی مشک اور عطر کو نہیں سونگھا جو نبی کریم ﷺ کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

اور امام مسلم نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہلی نماز پڑھی، پھر آپ اپنے گھر والوں کی طرف تشریف لیجانے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا، کچھ بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ نے ایک ایک بچے کے رخسار پر ہاتھ پھیرا۔ فرماتے ہیں: آپ نے میرے رخسار پر بھی ہاتھ مبارک پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اور خوشبو کو ایسا پایا گویا کہ آپ نے عطار کے بیگ سے ہاتھ نکالا ہے۔

اور امام احمد نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا، پس جب آپ کی روح مبارک نے پرواز فرمائی تو میں نے آپ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ خوشبو نہ پائی''۔

(الریاض الأنیقة ص ۲۰۵)

امام محمد بن قاسم الرصّاع رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے، نیز فرمایا:

''آپ کسی خوشبو کو مس کرتے یا نہ کرتے برابر آپ سے یہ خوشبو آتی رہتی، آپ سے جو شخص مصافحہ کرتا تو سارا دن خوشبو میں بسا رہتا اور آپ جس بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے تو وہ آپ کی خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔ اس حقیقت کے بیان میں بکثرت احادیثِ متواترہ آئی ہیں، اور بیشک مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو کی مانند کوئی کستوری اور کوئی خوشبو نہیں تھی۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے حسنِ صورت، جمال اور دلکش منظر میں آپ کو اکمل اور اعلیٰ بنایا تھا اسی طرح آپ کی خوشبو اور پسینہ ہر خوشبو سے زیادہ خوشبودار تھا، اس بات کی شہادت ہر مخالف اور موافق نے دی''۔

(تذکرۃ المحبین شرح أسماء سید المرسلین ص۴۳٦)

امام محمد مہدی الفاسی اور شیخ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہما نے اس سے بھی زیادہ تفصیل فرمائی ہے، اور اس تفصیل میں آپ کے فضلات شریفہ کی طہارت بھی بیان فرمائی ہے۔

(مطالع المسرات ص ۹۱، وطبع آخر ص ۹۳، جواہر البحار ج ۲ ص ۴٦۹)

حلال، طیب اور طاہر میں فرق

امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ''طَیِّبٌ'' کی تشریح میں نفیس گفتگو فرمائی ہے، آپ سے کسی نے پوچھا:

''**كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالًا طَيِّبًا**'' میں ''طیبا'' کی قید کیسی ہے؟ کیونکہ ہر حلال طیب (ہی) ہے۔ ارشاد فرمایا: جو چیز حلال ہو اور طیب ہو اُسے کھاؤ۔ آیت کے یہ معنی ہیں۔ (پھر فرمایا) ہر طیب حلال ہے لیکن ہر حلال طیب نہیں ہے۔ جو چیزیں

مکروہ ہیں وہ طیبات سے خارج ہیں۔ پھر پوچھا: آدمیوں کی ہڈی طیب ہے؟ فرمایا:
طاہر ہے طیب نہیں۔ طاہر کے معنی پاک کے ہیں۔ اگر نماز میں پاس ہو تو حرج نہیں،
اور طیب کے معنی پاک جائز الاستعمال (کے ہیں) جس میں کسی جہت سے نقصان نہ
ہو۔ ناقص چیز کو خبیث کہا جاتا ہے۔ طاہر عام ہے، حلال اُس سے خاص ہے، طیب
اُس سے بھی خاص ہے"۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ص ۳۵۷،۳۵۸)

امام احمد رضا حنفی علیہ الرحمۃ کی اس تشریح سے لفظ طیب کا معنی پوری طرح واضح ہو گیا کہ طاہر عام ہے، حلال اُس سے خاص ہے اور طیب اُس سے بھی خاص ہے۔ اس توضیح کے بعد یہ بات خوب ذہن نشین فرمالیجئے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے اِس نام کا اطلاق فقط آپ کے کسی جزو پر نہیں ہے بلکہ مکمل سراپا پر ہے، سر سے لے کر قدمین شریفین تک آپ طیب ہیں۔ یہ نہیں کہ جسم شریف کا ایک حصّہ طیب اور دوسرا غیر طیب، معاذ اللہ! بلکہ آپ کا ہر ہر عضو اور جسم شریف میں موجود ہر ہر ذرہ طیب ہے۔

مَاذْمَّاذْ، مُوْذْمُوْذْ، مِیْذْمِیْذ

چونکہ یہ اسم شریف "طَیِّبٌ" کے معنی میں ہے اس لیے اسمِ "طَیِّبٌ" کے بعد اس کا درج کرنا مناسب ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ان میں سے پہلا اسم قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ گذشتہ کتب میں مذکور ہے اور اس کا معنی ہے "طَیِّب طَیِّبٌ" اور ہمارے شیخ امام شُمُنِّي نے اس کا تلفظ میم کی فتحہ، الف غیر مہموز اور "ذ" کے ساتھ ضبط فرمایا ہے۔ دوسرا اسم امام عزفی نے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ صحفِ ابراہیمی میں مذکور ہے، اور انہوں نے تیسرے اسم کے متعلق فرمایا کہ یہ تورات شریف میں مذکور ہے"۔

(الرياض الأنيقة في شرح أسماء خير الخليقة ص ۲۵۸)

قیاسِ غالب ہے کہ یہ ایک ہی اسم ہے لیکن مختلف قوموں میں اس کی ادائیگی کے انداز کے باعث تین شکلوں میں لکھا اور پڑھا گیا ہے۔ چنانچہ اکثر سیرت نگار حضرات نے فقط پہلے تلفظ (مَاذْمَّاذْ) کے

ساتھ ہی یہ اسم ذکر کیا ہے۔ تمام اہلِ لغت نے اس لفظ کا معنی طیب طیب کیا ہے، لفظی تکرار کی مناسبت سے معنی میں بھی تکرار ملحوظ رکھا گیا ہے۔ امام ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

والماذ: الحسن الخُلُقِ، الفکه النفس، الطیب الکلام، الماذي: العسل الأبیض.

''ماذ کا معنی ہے حسنِ خلق، شیریں نفس اور شیریں کلام، حرف ''ی'' کے اضافہ سے ایک لفظ ''الماذي'' کا معنی ہے سفید شہد''۔

(لسان العرب ج۱۳ ص ۲۲۰)

صاحبِ معجم الوسیط لکھتے ہیں:

الماذ: الطیب، الماذي العسل الجید.

''الماذ کے معنی خوشبو اور'' الماذي'' کے معنی عمدہ اور خالص شہد''۔

(المعجم الوسیط ج۲ ص ۸۹۱)

لوئیس معلوف الیسوعی اور عبدالحفیظ بلیاوی لکھتے ہیں:

الماذي: العسل الأبیض أو جیده.

''الماذي: سفید یا عمدہ شہد کو کہتے ہیں''۔

(المنجدفی اللغة ص ۷۷۹، مصباح اللغات ص ۸٤۲)

امام زرقانی لکھتے ہیں:

وقول التلمساني أنه مأخوذ من الماذ وهو العسل الأبیض لحلاوته في ذاته وصفاته.

''اور امام تِلمسانی کا قول ہے کہ یہ لفظ الماذ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے سفید شہد، نبی ﷺ کو آپ کی ذاتی اور صفاتی حلاوت کی وجہ سے ماذ ماذ کہا جاتا ہے''۔

(زرقاني علی المواهب ج٤ ص ۲٦۷)

جسمِ نبوی ﷺ کی مٹھاس

نبی کریم ﷺ کے اخلاق حمیدہ کو تو ہر شخص شہد سے بھی زیادہ میٹھا سمجھتا ہے، کفار بھی آپ کے اخلاقِ

حسنہ کے قائل ہیں، لیکن اس کو معنوی مٹھاس کہا جاتا ہے اور یہاں ہم حضور ﷺ کی معنوی نہیں بلکہ حسی اور جسمانی مٹھاس کی بات کر رہے ہیں۔

مشہور مقولہ ہے: ''كل إناء ينضح بمافيه'' (ہر برتن وہی نکالتا ہے جو اُس میں ہو)۔

(مفيد الطالبين ص٦)

اس قاعدہ کو سامنے رکھتے ہوئے آیئے دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کے لغوی معنی کی تاثیر حضور ﷺ کی ذات بابرکات میں تھی یا نہیں؟ درج ذیل احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جسمانی طور پر بھی شہد سے زیادہ میٹھے تھے۔ چنانچہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ نے جو آنحضرت ﷺ کے جسمِ اقدس سے نکلا ہوا خون پیا، وہ کیسا تھا؟ فرمایا:

أما الطعم فطعم العسل و أما الرائحة فرائحة المسک.

''ذائقہ شہد کی طرح میٹھا اور خوشبو مشک کی طرح''۔

(شرح الشفاء لعلي القاري ج١ ص١٦٢)

گذشتہ صفحات میں متعدد حوالہ جات کے ساتھ لکھا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک کنویں میں کلی فرمائی تو اس سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی اور وہ مدینہ مقدسہ کے تمام کنوؤں سے زیادہ میٹھا ہو گیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ فقط معنًی ہی میٹھے نہیں تھے بلکہ جسماً بھی میٹھے تھے، اور سراپا ''ماذماذ'' تھے۔

امام قسطلانی اور امام محمد مہدی الفاسی رحمۃ اللہ علیہما ''ماذماذ'' کے معنی میں لکھتے ہیں:

''اس کا معنی ہے ''طَيِّب طَيِّبٌ'' اور بلاشبہ نبی کریم ﷺ تمام طیبین سے بڑھ کر طیب ہیں، اور تمہارے لیے اتنی دلیل کافی ہے کہ آپ کا پسینہ بطورِ خوشبو لیا جاتا تھا، پس آپ ہی وہ ہستی ہیں جن سے پھیلنے والی ہوا کو اللہ تعالیٰ نے موجودات کے لیے طیب بنایا، پس کائنات نے آپ سے خوشبو اخذ کی تو رفعت کو پہنچی، اور دلوں نے آپ سے روحانی غذا پائی تو طیب ہو گئے اور روحوں نے آپ سے فیض لیا تو ثمر آور ہوئیں''۔

(المواهب اللدنية ج٢ ص٣٨، ٣٩، مطالع المسرات بجلاء دلائل الخيرات ص٩١ وطبع

آخر ص ۹٤)

طِبُتَ حَیًّا وَّ مَیِّتًا

طِبُتَ حَیًّا وَّ مَیِّتًا، یہ ایک اثر (قولِ صحابی) ہے، جو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے اُس وقت بیساختہ صادر ہوا جب اُنہوں نے بعد از وصالِ نبوی ﷺ لطافت، نفاست اور خوشبو پائی۔ چونکہ اِس اثر (قولِ صحابی) کی اسم "الطَیِّبُ" کے ساتھ لفظی اور معنوی مطابقت ہے اس لیے ہم اس اثر پر کچھ روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں۔

عام مشاہدہ ہے کہ نفاست پسند انسان دنیا میں جب تک جسمانی اور مالی طور پر خود مختار ہوتا ہے تو ایسی کوئی چیز اُس کے قریب ہی نہیں آسکتی جو اُس کے اپنے مزاج کے خلاف ہو اور دوسرے لوگ بھی اس سے گھن محسوس کریں۔ مزید برآں وہ طرح طرح کی قیمتی خوشبوئیں بھی استعمال میں لاتا ہے لیکن یہی نفاست پسند جب جسمانی طور پر دوسروں کا مرہونِ منت ہو جاتا ہے تو سابقہ ساری نفاستیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ مال و دولت کا مالک وہ اُس وقت بھی ہوتا ہے لیکن بے سود۔ ایسی حالت میں اور تو اور خود اُس کی اپنی اولاد بھی اس سے بیزار ہو جاتی ہے۔ آخری سانسوں تک ماحول کو خوشگوار رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر جب اس کی روح نکل جاتی ہے اور جسم ڈھیلا ہو جاتا ہے تو بدبو مزید تیز ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اُمراء لوگ اس وقت پرفیوم وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں، لیکن کیا مجال کہ حقیقی اولیاء کرام کو یہ حالت پیش آئے، پھر انبیاء کرام علیہم السلام کا تو مقام ہی بہت ارفع ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ بوقتِ وصال ہمارے نبی کریم ﷺ کی کیا شان تھی؟ اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مات النبي صلى الله عليه [و آله] وسلم، فلما خرجت نفسه ما شممت رائحةً قط أَطْيَبُ منها.

"نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک ہوا، پھر جب آپ کی روح مبارک نے رفیقِ اعلیٰ کی طرف پرواز فرمائی تو میں نے ایسی خوشبو پائی جو کبھی نہیں پائی"۔

(مختصر زوائد البزار للعسقلاني ج ۲ ص ۲۷۹ رقم ۱۸٦۳، كشف الأستار عن زوائد البزار

لـلـهيثمي رقم ۸۵۱، مجمع الزوائد ج۸ ص ۶۱۴، الخصائص الکبریٰ ج۲ ص ۴۷۹، الوفا لإبن الجوزي ج۲ ص ۷۸۸، جامع الآثار في مولد النبي المختار ﷺ للدمشقي ج۵ ص ۲۶۷۶)

ام المومنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وَضعتُ يدي على صدرِ رسول الله ﷺ يوم مات، فمر بي جُمَعٌ آكُلُ وأتوَضَّاءُ، ماتذهب ريح المسک من يدي.

"رسول اللہ ﷺ کے وصال کے روز میں نے اپنا ہاتھ آپ کے مبارک سینے پر رکھا تو کئی جمعے گذر گئے، میں کھاتی رہی اور وضو کرتی رہی مگر میرے ہاتھ سے مشک کی خوشبو نہ گئی"۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج۷ ص ۲۱۹، تاريخ الإسلام للذهبي ج۱ ص ۶۳۱، سير أعلام النبلاء ج۱ ص ۴۳۶، البداية والنهاية ج۵ ص ۳۳۸، السيرة النبوية لإبن كثير ج۴ ص ۴۰۱، الخصائص الکبریٰ ج۲ ص ۴۸۰، إتحاف الزائر ص ۱۴۰، جامع الآثار في مولد النبي المختار ﷺ ج۵ ص ۲۶۷۶)

یہ خوشبو تو تھی خروجِ روح کے وقت، پھر جب غسل دیا گیا تو اس وقت کیا شان تھی؟ چونکہ غسل مبارک کی سعادت مولیٰ علی علیہ السلام کو حاصل ہوئی تھی، لہٰذا یہ اُنہیں سے معلوم کرتے ہیں۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عن سعيد بن المسيب عن علي بن أبي طالب عليه السلام قال: لما غسّل النبي ﷺ ذهب يلتمس منه مايلتمس من الميت، فلم يجده، فقال: بأبي الطيب، طبت حياً وطبت ميتاً.

"حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا تو وہ اس چیز کی جستجو میں لگ گئے جو عموماً میت سے پائی جاتی ہے جب کچھ نہ پایا تو پکار اٹھے: طیب پر میرے ماں باپ قربان، آپ حیات میں بھی طیب ہیں اور وصال میں بھی طیب ہیں"۔

(سنن إبن ماجه ج۲ ص ۲۰۴ رقم ۱۴۶۷)

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ (قابلِ اعتماد) ہیں، یحیٰ بن خذام کا ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور صفوان بن عیسی سے امام مسلم نے دلیل لی ہے، اور باقی راوی مشہور ہیں''۔

(زوائدسنن إبن ماجه ص ٢١٤ رقم٤٨٨)

امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث شیخین (امام بخاری و مسلم) کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اور ذھبی نے ان کی تائید کی ہے۔

(المستدرك على الصحيحين ج٣ ص٥٩ وطبع آخر ج٣ ص٦٠٧ رقم ٤٤٥٣، تلخيص المستدرك ج٣ ص٥٩)

امام ابن ماجہ اور امام حاکم کے علاوہ باختلاف الفاظ یہ حدیث امام ابن سعد، امام ابن جوزی، امام ذھبی، امام سیوطی اور امام قسطلانی نے بھی ذکر کی ہے۔

(الطبقات الكبرى لإبن سعد ج٢ ص٣٨٩، ٣٩٠، الوفالإبن الجوزي ص ٨٠٩، صفة الصفوة لإبن الجوزي ج١ ص١١٩ سير أعلام النبلاء للذهبي ج ١ ص ٤٤٢، الخصائص الكبرى ج٢ ص٤٨٢، المواهب اللدنية ج٤ ص ٥٥٧، تهذيب الخصائص النبوية الكبرى ص٤٥٥)

ایک اور حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو غسل دیا:

فعصر بطنه فى الوسطى فلم يخرج شيء، فقال: بأبي أنت و أمي طيباً فى الحياة وطيباً فى الموت.

''تو آپ ﷺ کے شکم اقدس کو نچوڑا لیکن کچھ نہ نکلا، اس پر وہ بول اُٹھے: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ حیات اور وصال دونوں حالتوں میں طیب ہیں''۔

(الوفابأحوال المصطفى ﷺ لإبن الجوزي ص ٨١٠، خلاصة سير سيد البشر ﷺ ص ١٨٠)

ایک اور روایت میں ہے کہ مولیٰ علی علیہ السلام نے تعجب کے انداز میں عرض کیا: ''**ما أطيبک حيًا وميتا**''، (حیات و وصال میں آپ کس قدر پاکیزہ ہیں)۔

(الوفالإبن الجوزي ص ٨١٠، إتحاف الزائر لإبن عساكر ص١٣٦، ١٣٧)

ایک اور حدیث میں ہے:

''حضرت مولیٰ علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جب میں نے حضور ﷺ کو غسل دیا تو بہت غور سے دیکھا کہ کہیں آپ سے بھی وہ چیز نکلتی ہے جو عام میت سے نکلا کرتی ہے؟

فلم أجد شيئاً، فقلتُ طبتَ حيًّا وميتاً، قال: وسطعت منه ريح طيبة لم نجد مثلها قط.

سو میں نے کوئی چیز نہ پائی، تو میں نے عرض کی میرے آقا (علیک الصلوٰۃ والسلام) آپ حیات و وصال دونوں حالتوں میں طیب ہیں۔ فرماتے ہیں: اور آپ سے ایسی طیب خوشبو اٹھی جس کی مثل ہم نے کبھی نہیں پائی''۔

(الطبقات الكبرى لإبن سعد ج ۲ ص ۳۸۹، الشفاء ج ۱ ص ٤۱ مطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده، بمصر ۱۳٦۹ھ)

ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں: ایک روایت میں ہے:

فاح ريح المسک فی البيت لما في بطنه، قيل وإنتشر فی المدينة.

''حضور ﷺ کے شکمِ اطہر سے خارج شدہ خوشبو پورے گھر بلکہ پورے مدینہ میں پھیل گئی''۔

(شرح الشفاء لعلي القاري ج ۱ ص ۱٦۱)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی کہا تھا جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے جسد شریف کو بوسہ دیا تھا''۔

(الشفاء ج ۱ ص ٤۱ مطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر ۱۳٦۹ھ)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے موجود نہیں تھے، جب پہنچے:

فكشف عن وجهه و قبل جبينه وخديه ومسح وجهه وجعل يبكي ويقول: بأبي أنت وأمي ونفسي وأهلي طبتَ حيًّا وميتًا.

تو حضور ﷺ کے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا اور آپ کی پیشانی اور رُخسارِ اقدس کو بوسہ دیا اور چہرۂ انور پر ہاتھ پھیرا، اور روتے ہوئے عرض کر رہے تھے: میرے ماں باپ، جان و اولاد آپ پر قربان ہوں! آپ حیات و وصال دونوں حالتوں میں طیب ہیں"۔

(إحياء علوم الدين ج٤ ص٤١٣، الطبقات الكبرى لإبن سعد ج ٢ ص ٣٨١، الخصائص الكبرى ج٢ ص ٤٧٩، المواهب اللدنية ج٤ ص ٥٤٤)

مولیٰ علی علیہ السلام کا چشمانِ نبوی ﷺ سے پانی چوسنا

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا ہر حال طیب، معطر اور پسندیدہ تھا، اور اتنا طیب اور پسندیدہ تھا کہ بعض جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی آنکھوں میں جمع شدہ پانی کو چوس لیا۔ چنانچہ امام ابنِ جوزی سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

كان الماء يستنقع من جفون النبي صلى الله عليه وسلم و كان عليٌ يحسوه.

"غسل دیتے وقت پانی نبی اکرم ﷺ کی چشمان مقدس میں جمع ہو گیا تو مولیٰ علی علیہ السلام نے اسے چوس لیا"۔

(الوفا بأحوال المصطفى ﷺ لإبن الجوزي ص ٨١٠، المواهب اللدنية ج ٤ ص ٥٥٧)

خدا جانے کہ مولیٰ علی علیہ السلام نے یہ پانی کس نیت سے پیا ہوگا؟ بہر حال سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس نیت سے بھی پیا ہوگا کیا آپ کو اس سے کوئی فائدہ بھی حاصل ہوا ہوگا یا نہیں؟ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس سے فائدہ حاصل ہوا مگر ہمارے بعض محدثین کو ان روایات کے تسلیم کرنے میں کچھ تأمل ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وأما روي أن علياً لما غسله ﷺ إمتص ماء محاجر عينه فشربه، وأنه قد ورث بذلك علم الأولين والأخرين، فقال النووي: ليس بصحيح.

"اور وہ جو روایت کی گئی ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے چشمانِ نبوی ﷺ میں جمع شدہ پانی چوس کر پی لیا، اور اس کی بدولت وہ اوّلین و آخرین کے علم کے وارث ہو گئے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں: یہ صحیح نہیں ہے"۔

(المواهب اللدنية ج ٤ ص ٥٥٧)

امام زرقانی نے لکھا ہے کہ امام سخاوی نے امام نووی کے حکم کو مقرر رکھا ہے۔

(زرقاني على المواهب ج ١٢ ص ١٦٠)

ان بزرگوں نے "ليس بصحيح" (یہ صحیح نہیں ہے) تو فرمادیا لیکن یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ کیوں صحیح نہیں؟ اگر اس سے سنداً صحت کی نفی مراد ہے تو سند ہمارے سامنے نہیں ہے اور اگر متناً نفی مراد ہے تو یہ محض تحکم ہے۔ کیونکہ اس حدیث کا متن سو فیصد مولیٰ علی علیہ السلام کی ذات بابرکات پر صادق آتا ہے، اور بلاشبہ آپ اولین و آخرین کے علوم کے وارث تھے۔ چند شواہد ملاحظہ ہوں

❁ سندِ حسن کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا: "أكثرهم علماً" (وہ علم میں تمام اُمت سے زائد ہے)۔

(مسند أحمد ج ٥ ص ٢٦ و ج ٦ ص ٧٩٤ رقم ٢٠٥٧٣، المعجم الكبير ج ٢٠ ص ٢٢٩، مصنف إبن أبي شيبة ج ٦ ص ٣٧٦ رقم ٣٢١٢٢، وطبع آخر ج ١٧ ص ١٣٦ رقم ٣٢٧٩٤، الأحاد والمثاني لإبن أبي عاصم ج ١ ص ١٤٢ رقم ١٦٩، المعجم الكبير للطبراني ج ١ ص ٥١ رقم ١٥٦ وطبع جديد ج ١ ص ٥٧ رقم ١٥٤، عن أبي إسحاق، سير أعلام النبلاء للذهبي ج ٢ ص ٦٢، تاريخ مدينة دمشق لإبن عساكر ج ٤٢ ص ١٢٦، مختصر تاريخ دمشق ج ١٧ ص ٣٣٧، ٣٤١، نساء أهل البيت، للدكتور خليل جمعة ص ٥٤٥)

❁ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اولین و آخرین آپ کے علم کو نہیں پہنچتے۔

(السنن الكبرى للنسائي ج ٧ ص ٤١٦ رقم ٨٣٥٤ وطبع آخر ج ٥ ص ١١٢ رقم ٨٤٠٨، صحيح إبن حبان ج ١٥ ص ٣٨٣ رقم ٦٩٣٦ وطبع آخر ج ٩ ص ٤٥ رقم ٦٨٩٧، مسند أحمد ج ١ ص ١٩٩ رقم ١٧١٩، ١٧٢٠، كتاب الزهد للإمام أحمد ص ١٩٥ رقم ٧٠٩، فضائل الصحابة ج ١ ص ٦٧٤ رقم ٩٢٢ و ج ٢ ص ٧٣٧ رقم ١٠١٣، مصنف

إبـن أبـي شيبة ج٦ ص ٣٧٢ رقـم٣٢٠٨٥ وص ٣٧٣ رقـم٣٢٠٩٦ وص ٣٧٤ رقـم٣٢١٠١، وطبع آخرج١٧ ص ١٢٢ رقم٣٢٧٥٧، وص ١٢٤ رقم٣٢٧٧٣، مسند أبي يعلى ج٦ ص ٢٥ رقم٦٧٢٤، ٦٧٢٥، المستدرك للحاكم ج٣ ص ١٧١ وطبع آخرج٤ ص ١٦٥ رقم٤٨٥٥)

حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان علي بن أبي طالب عنده علم الظاهر و الباطن.

''بیشک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس علمِ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔''

(حلية الأولياء ج١ ص ١٠٥، تاريخ دمشق لإبن عساكر ج٤٢ ص ٤٠٠، مختصر تاريخ دمشق لإبن منظور ج١٨ ص ٢٣، الجواهر الحسان للثعالبي ج١ ص ٣٥، أسنى المطالب في مناقب علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ ص ٧٣، الإتقان ج٢ ص ٤٦٦، كفاية الطالب ص ١٥٨، تهذيب أسنى المطالب ص ٨٢، البرهان الجلي ص ٧١، ٧٢، أنوار العرفان، للفيضي ص ٢٣٧)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب ہمیں کسی چیز کا ثبوت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل جائے تو پھر ہم کسی اور کی طرف رجوع نہیں کرتے''۔

(الإستيعاب ج٣ ص ٢٠٧، أسد الغابة ج٤ ص ١١٠، تاريخ دمشق لإبن عساكر ج ٤٢ ص ٤٠٧، مختصر تاريخ دمشق لإبن منظور ج١٨ ص ٢٦، الإصابة ج٤ ص ٤٦٧، قضاء علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ لعبد المنعم ص ٢٨)

ام المومنین طیبہ طاہرہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

عليٌّ أعلم الناس بالسنة.

''حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے بڑھ کر سنت کے عالم ہیں۔''

(تاريخ مدينة دمشق لإبن عساكر ج٤٢ ص ٤٠٨، مختصر تاريخ دمشق ج ١٨ ص ٢٦، الإستيعاب ج٣ ص ٢٠٦، الرياض النضرة ج٤ ص ١٣٧)

سب سے اہم حقیقت یہ ہے کہ اولین وآخرین کا تمام علم قرآن کریم میں ہے اور مولیٰ علی علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی امتی قرآن کا عالم نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: لوگو تم مجھ سے سوال کرو! بخدا تم قیامت تک جس چیز کے متعلق بھی سوال کروگے میں تمہیں بتاؤں گا، اور تم مجھ سے قرآن مجید کی بابت سوال کرو، بخدا قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری یا دن میں، میدانوں میں نازل ہوئی یا پہاڑوں میں؟''۔

(كتاب الفقيه والمتفقه ج٢ ص٣٥١، ٣٥٢، جامع بيان العلم ج١ ص٤٦٤، تاريخ دمشق لابن عساكر ج٤٢ ص٣٩٧، ٣٩٨، مختصر تاريخ دمشق لابن منظور ج١٨ ص٢٢، ٢٣، الإتقان ج٢ ص٤٦٦، جمع الجوامع ج١٣ ص ٦٨ وص ٢٢٧ مفصلاً وص ٢٣٠)

نیز آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''لوگو تم مجھ سے قرآن کی جس آیت یا حدیث رسول ﷺ کے بارے میں دریافت کروگے تو میں تمہیں بتاؤں گا''۔

(تفسير إبن كثير ج٤ ص٢٤٨، أسمى المطالب في سيرة علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ ص ٥٥)

آپ کے علاوہ دوسرے کسی شخص نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی شخص نے یہ دعوی نہیں کیا ''سَلُوْنِي'' (مجھ سے سوال کرو) ماسوا علی بن ابی طالب علیہ السلام کے''۔

(كتاب الفقيه والمتفقه ج٢ ص٣٥٢، أسد الغابة ج٤ ص١٠٩، تاريخ دمشق لابن عساكر ج ٤٢ ص٣٩٩، سبل الهدىٰ والرشاد ج١١ ص٢٨٩، جمع الجوامع ج١٣ ص٣١٩)

خلاصہ یہ ہے کہ مولیٰ علی علیہ السلام ''أَعْلَمُ النَّاسِ'' (سب سے بڑے عالم) تو پہلے سے ہی تھے پھر چشمانِ نبوی ﷺ میں جمع شدہ پانی کو چوسنے اور پینے سے انہیں مزید برکت حاصل ہوئی ہو تو کیا بعید ہے؟

لہٰذا اصطلاحِ محدثین کے طور پر بعض علماء کے "لیس بصحیح" کہنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا، قسّامِ ازل نے جس کو "أعْلَمُ النَّاسِ" بنانا تھا بنا دیا۔ اِس سلسلے میں تفصیل درکار ہو تو راقم اثیم کی تصنیف "شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ" اور "شرح: أسنى المطالب في مناقب سيدنا علي بن أبي طالب للجزري" کا مطالعہ فرمائیں۔

جسمِ نبوی ﷺ کی ہر چیز کی طہارت کا راز

سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس سے خارج ہونے والی ہر چیز پاک کیوں؟ اس سوال کا جواب علماء کرام کی تصریحات سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا وجودِ مسعود جس مادہ سے تھا وہ مادہ ہی طاہر تھا۔ چنانچہ عارف باللہ امام صاوی رحمۃ اللہ علیہ اِس درود شریف "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الطَّاهِرِ الْمُطَهَّرِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ" کے لفظ "طاھر" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

معنى الطاهر المنزه عن الأدناس الحسية والمعنوية، وقد نص العلماء على طهارة النطفة التي تكون منها المصطفىٰ ﷺ وأخرجوها عن الخلاف الذي في طهارة المني، كما أن جسده الشريف طاهر بعد الموت بالإجماع كأجساد الأنبياء، فهم مستثنون من الخلاف في طهارة الآدمي بعد الموت، ونصوا على طهارة جميع فضلاتهم الخارجة منهم في الحياة و بعد الممات.

"طاہر کا معنیٰ ہے تمام حسّی اور معنوی نجاستوں اور آلودگیوں سے منزہ۔ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جس مادہ سے مصطفیٰ ﷺ کا بدنِ اطہر ہے، وہ طاہر ہے، اور انہوں نے منی کے پاک یا پلید ہونے کے اختلاف سے اُس نطفہ مبارکہ کو مستثنیٰ رکھا ہے، جیسا کہ سرورِ عالم ﷺ کا جسد شریف بعد از وصال بہ اجماعِ امت پاک ہے، اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی۔ سو انبیاء کرام علیہم السلام آدمی کے مرنے کے بعد اس کی طہارت یا عدمِ طہارت کی اختلافی بحث سے مستثنیٰ ہیں، اور علماء کرام نے انبیاء کرام علیہم السلام سے خارج ہونے والے فضلاتِ شریفہ کی طہارت کی تصریح فرمائی ہے، خواہ وہ ان کی حیات میں

خارج ہوں خواہ بعد از وصال"۔

(جواهر البحار ج ۳ ص ٥٤)

امام فاسی اور شیخ سلیمان الجمل نے بھی کچھ اضافہ کے ساتھ اسی طرح لکھا ہے۔

(مطالع المسرات ص ۹۱ وطبع آخر ص ۹۲، جواهر البحار ج ۲ ص ٤٦٩)

نبوی مادۂ تولید کی طہارت

جس جسمِ مقدس کا پسینہ کائنات کی تمام خوشبوؤں سے افضل ہو، جس جسمِ مقدس سے خارج شدہ بَول (پیشاب) پاک اور بابرکت ہو، جس جسمِ مقدس سے برآمد ہونے والا براز (پاخانہ) پاک اور مبارک ہو، جس جسمِ مقدس کا خون طاہر اور باعثِ شفا ہو، اُس جسم مقدس کے مادۂ تولید کی طہارت مستقل عنوان سے علیحدہ بیان کی جائے، عقل مند مسلمان کے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

بھلا صحیح حدیث کی رو سے جس جسمِ مقدس کا خون، ہڈی، گوشت، جلد، بال وغیرہ سب نور ہوں بلکہ "وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا" کے مطابق جو ذات سراپا نور ہو، اس کے مادۂ تولید کی شان کو الگ سے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

کون عقل منداس حقیقت سے بے خبر ہوگا کہ مادۂ تولید خون سے بنتا ہے اور جس جسم کا خون طاہر ہو تو اُس خون سے بننے والا نطفہ بھی طاہر ہوگا، لیکن چونکہ مجھ ایسے سادہ لوگوں کی عقل ایسی باریک بینی سے قاصر ہوتی ہے اس لیے وضاحت مناسب سمجھی جاتی ہے۔

نبوی مادۂ تولید اور ذریتِ طاہرہ

علماءِ کرام کی تصریحاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ جسدِ نبوی سے خارج شدہ ہر چیز طاہر ہے۔ اگر علماءِ کرام سے "فکل شيء منه ﷺ طاهر" کی تصریح نہ بھی ہوتی تب بھی قرآن وسنت کے دلائل سے یہ بات بہ آسانی سمجھ آتی ہے کہ خونِ نبوی سے بننے والا مادۂ تولید طاہر ہی نہیں بلکہ طیب ہے اور اُس مادۂ تولید سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والی نسل عام نسل نہیں بلکہ "ذریتِ طاہرہ" ہے۔ امام محمد مہدی الفاسی رحمۃ

اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کے اسم مبارک "مطہر" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"مطہر: یہ معتمد نسخوں میں "ھ" کی فتحہ سے اسم مفعول ہے، اور یہ آپ کے اسمِ طاہر کے معنی میں ہے، مگر اس صورت میں آپ کی طہارتِ کسبی مدنظر ہوگی، اور "مُطَھَّر" معنیٰ مفعول میں وہ ذات مدنظر ہوگی جو اِس طہارت کی فاعل ہے، اور جس نے بنظر عنایت آپ کی طہارت کو پسند کیا ہے، اور عقلوں کو اس میں شک نہیں ہے کہ اس طہارت کا فاعل اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، جس نے اس کا ذکر اِس آیت میں کیا ہے "وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" (اور وہ تمہیں خوب پاک فرمائے گا)۔

(مطالع المسرات ص ۹۰ وطبع آخر ص ۹۳)

نسلِ نبوی کی طہارت میں اہتمامِ خداوندی

یہ بات محتاجِ بیان نہیں ہے کہ "وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" میں اہلِ بیت شامل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خصوصاً اپنی رِداء (چادر) مبارک ڈال کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

اللّٰهم هؤلاء أهل بيتي وحامتي أذهِبْ عنهم الرجسَ وطَهِّرهم تطهيراً.

"اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت اور میرے خاص ہیں، ان سے پلیدی کو دور رکھ اور انہیں خوب پاک فرما۔"

(سنن الترمذي ص ۸۷٤ رقم ۳۸۷۱، مطالب السئول في مناقب آل الرسول ج ۱ ص ۱۹، وطبع آخر ص ۲۵، ذخائر العقبیٰ ص ۳۲، الفصول المهمة لإبن الصباغ المالكي ص ۲٤، جواهر العقدين ص ۱۹٤، نزل الأبرار بماصح من مناقب أهل البيت الأطهار للبدخشاني ص ۱۵۳)

طہارت وغیرہ کی یہ دعا تو بعد کی بات ہے، ذریتِ طاہرہ کے لیے جو اہتمام اس سے قبل کیا گیا ذرا اُس میں بھی غور فرمائیے! نبی کریم ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں مگر نسلِ نبوی فقط سیدۂ کائنات فاطمۃ الزہراء علیہا السلام سے ہی چلی۔ پہلی تین بیٹیوں سے چونکہ نسلِ نبوی کا چلنا مقدر نہیں تھا بایں وجہ اُن کے لیے وہ اِہتمام نہیں کیا گیا جو سیدۂ کائنات علیہا السلام کے لیے کیا گیا، مثلاً:

۱۔ سیدۂ کائنات علیہا السلام کے لیے مکمل ہاشمی رشتہ تلاش کیا گیا، کیونکہ مولیٰ علی علیہ السلام ماں باپ دونوں کے لحاظ سے ہاشمی ہیں

۲۔ پوری امت کے ذکور میں سے اولین مسلم، پوری امت سے بڑھ کر بردبار اور پوری امت سے زیادہ پڑھے لکھے شخص کا انتخاب کیا گیا۔ چنانچہ نکاح کے موقعہ پر سیدۂ کائنات علیہا السلام کچھ کبیدہ خاطر ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے بایں الفاظ اُنہیں مطمئن فرمایا:

أماترضين أني زوجتک أقدم أمتي سِلماً وأکثرهم علماً وأعظمهم حلماً؟

"کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو میری امت میں اسلام کے لحاظ سے سب پر مقدم، علم کے لحاظ سے سب سے زیادہ اور بُردباری کے لحاظ سے سب سے اعظم ہے۔؟"

(مسند أحمد ج٥ ص٢٦ وج٦ ص ٧٩٤ رقم٢٠٥٧٣، المعجم الكبير ج ٢٠ ص ٢٢٩، مصنف إبن أبي شيبة ج٦ ص٣٧٦ رقم ٣٢١٢٢، الأحاد والمثاني لإبن أبي عاصم ج١ ص١٤٢ رقم ١٦٩، المعجم الكبير للطبراني ج١ ص٥١ رقم١٥٦ وطبع جديد ج١ ص٥٧ رقم١٥٤، عن أبي إسحاق، سير أعلام النبلاء للذهبي ج٢ ص٦٢، تاريخ مدينة دمشق لإبن عساكر ج٤٢ ص ١٢٦، مختصر تاريخ دمشق ج١٧ ص٣٣٧، ٣٤١، مسند فاطمة الزهراء للسيوطي ٥١، ٦٣، موسوعة العشرة المبشرون بالجنة ج١١ ص٧٨)

حافظ ھیثمی فرماتے ہیں:

"اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں ایک شخص خالد بن طہمان ہے، امام ابوحاتم اور دوسرے علماء نے اس کی توثیق فرمائی ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں"۔

(مجمع الزوائد ج٩ ص١٠١ وطبع آخر ج٩ ص١٢٣ رقم١٤٤٥٩٥)

۳۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا نے جس خوش نصیب کے عقد میں آنا تھا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُسے اس کے بچپن سے ہی آغوشِ نبوی ﷺ میں دیدیا اور گھٹی سے لے کر آخر تک اس کی

مکمل پرورش کاشانۂ نبوت میں ہوئی، تاکہ نبی کریم ﷺ کے مقدس خون سے چلنے والی نسل کے ساتھی کا تعلق جہاں تک ہوسکتا ہے کاشانۂ نبوی اور اہلِ بیتِ نبوت سے ہو۔ چنانچہ یہ تعلق اس قدر گہرا ہوا کہ خلیفۂ رسول امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو عترتِ رسول قرار دیا۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سمعتُ أبابكر الصديق يقول لعلي بن أبي طالب: عترة رسول الله ﷺ.

''میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی اولاد فرمایا''۔

(مختصر تاريخ دمشق لإبن منظور ج١٨ ص٢٨)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حق فرمایا، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس تعلق کو یوں بیان فرمایا:

إن علياً مني وأنا منه.

''بیشک علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں''۔

(السنن الكبرى للنسائي ج٧ ص٣٠٩ رقم٨٠٩٠ وص٤٣٢ رقم٨٣٩٩ وطبع آخر ج٥ ص٤٥ رقم٨١٤٦ وص١٢٦ رقم٨٤٥٣، مسند أحمد ج٤ ص ٤٣٧، ٤٣٨ رقم٢٠١٧٠، فضائل الصحابة ج٢ ص٧٤٩ رقم١٠٣٥ وص ٤٦٨ رقم١٠٦٠ وص٨٠٥ رقم١١٠٤، جامع الترمذي ص٨٤٥ رقم٣٧١٢، صحيح إبن حبان ج٩ ص٤١ رقم٦٨٩٠ وطبع آخر ج١٥ ص٣٧٤ رقم ٦٩٢٩، مصنَّف إبن أبي شيبة ج٦ ص٣٧٥ رقم٣٢١١٢، مسند إبن أبي شيبة ج٢ ص٣٤٢ رقم٣٤٤، مسند البزار ج٩ ص٤٠ رقم٣٥٥٨، مسند أبي يعلىٰ ج١ ص ١٨٤ رقم ٣٥٠، مسند الصحابة للروياني ص٦٢ رقم١١٩، مسند أبي داود الطيالسي ص١١١ رقم ٨٢٩ وطبع آخر ج١ ص٤٤٤ رقم ٨٦٨، مسند الشاميين ج١ ص ٥٥٠ رقم٦٨٤ وص٥٥٣ رقم٦٨٩، ٦٩٠، المستدرك للحاكم ج٣ ص١١٠ رقم٤٦٣٦، الأحاد والمثاني لإبن أبي

عاصم ج٤ ص ٣٢١،المعجم الكبير ج١٨ ص١٢٨،حلية الأولياء ج٦ ص ٣٢١،تاريخ دمشق لإبن منظور ج ١٧ ص٣٤٨ تا ٣٥٠،سير أعلام النبلاء [سيرة] ص ٦٢٢، مشكوة رقم ٦٠٩٠،أسد الغابة ج٤ ص١١٦، ١١٧،الرياض النضرة ج٤ ص١١١،الإصابة ج٤ ص ٤٦٨، تناقضات الألباني،للسقاف ص ٧٥)

ایک مرتبہ تو سید العالمین محمد رسول اللہ ﷺ نے مولیٰ علی علیہ السلام کے حق میں فرمایا کہ وہ "کنفسي" (میری جان کی مانند ہیں)۔ ملاحظہ ہو:

(خصائص علي بتحقيق البلوشي ص٨٩ رقم٧٢،وبتحقيق الكاظم ص ١٠٤ رقم٧١، السنن الكبرى للنسائي ج٧ ص٤٣٤ رقم٨٤٠٣وطبع آخر ج ٥ ص١٢٧ رقم٨٤٥٧، فضائل الصحابة ج٢ ص٧٠٦ رقم٩٦٦وص٧٣٣ رقم ١٠٠٨،مصنف عبدالرزاق ج١٠ ص ٢٢٠ رقم٢٠٥٥٧،مصنف إبن أبي شيبة ج٦ ص ٣٧١ رقم٣٢٠٧٧ورقم٣٢٠٨٤،مسند البزار ج ٣ص٢٥٩ رقم ١٠٥٠،مسند أبي يعلى ج١ ص٣٥٤ رقم٨٥٦،مجمع الزوائد ج ٩ ص ١٣٤ رقم١٤٧٦٦وص١٦٣ رقم١٤٩٦٠، كشف الأستار ج٣ ص ٢٢٣، ٢٢٤ رقم ٢٦١٨، الرياض النضرة ج٤ ص ١٠٣،ازالة الخفاء ج ٤ ص ٤٢٥،موسوعة العشرة المبشرون بالجنة ج١١ ص ٤٠)

کبھی اسی حقیقت کو یوں ادا فرمایا:

هٰذا علي بن أبي طالب لحمه لحمي و دمُه دمي.

"یہ علی بن ابی طالب ہے،(علیہ السلام) اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے"۔

(المعجم الكبير رقم١٢٣٤١ وطبع جديد ج٦ ص ٢٤ رقم١٢١٧٢،مجمع الزوائد ج٩ ص ١١١ وطبع آخر ج٩ ص١٤٢ رقم١٤٦٥٤،تاريخ دمشق لإبن عساكر ج ٤٢ ص ١٦٩، مختصر تاريخ دمشق ج١٧ ص٣٠٧، ٣٤٦)

لہٰذا نبی کریم ﷺ اور مولیٰ علی علیہ السلام کے تعلق کے بارے میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ

وہ یک جان دو قالب ہیں، قطبِ گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ نے حق فرمایا ہے، ع

لَحُمُكَ لَحُمِي جِسُمُكَ جِسُمِي فرق نہیں ما بین پیا

ایسا اتصال واتحاد کسی دوسری شخصیت کو نصیب نہیں ہوا، یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

یاعلي لایحل لأحدأن یجنب في هذاالمسجدغیري وغیرک.

''یا علی! میرے اور تیرے سوا کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اِس مسجد میں جنبی حالت میں رہے۔''

(سنن الترمذي ص۸۴۸ رقم ۳۷۲۷،مسند أبي یعلی الموصلي ج۲ ص۱۳ مؤسسة علوم القرآن بیروت، جامع الأصول لابن أثیر ج۸ ص۶۵۷ ، جمع الفوائد ج۲ ص۵۱۸، کنز العمال ج۱۱ ص۵۹۹،تلخیص الحبیر ج۲ ص ۱۳۶ ،جامع الأصول للشیخ ناصف ج۳ ص ۳۳۶،جواهر البحار ج۱ ص ۲۰۲،۳۳۹،لامع الدراري ج۱ ص ۱۱۱، ۱۸۳، تقریر بخاري شریف ص۲۱۳،۳۹۱)

فی الجملہ یہ کہ بچپن سے پرورش وتربیت شروع فرمائی اور جب تعلق کی نوعیت یہاں آ پہنچی تو پھر انہیں اپنی وہ بیٹی عطا فرمائی جس سے ذریتِ نبوی کا سلسلہ چلانا قدرت کو منظور تھا۔ یہ سارا اہتمام ایک خاص مقصد کے پیشِ نظر تھا ورنہ مکمل ہاشمی تو سیدنا عقیل بن ابی طالب اور سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا مولیٰ علی علیہ السلام کو لینا اور اپنانا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی غربت کے مداوے کے لیے نہیں تھا بلکہ اِسی خاص حکمت کے پیشِ نظر تھا۔

تنبیہ:

خیال رہے کہ کسی بھی اہم عمل کے کئی پہلو ہوتے ہیں، جو پہلو ظاہر ہو اور زبانِ زدِ عام ہو اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاتی مگر اصل حکمت اور حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔

۴۔ یہ نکاح ربِ تعالیٰ کے خاص فیصلہ اور حکم کے تحت ہوا۔ اس سے قبل سیدۂ کائنات کے نکاح کا پیغام حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بھی لے کر آئے تھے، مگر حضور ﷺ نے عذر فرمایا تھا۔ متعدد کتبِ حدیث و سیرت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جہاں شیخین رضی اللہ عنہما کو سیدہ کے متعلق یہ فرمایا کہ ''إنها

صغیرۃ "(وہ چھوٹی ہے) وہاں بعض روایات کے مطابق یہ ارشاد بھی مذکور ہے کہ "یا أبا بکر أنتظر بھا القضاء" (اے ابوبکر! میں اِس معاملہ میں قدرت کے فیصلہ کا منتظر ہوں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یہی فرمایا تھا۔"

(الطبقات الکبری لابن سعد ج۸ ص ۲۵۲، مناقب علي والحسنین ص ۱۷۳، مجمع الزوائد ج۹ ص ۲۰۶ رقم ۱۵۲۱۱، موسوعة العشرة المبشرون بالجنة ج ۱۱ ص ۶۳)

بالآخر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ سیدہ کا نکاح علی المرتضیٰ ﷛ سے کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود اور حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن اللّٰه أمرني أن أزوج فاطمة من علي.

"اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ کروں۔"

(مجمع الزوائد ج۹ ص ۲۰۴ رقم ۱۵۲۰۸، الریاض النضرة ج۳ ص ۱۲۵، ۱۲۶، الفصول المھمة ص ۱۴۲، مناقب أمیر المؤمنین علي بن أبي طالب ﷛ للمغازلي ص ۴۱۳، المناقب للخوارزمي ص ۳۳۷، کفایة الطالب في مناقب علي بن أبي طالب ص ۱۶۳، مسند فاطمة الزھراء للسیوطي ص ۵۱، إتحاف السائل بما لفاطمة من المناقب والفضائل للمناوي ص ۲۴، در السحابة في مناقب القرابة والصحابة للشوکاني ص ۲۰۴، رشفة الصادي للحضرمي ص ۱۰، موسوعة العشرة المبشرون بالجنة ج ۱۱ ص ۶۴)

۵۔ رخصتی کے وقت جو جامع دعا کی گئی اور زوجین **علیھما السلام** پر جو پانی چھڑکا گیا ایسے اہتمام کی پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔

عترتِ طاہرہ کی مخصوص شان

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح پسینۂ نبوی، لعابِ نبوی، بلغمِ نبوی، خونِ نبوی، برازِ نبوی اور بَولِ نبوی طیب و طاہر اور باعثِ برکت و شفا ہیں اِسی طرح اُسی جسم نبوی کا مادۂ تولید بھی طیب و طاہر ہے اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد بھی عام نسل نہیں بلکہ ذریتِ طیبہ اور طاہرہ ہے۔ ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لا نفضِّل بعد الصحابة أحدا إلا بالعلم والتقوى والأصح أن فضل أبنائهم على ترتيب فضل آبائهم اِلا أولاد فاطمة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها، فإنهم يفضلون على أولاد أبي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم لقربهم من رسول اللّٰه ﷺ فهم العترة الطاهرة والذرية الطيبة الذين أذهب اللّٰه عنهم الرجس وطهرهم تطهيراً، كذافي الكفاية.

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ہم کسی شخص کو علم اور تقویٰ کے بغیر فضیلت نہیں دیتے، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولاد کی فضیلت اُن کے آباؤاجداد کی فضیلت کی ترتیب کے مطابق ہے، ماسوا اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے۔ بلاشبہ وہ اولادِ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم پر قربِ مصطفیٰ ﷺ کے باعث فضیلت رکھتے ہیں۔ پس وہ ایسی عترتِ طاہرہ اور ذریتِ طیبہ ہیں جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے رجس (ہر طرح کی پلیدی) کو دور کر دیا اور انہیں خوب پاک فرما دیا، جیسا کہ ''کفایہ'' میں مذکور ہے۔''

(شرح: الفقه الأكبر لعلي القاري ص ۱۸۲)

ذریتِ طاہرہ کی برکت اور خوشبو

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جسدِ نبوی سے خارج ہونے والے تمام فضلات بابرکت اور خوشبودار ہیں تو کیا ذریتِ نبوی بھی بابرکت اور خوشبودار ہے؟

جواب: بالکل ذریتِ نبوی بھی بابرکت اور خوشبودار ہے۔ جب یثرب حضور ﷺ کے قدوم میمنت لزوم کی وجہ سے طابہ، طیبہ اور خوشبودار ہو گیا تو جو ذریت خود ہے ہی جسدِ نبوی ﷺ کا حصہ وہ کیونکر باعثِ برکت اور خوشبودار نہ ہوگی؟ اس ذریت کے باعثِ برکت ہونے کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے۔ ارشادِ نبوی ہے:

إني تارك فيكم الثقلين، أحدهما أكبر من الآخر، كتابَ اللّٰه عزوجل، وعترتي، أهل بيتي، الحديث

''بے شک میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے ہر ایک دوسری سے بڑی ہے، اللہ عزوجل کی کتاب اور میری اولاد، میرے اہل بیت''۔

(خصائص أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله عنه بتحقيق محمد الكاظم ص ١١٢ رقم ٧٨، وطبع آخر بتحقيق أحمد ميرين البلوشي ص ٩٦ رقم ٧٩، وطبع آخر بتحقيق أبو إسحاق الحويني ص ٨٤ رقم ٧٦، السنن الكبرىٰ للنسائي ج٧ ص ٣١٠ رقم ٨٠٩٢ وص ٤٣٦ رقم ٨٤١٠ وطبع آخر ج٥ ص ٤٥ رقم ٨١٤٨ وص ١٣٠ رقم ٨٤٦٤، المستدرك للحاكم ج٣ ص ١٠٨، ١٠٩ رقم ٤٦٣٣، ٤٦٣٤، ٤٦٣٥، جزء فيه عوالي أبي الشيخ ص ١٦٠ رقم ١٩، إستجلاب إرتقاء الغرف للسخاوي ج١ ص ٣٤٢)

اگر حدیث شریف کے ان الفاظ ''أحدهما أكبر من الآخر'' میں غور کیا جائے تو قرآن کریم اور ذریتِ کریمہ کی عظمت برابر نظر آتی ہے، لہٰذا صحیح مسلم و مومن کے لیے جس قدر قرآن کریم باعثِ برکت ہے اسی قدر ذریتِ کریمہ بھی باعثِ برکت ہے، اور چونکہ قیامِ قیامت تک وجودِ کائنات کا انحصار انہی دو چیزوں پر ہے اس لیے یہ دونوں چیزیں قیامت تک قائم رہیں گی، جیسا کہ آگے الفاظ ہیں: ''إنهما لن يتفرقا حتى يردا علي الحوض'' (یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں گی)۔

باقی رہا ذریتِ طاہرہ کے خوشبودار ہونے کا مسئلہ تو بلاشبہ یہ ذریت طیبہ بابرکت ہونے کے ساتھ ساتھ خوشبودار بھی ہے۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے کیوں فرمایا کہ حسنین کریمین میرے پھول ہیں، کیا مبالغۃً فرمایا؟ نہیں بلکہ حقیقۃً فرمایا، یہی وجہ ہے کہ آپ اُنہیں سونگھتے بھی تھے۔ مکمل تفصیل کے لیے راقم اثیم کی کتاب ''شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ'' ملاحظہ فرمائیں: صفحہ ۶۹۳ و ما بعدھا۔

اور سیدہ کائنات علیها السلام کو زھراء (کلی) فرمایا، اور کلی اُسے کہتے ہیں جو پوری طرح کھل کر نظارۂ عام نہ بنی ہو۔ بہرحال ذریتِ طیبہ سے اب تک دل آویز خوشبو آتی ہے، بشرطیکہ انسان روحانی اور قلبی طور پر مزکوم (زکام زدہ) نہ ہو۔ امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے حق فرمایا تھا۔

کیا بات رضا اُس چمنستانِ کرم کی
زہراء ہے کلی جس میں، حسین اور حسن پھول

ذریتِ طیبہ کی تعظیم سے روگردانی کیوں؟

افسوس کہ بعض لوگ قرآن کریم کی تکریم تو کرتے ہیں مگر ذریتِ طاہرہ کی تکریم سے روگرداں ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ ذریتِ طیبہ اُسی جسم نبوی ﷺ کا حصہ نہیں ہے۔ جس جسم کے پسینے، لعاب، بلغم، خون، اور بول و براز کو تبرک قرار دیا گیا ہے؟ تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ اس ذریت طیبہ کو دوسرے لوگوں کے برابر سمجھتے ہیں؟ اگر عام کاغذ پر لکھے ہونے کے باوجود عظمت میں قرآن کریم دوسری کتابوں کے برابر نہیں ہے، اور پتھر ہونے کے باوجود حجر اسود دوسرے پتھروں کے برابر نہیں ہے تو اسی طرح عام پیکر میں ہونے کے باوجود ذریتِ طیبہ عام انسانوں کے برابر نہیں ہے، بلکہ یہ اُسی جسم نبوی ﷺ کا حصہ ہے۔ جس جسمِ اقدس سے خارج شدہ فضلات نہ صرف یہ کہ دوسرے لوگوں کے فضلات کی طرح نہیں بلکہ تبرک ہیں تو یقیناً ذریتِ طیبہ جسم نبوی کا حصہ ہونے کے باعث امت کے حق میں سراپا برکت اور واجب التعظیم ہے۔ مزید تفصیل کے لیے راقم اثیم کی کتاب ''شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

جعلی سیدوں پر لطیفہ

تعجب ہے کہ کچھ لوگ قولاً یا عملاً ذریتِ طیبہ (سادات کرام کثرھم اللہ تعالیٰ) کی عظمت سے روگردانی کرتے ہیں مگر جب وہ خود کو مقبولِ خلق بنانا چاہتے ہیں یا معاشی آسودگی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ذریتِ طیبہ سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور سید کہلوانا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی بناسپتی سید سے ایک مرتبہ خاص مجلس میں نام پوچھا گیا تو حواس باختہ ہو کر بولا: ''سید ظفر محمود شاہ ولد دین محمد جٹ''۔

یاد رکھئے! یہ انتہائی خطرناک بات ہے، اسے آسان مت سمجھئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

من إدعى إلى غير أبيه وهو يعلم فالجنة عليه حرام.

"جس شخص نے جان بوجھ کر خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا اس پر جنت حرام ہے"۔

(الجامع الصغير للسيوطي ج ١١ ص ٥٦١٤)

محمد (ﷺ) اور عیب؟

اب تک حضور ﷺ کے اسمِ طاہر اور طیب وغیرھا کے حوالہ سے جو آپ کا طیب و طاہر ہونا ثابت ہوا، اور اس پر کئی پہلوؤں سے گفتگو ہوئی، درحقیقت یہ تمام اسماء معنویت کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ کے اسم ذات "محمد ﷺ" کی طرف لوٹتے ہیں، یعنی یہ اسم مبارک جن تمام صفات کو متضمن (اپنے اندر لیے ہوئے) ہے دوسرے تمام اسماء سے اُنہیں صفات کا معنوی ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کا یہ نام رکھ کر اپنے حبیب کو ہر لحاظ سے کامل بنایا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالکریم یمنی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> "آنحضرت ﷺ کمال درجہ معتدل الخلقت تھے۔ کوئی شخص آپ سے زیادہ حسین تھا نہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے کمال کی تکمیل کے لیے ظاہر فرمایا ہے، نقص کے لیے نہیں۔ اسی لیے تو آپ نے فرمایا: "بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ" (میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں) آپ کی بعثت سے قبل وجودِ کائنات ناقص تھا۔ آپ کی تشریف آوری سے موجودات ضروریہ اور محمودات شرعیہ کی تکمیل ہوگئی۔ موجودات ضروریہ کی تکمیل کی دلیل آپ کا یہ فرمان ہے "بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ" اور محمودات شرعیہ کی تکمیل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الخ"۔ پس کمالِ ظاہری ہو یا باطنی سب آپ ﷺ سے ہے۔ آپ کی ذات کے بغیر کوئی کمال، کمال نہیں ہو سکتا۔ (آگے لکھتے ہیں)

ولما كان ﷺ كمال الوجود، كان محل شيء فيه غاية من الكمال فلا نقص فيه بوجه من الوجوه لأنه كمال محض، حتى فضلاته ﷺ كانت طاهرة، والدليل على ذلك أن المرءة شربت بوله لم ينهها هو

ولا أحد من أصحابه فلو لم تكن طاهرة لكان ذلك الفعل محل النهي .

''اس لیے کہ آپ ﷺ وجودِ کمال ہیں، آپ کی ذات میں ہر چیز غایت درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے، پس آپ کی ذات میں کسی وجہ سے بھی کوئی نقص موجود نہیں ہے، کیونکہ آپ کمالِ محض ہیں، یہاں تک کہ آپ کے فضلات شریفہ بھی طاہر ہیں، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک خاتون نے آپ کا بول مبارک نوش کیا تو آپ ﷺ یا آپ کے کسی صحابی نے اس کو منع نہ کیا۔ اگر آپ کا بول شریف طاہر نہ ہوتا تو یہ عمل ایسا ہے کہ اس سے صاف منع کیا جاتا''۔

(جواھر البحار ج۱ ص ۲۵۵ وطبع جدید ج۱ ص۳۵۹)

معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے آقا ﷺ قادر کی قدرت کے ایسے شاہکارِ کامل ہیں جہاں نقص کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے روبرو ''خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ'' (آپ ہر عیب سے مبراء پیدا کیے گئے) فرمانا در حقیقت لفظ ''محمد ﷺ'' کی معنویت کی طرف اشارہ ہے، اور اسی کو عصر حاضر کے حسان نے یوں ادا فرمایا ہے ؎

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا، نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو! اس کو گل کہے کیا کوئی؟ کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَآئِھَا وَعَافِیَۃِ الْاَبْدَانِ وَشِفَآئِھَا وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِیَآئِھَا وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ''

جسمِ نبوی ﷺ کی طہارت اور خوشبو کا آغاز

طہارت اور خوشبوئے نبوی ﷺ کا جو تذکرہ اب تک آپ پڑھ چکے ہیں یا جو آئندہ صفحات میں آئے گا، اکثر علماء کرام نے اس طہارت اور خوشبو کے آغاز اور سبب کا بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ نبی کریم

ﷺ کے جسمِ اقدس کی یہ طہارت اور خوشبو شقِ صدر کی وجہ سے تھی۔ چنانچہ امام ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۸۱ھ طہارتِ فضلاتِ نبوی پر تفصیلی گفتگو کے بعد لکھتے ہیں:

وذلک والله أعلم للمعنى الذي بيناه في حديث نزول الملكين عليه حين غسلا جوفه بالثلج في الطست الذهب.

''اور یہ طہارت، اللہ بہتر جانتا ہے، اُس معنیٰ کی وجہ سے ہے جو ہم فرشتوں کے نزول کے بارے میں بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے آپ کے شکم اقدس کو سونے کے تھال میں برف کے ساتھ دھویا تھا''۔

(الروض الأنف في تفسير السيرة النبوية لإبن هشام ج۳ص ۲۶۵)

یہ بات ایک آدھ نہیں بلکہ اکثر علماء کبار نے لکھی ہے، مثلاً امام ابن حجر عسقلانی، امام خیضری شافعی اور امام قسطلانی وغیرھم۔ نیز امام صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ خوشبوئے نبوی پر متعدد احادیث درج کرنے کے بعد تنبیہات کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

مبدأ هذه الرائحة الطيبة بجسده ﷺ من ليلة الإسراء. روى ابن مردويه عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: كأن رسول الله ﷺ منذ أسري به ريحه ريح عروس وأطيب من ريح عروس.

''سید عالم ﷺ کے جسم اقدس سے اس پاکیزہ خوشبو کی ابتدا شبِ معراج سے ہوئی۔ امام ابن مردَویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: گویا جب سے رسول اللہ ﷺ نے معراج فرمائی تب سے آپ کی خوشبو دلہنوں کی طرح بلکہ ان کی خوشبو سے بھی زیادہ عمدہ ہوگئی''۔

(سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد ج۲ ص ۸۸)

آباءِ مصطفیٰ ﷺ سے خوشبو

راقم اثیم اکابرین کی اِن تصریحات کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے اور امام صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت درج کی ہے وہ بھی متعدد احادیثِ صحیحہ کے مقابلہ میں مردود ہے۔ میرا ایمان وعقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس کی یہ خوشبو اور طہارت کسی شق صدر کی وجہ سے نہیں بلکہ پہلے سے تھی۔ یہ خوشبو

آپ کی ولادتِ باسعادت کے وقت بھی تھی اور اس سے قبل آپ کے آباء واجداد سے بھی آتی تھی۔ چنانچہ امام بیہقی کے استاذ گرامی امام ابوسعد الخرکوشی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہما حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

تفوح منه ريح كريح المسک ونور محمد ﷺ يسطع في دائرة غرة جبينه.

''ان سے مشک کی طرح خوشبو آتی تھی اور نورِ محمدی ﷺ انکی پیشانی میں چمکتا تھا''۔

(شرف المصطفى ﷺ ج۱ ص۳۳۶)

امام قسطلانی، امام زرقانی، امام ابن زینی دحلان مکی، امام نبہانی، علامہ اشرف علی تھانوی اور صوفی محمد اقبال مدنی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(المواهب اللدنية ج۱ ص۹۷، ۹۸، شرح الزرقاني على المواهب ج ۱ ص ۱۵۵، الأنوار المحمدية للنبهاني ص۱۸، نشر الطيب ص ۲۰، العطور المجموعة ص۴۹)

ولادتِ باسعادت کے وقت خوشبو

سیدہ طیبہ طاہرہ ام الرسول سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا ولادتِ مقدسہ کے عجائبات کے بیان میں فرماتی ہیں:

ثم نظرت إليه ﷺ فإذا هو كالقمر ليلة البدر، وريحه يسطع كالمسک الأذفر.

''پھر میں نے یکایک اُن کی طرف دیکھا تو وہ بدرِ منیر کی طرح لگ رہے تھے، اور اُن کی خوشبو مشکِ اذفر کی طرح مہک رہی تھی''۔

(المواهب اللدنية ج۱ ص۱۲۶، تاريخ الخميس في أحوال أنفس نفيس ج۱ ص۲۰۴، شرح الزرقاني على المواهب ج۱ ص۲۱۵)

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کا مشاہدہ

مرضعۂ مصطفیٰ (حضور ﷺ کو دودھ پلانے والی مائی) سیدتنا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو جو پہلا

مشاہدہ ہوا وہ اس کے بیان میں فرماتی ہیں کہ جب میں اندر آئی تو نبی کریم ﷺ صوف کے ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے تھے:

يفوح من نسج ذلك الصوف الذي عليه ريح كريح المسك الأذفر.

''صوف کے اُس کپڑے سے جو آپ کے اوپر تھا مشکِ اذفر کی طرح خوشبو مہک رہی تھی''۔

(شرف المصطفى لأبي سعد الخركوشي النيسابوري ج١ ص ٣٧٥، المواهب اللدنية ج ١ ص ١٥١، شرح الزرقاني على المواهب ج١ ص ٢٦٩، تاريخ الخميس في أحوال أنفس نفيس ج ١ ص ٢٢٣، السيرة النبوية لإبن زيني دحلان مكي ج١ ص ٤٤)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ شقِّ صدر سے پہلے طاہر، طیب اور معطر تھے۔ شقِّ صدر سے کوئی اور فائدہ حاصل ہوا ہو تو وہ اپنی جگہ لیکن حضور ﷺ کی اصل طہارت ونفاست اور عمدہ خوشبو میں اسے کوئی دخل نہیں۔ فرض کیا کہ حضور ﷺ کی یہ خوشبو شقِّ صدر کا نتیجہ ہے تو پھر یہ خوشبو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے کیوں آتی تھی، کیا ان کا بھی شقِّ صدر ہوا تھا؟

حضرت آدم علیہ السلام سے خوشبو

علامہ اشرف علی تھانوی کے خلیفۂ اجل شاہ عبدالغنی پھول پوری لکھتے ہیں:

''حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے کہ آپ کے گریہ وزاری کے آنسوؤں سے چھوٹے چھوٹے چشمے پیدا ہوگئے، پھر حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جمع شدہ آنسوؤں کے چشموں سے خوشبودار پھول کے درخت پیدا فرمائے''۔

(معرفتِ الٰہیہ ص ۲۸۶، ناشر قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال مجاهد: بكى آدم مائة عام لا يرفع رأسه إلى السماء، وأنبت الله من دموعه العود الرطب والزنجبيل والصندل وأنواع الطيب، وبكت حواء حتى أنبت الله من دموعها القرنفل والأفاوي.

''امام مجاهد نے بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سوسال گریہ کیا، آسمان کی طرف سرِ مبارک بلند نہ کیا، اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے آنسوؤں سے تازہ عود، زنجبیل، (اَدرک) صندل اور خوشبو کی کئی اقسام پیدا فرمائیں، اور سیدہ حواء علیها السلام نے گریہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے آنسوؤں سے قرنفل (لونگ) اور طعام کو خوشگوار بنانے والی دوسری چیزیں پیدا فرمائیں''۔

(المواهب اللدنية ج١ ص٧٨، شرح الزرقاني على المواهب ج١ ص١٠٧)

آدم علیہ السلام میں یہ خوشبو کہاں سے آئی؟ شقِ صدر کی وجہ سے یا جنتی ماحول کی وجہ سے؟ اگر یہی دو وجہیں مانی جائیں تو پھر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس سے جو خوشبو آتی تھی اس کا سبب کیا تھا، کیونکہ وہ جنت میں رہے اور نہ ان کا شقِ صدر ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت آدم علیہ السلام ہوں سب میں حضور ﷺ کی خوشبو تھی بلکہ کائنات وجنت کی خوشبو بھی آپ کی مبارک ذات سے ہے۔ کیونکہ آپ عالمین کی رحمت ہیں اور جنت عالمین سے باہر نہیں ہے۔

طہارتِ فضلاتِ نبویہ پر مذاہبِ اربعہ

علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

مسئلة طهارت فضلات الأنبياء توجد في كتب المذاهب الأربعة ولكن لانقل فيها عن الأئمة إلا مافى المواهب عن أبي حنيفة نقلاً عن العيني، ولكني ما وجدته في العيني.

"طہارتِ فضلاتِ انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ مذاہبِ اربعہ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے، لیکن میرے پاس اس مسئلہ میں ائمہ (اربعہ) سے کوئی نقل نہیں ہے، ماسوا اس کے کہ "المواهب اللدنية" میں عینی (عمدۃ القاری) سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے، لیکن میں نے عینی میں اسے نہیں پایا"۔

(فيض الباري شرح صحيح البخاري ج ١ ص ٢٥٠، ٢٥١)

علامہ انور شاہ کشمیری کا کہنا حق ہے کہ طہارتِ فضلاتِ انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ براہِ راست ائمہ اربعہ کی نقول کی صورت میں نہیں ملتا لیکن ان کے پیروکاروں کی کتب میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ آئندہ سطور میں ہم کتبِ مذاہبِ اربعہ سے تصریحات پیش کر رہے ہیں اور امام الأئمہ، سراج الأمة سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے جس قول کو کشمیری صاحب نے عینی میں نہیں پایا وہ بھی نقل کریں گے۔ ان شآء اللّٰہ تعالیٰ وبیده التوفيق.

فقہاءِ شافعیہ کا مذہب

اس مسئلہ کی وضاحت میں شافعی فقہاء کرام رحمہم اللہ کی عبارات بہ کثرت ہیں اس لیے اُنہیں سے آغاز کرتا ہوں۔

امام بیہقیؒ کا مذہب

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "السنن الکبریٰ" میں "کتاب النکاح" کے ذیل میں خصائص نبوی ﷺ پر چند ابواب قائم فرمائے ہیں۔ان میں سے ایک باب میں وہ احادیث جمع کی ہیں جو فضلاتِ نبوی ﷺ کی طہارت پر دلالت کرتی ہیں۔(مثلاً حدیثِ ابن زبیر، حدیثِ سفینہ، حدیثِ برکۃ حبشیہ، اور یہ تمام احادیث ہم گزشتہ اوراق میں لکھ چکے ہیں) ان احادیث کے اندراج سے قبل امام بیہقیؒ نے اپنے نظریہ کو باب کے عنوان سے یوں ظاہر کیا ہے:

باب ترکہ الإنکار علی من شرب بولہ ودمہ.

"جن لوگوں نے آپ کا بول اور خون نوش کیا ان پر آپ کا انکار نہ کرنا"۔

(السنن الکبریٰ للبیہقي ج۷ ص۶۷ وطبع آخر ج۷ ص ۱۰۶)

نیز یہ بات امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبوت کے دلائل میں سے ہے، کیونکہ اُنہوں نے اپنی مشہور کتاب "دلائل النبوۃ" میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص جمع کرنے کا ارادہ فرمایا تو وہاں یہ وضاحت بھی فرمائی کہ کچھ خصائصِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اپنی تصنیف "السنن الکبریٰ" کی "کتاب النکاح" میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقي ج۵ ص ۴۷۰)

مطلب یہ ہے کہ اگر "السنن الکبریٰ" میں وہ خصائص نہ لکھ دیئے ہوتے تو یہاں "دلائل النبوۃ" میں لکھے جاتے، لہٰذا اب قاری کو چاہیئے کہ جب وہ "دلائل النبوۃ" کا مطالعہ کرنا چاہے تو اُن دلائلِ نبوت کا مطالعہ بھی ضرور کرے جو "السنن الکبریٰ" میں لکھے جا چکے ہیں۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہم نے برازِ مبارک کا آغاز بھی امام بیہقی کی روایت کردہ ایک حدیث سے کیا تھا اور اس باب میں فقہاء وعلماء کی آراء کے سلسلہ میں بھی سب سے اوّل امام بیہقی کے مذہب اور ان کی کتاب کا ذکر ہے۔اس سے اُس بات کی تلافی ہوگئی جو امام بیہقی نے برازِ مبارک کی خوشبو والی حدیث کو موضوع کہا تھا۔اگرچہ آپ کا اُس حدیث کو موضوع کہنا اُس کے دیگر طرق پر اطلاع نہ ہونے کے سبب

سے تھا، جیسا کہ ملا علی قاری اور امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہما نے تصریح فرمائی ہے۔

(جمع الوسائل ج۲ ص۲ ،زرقاني على المواهب ج٥ ص٥٤٤)

امام نوویؒ شافعی کا مذہب

علامہ نووی فرماتے ہیں:

''جن علماء نے فضلات نبوی ﷺ کو طاہر قرار دیا ہے اُنہوں نے دو معروف حدیثوں سے دلیل حاصل کی ہے۔ ان میں ایک حدیثِ ابوطیبہ ہے، کیونکہ ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دم مبارک پی لیا تھا اور آپ نے اس پر تنکیر نہیں فرمائی تھی، اور ایک خاتون نے آپکا بول مبارک نوش کیا تھا، آپ نے اس پر بھی تنکیر نہیں فرمائی تھی۔ حدیثِ ابوطیبہ ضعیف ہے (مگر حدیثِ ابن زبیر، حدیث مالک بن سنان اور حدیث سفینہ ضعیف نہیں ہیں، شاید امام نووی کی ان احادیث کی طرف توجہ نہیں تھی۔ فیضی) اور عورت کے پیشاب والی حدیث صحیح ہے۔ امام دار قطنی نے اس کو بیان کر کے صحیح کہا ہے اور از روئے قیاس یہی ایک حدیث تمام فضلات کی طہارت کی دلیل کے لیے کافی ہے۔ اگلے الفاظ کی عبارت ملاحظہ ہو:

وموضع الدلالة أنه ﷺ لم ينكر عليهاولم يأمر بغسل فمهاولا نهاها عن العود إلى مثله.

(شرح المهذب ج١ ص٢٣٤ إدارة الطباعة المنيرية ،مصر)

امام قسطلانی نے بھی امام نووی کے حوالہ سے یہی لکھا ہے۔

(المواهب اللدنية ج٢ ص٣١٨)

امام نوویؒ نے اپنی ایک اور کتاب میں لکھا ہے کہ ''نبی کریم ﷺ کے بول اور خون سے برکت حاصل کی جاتی تھی۔''

(تهذيب الأسماء واللغات ج١ ص٤٢)

امام نووی کے حوالہ سے امام نبہانیؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔

(جواهر البحار ج١ ص٢٠٤)

امام تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی الشافعی کا مذہب

آپ کے فرزندِ ارجمند امام تاج الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہما اپنے والد ماجد کے مختار اقوال میں لکھتے ہیں:

وأن فضلات النبي ﷺ طاهرة، وهو رأي أبي جعفر الترمذي.

''اور بیشک نبی کریم ﷺ کے فضلات شریفہ طاہر ہیں، اور یہ امام ابو جعفر ترمذی کی رائے ہے۔''

(طبقات الشافعية الكبرىٰ ج ۵ ص ۳۵۷)

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مختار مذہب ہم اُن کے اپنے الفاظ میں نقل کر رہے ہیں۔ آپ ''الشفاء للقاضي'' سے حدیث بالمعنیٰ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهذا يؤيد قول أبي جعفر الترمذي من أصحابنا بطهارة فضلاته ﷺ، وورد حديث مرفوع أن الأرض تبلع مايخرج من الأنبياء فلايرى منه شيء، وأنا أختار في هذه المسألة قولَ أبي جعفر الترمذي بالطهارة، وإن كان المشهور عند أصحابنا خلافه، لحديث التي شربت بوله، وهو صحيح.

''اور فضلاتِ نبوی ﷺ کی طہارت کے قول میں یہ حدیث ہمارے مشائخ میں سے امام (محمد بن احمد بن نصر) الترمذی (الشافعی متوفی ۲۹۵ھ) کی تائید کرتی ہے، اور اس سلسلے میں ایک مرفوع حدیث وارد ہوئی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ سے جو کچھ نکلتا ہے زمین اسے نگل جاتی ہے، اور میں اِس مسئلہ میں امام ابو جعفر ترمذی کے قول کو اختیار کرتا ہوں، اس حدیث کے پیشِ نظر کہ ایک خاتون نے آپ ﷺ کا بول مبارک پی لیا تھا، اور وہ صحیح حدیث ہے، اگرچہ ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک مشہور قول اس کے خلاف ہے''۔

(السيف المسلول لتقي الدين السبكی ص ۴۶۹، ۲۷۰)

علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ کا مذہب

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعیؒ لکھتے ہیں:

''ایک غریب حدیث میں ہے (شاید امام ابن حجر مکی کو اس حدیث کے دیگر متعدد اور قوی طرق اس وقت متحضر نہیں تھے، فیضی) نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے جو کچھ خارج ہوتا تھا زمین اسے نگل جاتی تھی، اور اس بات کی حافظ عبدالغنی مقدسی نے تائید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ کسی بھی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اس نے آپ کا براز (پاخانہ) دیکھا ہو۔ بخلاف پیشاب کے:

فإنهم يستشفون به كدمه ﷺ ومن ثم إختار جماعة أئمتنا رضي الله عنهم طهارة جميع فضلاته ﷺ۔

''صحابہ کرام ؓ آپ کے بول مبارک سے شفا حاصل کرتے تھے جیسا کہ آپ کے خون سے، اور ہمارے متاخرین ائمہ شافعیہ رضي الله عنهم نے سرور عالم ﷺ کے جمیع فضلات شریفہ کی طہارت کا مذہب اختیار کیا ہے۔''

(شرح قصيدة همزية ص ۱۰۳، مطبعة التقدم العلمية مصر ۱۳۲۶ھ)

امام ابن حجر مکی سے امام نبہانی شافعی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔

(جواهر البحار ج ۲ ص ۸۵)

امام ابن حجر مکی شافعی نے اپنی ایک اور کتاب میں اس بات کو متقدمین و متاخرین کا قولِ مختار قرار دیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

وإختار جمع متقدمون ومتأخرون طهارة فضلاته ﷺ وأطالوا فيه.

''تمام متقدمین اور متاخرین نے حضور ﷺ کے فضلات شریفہ کی طہارت کے مذہب کو اختیار کیا ہے اور اس میں انہوں نے تفصیلی دلائل دیئے ہیں۔''

(تحفة المحتاج، ج ۱ ص ۲۹۶ دار صادر بيروت)

امام ابن حجر مکی نے شمائل ترمذی کی شرح میں اس سلسلے کی اکثر احادیث درج کرنے کے بعد دوٹوک

فیصلہ یوں دیا ہے:

وبهذا إستدل جمع من أئمتنا المتقدمين وغيرهم على طهارة فضلاته ﷺ وهو المختار، وفاقاً لجمع من المتأخرين، فقد تكاثرت الأدلة عليه وعدّه الأئمة من خصائصه.

"اوراس سے ہمارے متقدمین کی جماعت اور دوسرے علماء نے فضلاتِ نبوی ﷺ کی طہارت کی دلیل لی ہے اور یہی پسندیدہ مذہب ہے، اوراس پر متأخرین کا اتفاق ہے، سو بلاشبہ اس پر بکثرت دلائل موجود ہیں اور ائمہ نے اس بات کو خصائص نبویہ میں شمار کیا ہے"۔

(أشرف الوسائل إلى فهم المسائل ص۲۹۶)

امام سیوطیؒ شافعی کا مذہب

امام سیوطی "أنموذج اللبيب في خصائص الحبيب" میں لکھتے ہیں:

طهارة دمه وبوله غائطه وسائر فضلاته تُشرب ويستشفى بها.

"آپ ﷺ کا خون، پیشاب، پاخانہ اور تمام فضلات پاک تھے، انہیں پیا جاتا تھا اور ان سے شفا حاصل کی جاتی تھی"۔

(الخصائص الصغریٰ ص ۵۰ مطبوع بختیار پرنٹرز، دربار مارکیٹ لاہور)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی ہے۔

(تاريخ الخميس في أحوال أنفس نفيس ج۱ ص ۲۳۳، ۲۳۴)

نیز امام سیوطی نے اپنی کتاب "كفاية الطالب اللبيب في خصائص الحبيب، المعروف: الخصائص الكبرىٰ" میں وہ تمام احادیث جمع کی ہیں جو حضور ﷺ کے خون، پیشاب، پاخانہ اور تمام فضلات شریفہ کی طہارت پر دلالت کرتی ہیں اور ان پر یہ ابواب قائم فرمائے ہیں:

باب الآية في دمه صلى الله عليه وسلم.

"آپ ﷺ کے خون مبارک میں معجزہ کا باب"

باب الإستشفاء ببوله صلى الله عليه وسلم.

''حضور ﷺ کے بول مبارک سے شفا حاصل کرنے کا باب''۔

(الخصائص الکبریٰ ج۱ ص۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۲)

یہ ابواب اور ان کے تحت اکثر احادیث کو امام نبہانی شافعی نے بھی نقل کیا ہے۔

(جواهر البحار ج۱ ص۳۴۷، ۳۴۸)

راقم اثیم بھی یہ تمام احادیث کتابِ ھذا میں متعدد حوالہ جات کے ساتھ مختلف مقامات پر درج کر چکا ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ شافعی کا مذہب

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ بیت الخلاء جاتے ہیں تو ہم آپ کی اس جگہ سے مشک کی خوشبو سونگھتے ہیں اور وہاں کوئی اثر نہیں پاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم جماعتِ انبیاء ہیں ہمارے جسم اہلِ جنت کی روحوں کی مثل ہیں اور زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ ہمارے اجسام سے جو کچھ نکلے وہ اسے نگل جائے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں: ہمارے شیخ نے فرمایا: یہ حدیث ان علماء کی تائید کرتی ہے جو فضلات شریفہ کی طہارت کے قائل ہیں، اور حضور ﷺ کا اس عمل کو مقرر رکھنا اور اُم ایمن کو پیشاب پینے پر نہ ٹوکنا ان علماء کی تائید کرتا ہے''۔

(کشف الغمة ج۱ ص۳۶ مصطفى البابي الحلبي مصر الطبعة الاخيرة ۱۳۷۰ھ)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

وخص بطهارة دمه وسائر فضلاته بل شرب بوله شفاء.

''خون، پیشاب اور تمام فضلات کا پاک ہونا حضور ﷺ کی خصوصیت ہے، بلکہ آپ کا پیشاب پینا شفا ہے''۔

(کشف الغمة ج۲ ص۵۰)

امام شعرانی کے حوالہ سے امام نبہانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(جواهر البحار ج۲ ص ٦٤)

شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا انصاری کا مذہب

شیخ الاسلام والمسلمین ابی یحییٰ زکریا انصاری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وكان يتبرك ويستشفى ببوله ودمه.

''اور حضور ﷺ کے بول اور خون مبارک سے برکت اور شفاء حاصل کی جاتی تھی''۔

(شرح روض الطالب من أسنى المطالب ج۳ ص ١٠٦ مكتبه احديه شاه صاحب لين نمبر ٥٥ ڈھاکہ)

یہ عبارت امام نبہانی نے بھی نقل فرمائی ہے۔

(جواهر البحار ج١ ص٢٧٨)

کیا فضلات شریفہ کا استعمال بغرض علاج تھا؟

عدم تدبر کے باعث بعض حضرات کے قلم سے نکل گیا کہ جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ کا خون اور بول مبارک پیا تھا وہ بغرض علاج تھا۔ اگر چہ ان کا یہ استدلال مردود ہے تاہم اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اُن کے نزدیک یہ احادیث موضوع نہیں بلکہ قابل حجت ہیں۔ ان کا استدلال درست کیوں نہیں؟ اس کی کئی وجوہ ہیں:

۱۔ اس لیے کہ زمین آپ کے براز مبارک کو نگل جاتی تھی، کیا اسے شفا درکار تھی یا برکت؟

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سید العالمین ﷺ کے پسینہ مبارک کو حاصل کرتے تھے، کیا ان کا مقصد علاج تھا؟

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر جلدی کرتے کہ گمان ہوتا کہ ان کے مابین جنگ چھڑ جائیگی، جیسا کہ بخاری میں ہے، کیا وہ سب بیمار تھے اور انکا

مقصود علاج تھا؟

۴۔ لطیف و نفیس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ اور بلغم کو چہروں پر ملا جاتا تھا، جیسا کہ کتبِ صحاح میں تصریح ہے، کیا یہ سب کچھ بغرض علاج تھا، اور کیا عموماً پسینہ، مستعمل پانی، تھوک اور بلغم شفا کا باعث ہوتا ہے یا بیماری کا؟

ایسی باتیں اکثر سطحی الذہن یا ظاہر بین لوگوں کی زبان و قلم سے صادر ہوتی ہیں مگر افسوس کہ یہ چھوٹا قول بڑے حضرات کے قلم سے نکل گیا، جو اتنے بڑے لوگ ہیں کہ اُن کے احسانات کا شکریہ بھی ادا نہیں کیا جا سکتا اور میرا قلب و ذہن ان کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہے "لٰکِنَّ الحقَّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ" (تاہم حق زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُس کی اتباع کی جائے) کے مطابق یہ عاجز بھی اُن کے اِس قول کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے اور مجھ سے قبل اکابرین نے بھی اس قول کو مسترد کر دیا تھا۔ تفصیل نیچے ملاحظہ فرمائیں۔

علاج کے قائلین کی تردید

جو لوگ فضلاتِ نبویہ کے استعمال کو علاج پر محمول کرتے ہیں فقہاء کرام نے ان کے خیال کو احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں مسترد کر دیا ہے۔ تفصیل درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام خیضریؒ اور امام صالحیؒ شافعی کا مذہب

حافظ قطب الدین محمد الخیضری الشافعی طہارتِ فضلات کی احادیث کے ساتھ ساتھ امام نووی کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وموضع الدلالة أنه ﷺ لم ينكر عليها ولا أمرها بغسل الفم ولا نهاها عن العود إلى مثله، ثم قال: إن القاضي الحسين قال: الأصح القطع بطهارة الجميع، انتهى. قلتُ: وإختاره جماعة من متأخري أصحابنا وأنا قائل به، ومن حمل الأحاديث في ذلك على التداوي به، قلنا له قد أخبر ﷺ: إن الله لم يجعل شفاء أمتي فيما حرم عليها، فلا يصح حمل الأحاديث على ذلك بل هي ظاهرة في الطهارة.

''اور مقام استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خاتون پر تنکیر نہیں فرمائی اور نہ اسے منہ دھونے کا حکم فرمایا اور نہ آئندہ ایسا کرنے کی ممانعت فرمائی۔ پھر امام نووی نے فرمایا: قاضی حسین نے فرمایا ہے کہ صحیح ترین مذہب تمام فضلات کی قطعی طہارت ہے، امام نووی کی عبارت ختم ہوئی۔ میں (حیضری) کہتا ہوں: اور اسی کو ہمارے متاخرین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور میں بھی اسی کا قائل ہوں، اور جس شخص نے احادیث کو علاج پر محمول کیا ہے ہم اسے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اطلاع دی ہے: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفا اس چیز میں نہیں رکھی جو اس پر حرام کردی ہے''۔[صحیح ابن حبان ج۲ ص۳۳۵ رقم ۱۳۸۸ وطبع محقق ج٤ ص۲۳۳ رقم ۱۳۹۱، المستدرك ج٥ ص۳۰۸ رقم ۷۵۸٤ و ص ۵۸۷ رقم ۸۳۱۰، فیضي] لہٰذا اِن احادیث کو علاج پر محمول کرنا درست نہیں بلکہ یہ احادیث فضلات کی طہارت میں واضح ہیں''۔

(اللفظ المکرم بخصائص النبي المعظم ﷺ ص۳۶۲، ۳۶۳، سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد ﷺ ج۱۰ ص٤٥٦)

شافعیِ صغیر علامہ شمس الدین محمدؒ کا مذہب

علامہ شمس الدین محمد فرماتے ہیں:

''فضلاتِ نبوی ﷺ کو (معاذ اللہ) نجس کہنے والے لوگ اُن تمام احادیث کو (جو بظاہر طہارت پر دلالت کرتی ہیں) علاج پر محمول کرتے ہیں:

لکن جزم البغوي وغيره بطهارتها وصححه القاضي وغيره، ونقله العمراني عن الخراسانيين، وصححه السبكي والبارزي والزركشي وقال إبن الرفعة: أنه الذي إعتقده والقى الله به، وقال البلقيني: إن به الفتوى، وصححه القاياني وقال: إنه الحق، وقال الحافظ ابن حجر: تكاثرت الأدلة على ذلك ..... وأفتى به الوالد رحمه الله تعالىٰ، وهو المعتمد.

''لیکن امام بغوی اور دوسرے علماء نے قطعیت کے ساتھ فضلات شریفہ کو طاہر قرار دیا ہے اور قاضی

اور دوسرے علماء کرام نے اسی کو صحیح کہا ہے، اور علامہ عمرانی نے خراسانی علماء سے یہی قول نقل کیا ہے، اور امام سبکی، امام بارزی اور امام زرکشی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام ابن رفعہ نے فرمایا: میں یہی عقیدہ رکھتا ہوں اور اسی پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا، اور امام بلقینی نے فرمایا: اسی پر فتویٰ ہے، اور علامہ قایانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی حق ہے، اور حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس پر بکثرت دلائل ہیں..... اور میرے والد ماجد (احمد بن حمزہ بن شہاب الدین رملی) رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور یہی لائق اعتماد ہے"۔

(نہایۃالمحتاج ج۱ ص ۲٤۲ مصطفی البابي الحلبي مصر الطبعۃالأخیرۃ ۱۳۸٦ھ)

ظاہر سی بات ہے کہ جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ کا خون اور بول مبارک نوش کیا تھا وہ بیمار نہیں تھے، لہٰذا علاج کا قول بداہۃً باطل ومردود ہے۔ اگر علاج کی غرض سے پیا تھا تو جنت کی بشارت دینے کے کیا معنیٰ؟ تعجب ہے کہ اتنے بڑے ائمہ علماء (امام نووی اور امام رافعی رحمۃ اللہ علیہما) نے اس قسم کی بات لکھتے ہوئے غور وفکر سے کام نہیں لیا، حالانکہ ان کا یہ قول حدیث کے ظاہر مطلب اور جمہور کے مذہبِ مختار دونوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام شہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

و کونه للتداوي و العلاج خلاف الظاهر علی مافیه.

"(شرب بول اور شرب دم)" کو علاج پر محمول کرنا ظاہر کے خلاف ہے"۔

(نسیم الریاض ج۱ ص ۳٦۱)

آگے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں بھی تنبیہ آرہی ہے کہ ایسے اقوال کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ الغرض ظاہر مطلب چھوڑ کر دور از مقصد تاویلات کرنا تکلیف دہ بات ہے، بہر حال امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ نظریہ صائب ہے جو ہم اس سے قبل اُن کی تصنیف "تھذیب الاسماء و اللغات" سے نقل کر چکے ہیں۔

شیخ محمد شربینی شافعی کا مذھب

شیخ محمد شربینی مختلف نجاستوں اور ان کے احکام کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں:

وهذه الفضلات من النبي ﷺ طاهرة كماجزم به البغوي وغيره، وصححه القاضي وغيره وأفتى به شيخي خلافاً لمافى الشرح الصغير والتحقيق من النجاسة لأن بركة الحبشية شربت بوله ﷺ فقال لن تلج النار بطنك، صححه دارقطني، وقال أبو جعفر الترمذي: دم النبي ﷺ طاهر، لأن أباطيبة شربه، وفعل مثل ذلك إبن الزبير وهو غلام حين أعطاه النبي ﷺ دم حجامته ليدفنه فشربه فقال له النبي ﷺ: من خالط دمه دمي لم تمسسه النار.

''اور نبی ﷺ کی ذات اقدس سے خارج ہونے والے فضلات طاہر تھے جیسا کہ امام بغوی اور دوسرے علماء نے قطعیت کے ساتھ کہا ہے، اور قاضی حسین اور دوسرے فقہاء نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے، اور میرے شیخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ بخلاف اس کے جو شرح ''صغیر'' اور ''تحقیق'' میں نجاست کا قول ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ برکہ حبشیہ نے آنحضور ﷺ کا بول مبارک نوش کیا تو آپ نے فرمایا: تیرا پیٹ آگ میں داخل نہ ہوگا۔ اس حدیث کو امام دار قطنی نے صحیح کہا ہے اور ابو جعفر ترمذی فرماتے ہیں: نبی ﷺ کا خون پاک تھا کیونکہ ابوطیبہ نے اس کو نوش کیا اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی کیا تھا، جب وہ لڑکے تھے، سرور عالم ﷺ نے پچھنے لگوا کر وہ خون اُنہیں دفن کرنے کے لیے دیا تھا تو اُنہوں نے پی لیا تھا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے اُنہیں فرمایا تھا: جس کے خون میں میرا خون شامل ہوگیا اُسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی''۔

(مغني المحتاج ج ۱ ص ۷۹ مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر ۱۳۷۷ھ)

شیخ عبداللہ بن شیخ حسن الحسن الکوہجی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(زادالمحتاج بشرح المنهاج للكوهجي، ج ۱ ص ۸۶)

امام عراقی شافعیؒ اور امام مناویؒ کا مذہب

حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاد شیخ ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرۃ النبی میں ایک منظوم تالیف ہے، اس میں وہ فرماتے ہیں:

وَبَولُهُ ودمهُ إذاُتِيَا

تبرُّكاً من شَارِبٍ مَا نُهِيَا

''اورآپ کے بول اور خون کو جب لایا گیا تو وہ پینے والے کے حق میں تبرک ہو گئے، کیونکہ اُن سے روکا نہیں گیا''۔

اس شعر کی تشریح میں امام زین الدین مناوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کا بول اور خون تبرک ہیں، ان کو پینے والے حضرات کو منع نہیں کیا گیا اسی لیے فقہاء شافعیہ کے جم غفیر کے نزدیک آپ ﷺ کے تمام فضلات شریفہ طاہر ہیں''۔

(العجالة السنية على ألفية السيرة النبوية ص ۱۰۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ کا مذہب

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وكان يستشفي ويتبرك ببوله ودمه.

''سید عالم ﷺ کے بول اور خون مبارک سے شفا اور برکت حاصل کی جاتی تھی''۔

(تلخيص الحبير ج۲ ص ۱۴۳ الطباعة الفنية المتحدة قاهرة ۱۳۸۴ھ، وطبع محقق ج۳ ص ۳۰۲)

آپ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''فتح الباري'' میں لکھتے ہیں:

والحق أن حكمه جميع المكلفين فى الأحكام التكليفية إلا فيما خص بدليل، وقد تكاثرت الأدلة على طهارة فضلاته وعد الأئمة ذلك في خصائصه فلا يلتفت إلى ما

وقع في كتب كثير من الشافعية مما يخالف ذلك فقد استقر الأمر بين أئمتهم على القول بالطهارة.

''اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں نبی ﷺ کا حکم تمام مکلفین کی طرح ہے مگر یہ کہ جو خصوصیت دلیل سے ثابت ہو، اور واقعی آپ کے فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل موجود ہیں، اور ائمہ عظام نے فضلات شریفہ کی طہارت کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ لہٰذا جو شافعیہ کی بہت سی کتب میں اس کے خلاف لکھا ہوا ہے وہ لائق التفات نہیں، کیونکہ انکے ائمہ کے درمیان معاملہ فضلات شریفہ کی طہارت کے قول پر آٹھہرا ہے''۔

(فتح الباري ج١ ص٢١٨، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٨ھ وطبع آخر ج١ ص٣٦٥)

نوٹ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ''في كتب كثير من الشافعية'' کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آسکے، کیونکہ شافعیہ کی کثیر کتب میں اس مسئلے کے حق میں دلائل ہیں نہ کہ اس کے خلاف، اس لیے ''في بعض كتب الشافعية'' (یعنی شافعیہ کی بعض کتابیں) کہا جاتا تو بہتر ہوتا۔ ہر چند کہ راقم اثیم نے تمام کتبِ شافعیہ کا احاطہ نہیں کر رکھا تاہم محدود وسائل کی حد تک جو کتبِ شافعیہ زیرِ مطالعہ آئیں وہ سب اس مسئلے کے اثبات کے دلائل سے گونج رہی ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

مالکی فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب بھی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فضلات شریفہ طاہر تھے۔ اس پر متعدد مالکی حضرات کی تصریحات موجود ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

قاضی عیاض مالکیؒ کا مذہب

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"بأن منيه وسائر فضوله ﷺ عندهم طاهرة على أحد القولين.

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منی اور آپ کے تمام فضلات شریفہ فقہاء مالکیہ کے ایک قول کے مطابق طاہر ہیں"۔

(إكمال المعلم بفوائد مسلم ج۲ ص۱۱۵)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا بے غبار اور مذہبِ مختار وہ ہے جو انہوں نے اپنی مبارک ومقبولِ بارگاہِ رسالت ﷺ اور مشہور ترین تصنیف "الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ" میں قلم بند کیا ہے۔ وہاں آپ نے اس مسئلہ کے حق میں بہت عمدہ لکھا ہے، اور بعد کے اکثر علماء کرام نے آپ کی اس عبارت کو نقل کیا ہے، اور وہ عبارت راقم اثیم بھی متعدد حوالہ جات کے ساتھ نقل کر چکا ہے۔

اگر فضلاتِ نبوی پاک تھے تو پھر استنجاء کیوں؟

فطری طور پر یہ سوال ذہنوں میں پیدا ہو سکتا ہے، اس لیے مناسب ہے کہ معتبر علماء کرام کے کلام سے اس اشکال (شبہ) کو بھی واضح کر دیا جائے۔

ہر چند کہ یہ مقام فقہاء مالکیہ کی آراء ونظریات کے قلم بند کرنے کا ہے مگر اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ضمناً ایک حنفی امام کے کلام کو نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وإن قيل بالنقض بمثل البول لا لأنه منهم نجس حقيقةً بل في حقهم خاصة لعظم شأنهم وعلو مكانهم عليهم الصلوٰة والسلام أبداً من رحمانهم.

"اور پیشاب اور اسی کی مثل دوسری چیزوں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے وضو ٹوٹ جانے کا قول کیا گیا ہے، اس لیے نہیں کے ان کی یہ چیزیں واقعۃً نجس ہیں بلکہ یہ اُن کی عظمتِ شان اور رفعتِ مرتبہ کے لحاظ سے ہے، اُن پر رحمان جل جلالہ کے ہمیشہ صلاۃ وسلام ہوں"۔

(فتاوی رضویہ ج۱ ص۴۳۲)

ایک آدھ پیراگراف کے بعد آپ اپنی تائید میں طحطاوی کی یہ عبارت لائے ہیں:

بحث فيه بعض الحذاق بأنه إذاكان الناقض الحقيقي المتحقق غير ناقض فالحكمي المتوهم أولىٰ.

''بعض سمجھ دار علماء کرام نے فرمایا ہے کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو حقیقی نواقض (پیشاب ، پاخانہ وغیرہ) سے نہیں ٹوٹتا تو وہمی نواقض (نیند وغیرہ) سے بدرجہ اولیٰ نہیں ٹوٹے گا''۔

(فتاوی رضویہ ج ١ ص ٤٣٣)

معلوم ہوا کہ حقیقی نواقض سے بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ وضو کیوں کرتے تھے؟ اس پر مزید امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وأما النواقض الحقيقية منافتنقض منهم أيضاً صلوات اللّٰه تعالىٰ وسلامه عليهم لا لأنها نجسة، كلا بل هي طاهرة بل طيبة حلال الأكل والشرب لنا من نبينا صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم، كما دل عليه غير ما حديث بل لأنها نجاسة في حقهم لرفعة مكانهم ونهاية نزاهة شأنهم كما أشرت إليه فهذا ما نختاره ونرجو أن يكون صواباً، إن شاء اللّٰه تعالىٰ.

''اور جو ہمارے حق میں حقیقی نواقض ہیں ان سے انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم کا وضو بھی ٹوٹتا ہے، مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ نجس ہیں بلکہ وہ طاہر ہیں بلکہ وہ طیب ہیں ان کا کھانا پینا ہمارے لیے (ہمارے ہی نبی کے فضلات) حلال ہیں۔ اس پر متعدد احادیث دلالت کرتی ہیں لیکن یہ فضلات خود ان کے حق میں اُن کی رفعت شان اور انتہائی نفاست کے باعث نجس ہیں جیسا کہ میں اشارہ کر چکا ہوں۔ ہم اِسی مذہب کو اختیار کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہی درست ہوگا''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ١ ص ٤٣٥ جامعہ نظامیہ لاہور)

امام احمد رضا حنفی قدس سرہ العزیز کی فکر صائب ہے، یقیناً مسئلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اُنہوں نے اُمید فرمائی۔ قارئین کرام کی ضیافتِ علمی کے لیے چند شواہد پیشِ خدمت ہیں۔

شیخ محمد علیشؒ مالکی کا مذہب

شیخ محمد علیش مالکی انسانی فضلات کی نجاست کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

إلاالأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام ففضلتهم طاهرة ولو قبل بعثتهم لإصطفائهم واستنجاء هم كان للتنظيف والتشريع.

''ماسوا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے، پس اُنکے فضلات طاہر ہیں، اگر چہ ان کی بعثت سے قبل ہی ہوں، ان کی برگزیدگی کے باعث، اوران کا استنجا کرنا نظافت اور تشریع کے لیے ہے''۔

(منح الجليل ج١ ص٥٤، دار الفكر بيروت الطبعة الأولیٰ ١٤٠٤ھ)

شیخ احمد صاوی رحمہ اللہ کا مذہب

عارف صاوی لکھتے ہیں:

إن فضلات الأنبياء طاهرة وإستنجاء هم تنزيه وتشريع ولو قبل النبوة لأصطفائهم من أصل الخلقة، وأن المني الذي خلقت منه الأنبياء طاهر بلا خلاف، بل جميع ما تكون من أصول المصطفى ﷺ طاهر أيضاً.

''یقیناً انبیاء کرام علیہم السلام کے فضلات شریفہ طاہر ہیں اوران کا استنجاء تنزیہ اور تشریع کے لیے ہے۔اگر چہ قبل از اعلانِ نبوت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو چن لیا ہے، اور بیشک وہ مادہ جس سے انبیاء کرام علیہم السلام کی تخلیق ہوئی بلا اختلاف طاہر ہے بلکہ مصطفیٰ ﷺ کے جمیع آباؤاجداد کا مادہ طاہر ہے''۔

(بلغة السالك ج١ ص٢٠ ملخصاً دار المعرفة بيروت ١٣٩٨ھ)

علامہ شمس الدین محمد شافعی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وحمل تنزهه ﷺ منها على الإستحباب ومزيد النظافة.

''اور نبی کریم ﷺ کے پاکیزگی کے اہتمام کو استحباب اور مزید نظافت پر محمول کیا گیا ہے''۔

(نهاية المحتاج، ج١ ص٢٤٢)

امام زرقانی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔

(زرقاني على المواهب ج٤ ص٤٣٣ المطبعة الأزهرية مصر ١٣٢٦ھ)

امام رصّاع مالکیؒ کا مذہب

امام ابوعبداللہ محمد بن قاسم الرصاع مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک تصنیف "تذکرة المحبين شرح أسماء سيدالمرسلين ﷺ" میں نبی کریم ﷺ کے اسم "الطاھر" اور "الطیب" کی تشریح میں بہت عمدہ لکھا ہے، اور ہم اس کا کچھ حصہ اس سے قبل نقل کر چکے ہیں۔

امام محمد مھدی الفاسیؒ کا مذہب

امام محمد مھدی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے، جیسا کہ ہم اس سے قبل نبی کریم ﷺ کے اسماء طاھر، طیب اور مطھَّر کی تشریح میں نقل کر چکے ہیں۔

فقہاءِ حنبلیہ کا مذہب

میرے پاس علماء حنابلہ کی "سیرتِ نبویہ اور فقہ پر" کتابیں قلیل ہیں اس لیے براہِ راست کسی حنبلی کتاب سے کوئی واضح عبارت پیش کرنے سے قاصر ہوں، البتہ دوسرے علماء کرام کی کتابوں سے علماء حنابلہ کا مذہب اس سلسلے میں وہی ملتا ہے جو دوسرے مذاھب کا ہے۔

امام عبدالغنی حنبلیؒ کا مذہب

"المواهب اللدنية" میں ہے شیخ الاسلام حافظ عبدالغنی تقی الدین حنبلی المقدسی ثم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۰۰ھ سے دریافت کیا گیا:

هل روي أنه ﷺ كان مايخرج منه تبتلعه الأرض؟فقال:قدروي ذلك من وجه غريب والظاهريؤيده فإنه لم يذكرعن أحدمن الصحابة أنه رآه ولاذكره وأماالبول فقد شاهده غيرواحدوشربته أم أيمن.

"کیا ایسی کوئی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے جو کچھ نکلتا تھا اُسے زمین نگل جاتی تھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں ایک ضعیف حدیث ہے اور ظاہر اُس کی تائید کرتا ہے کیونکہ کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اُس نے برازِ نبوی ﷺ کو دیکھا ہو اور نہ کسی صحابی نے اُسے دیکھنے کا ذکر کیا ہے، لیکن بول

(پیشاب) مبارک متعدد صحابہ کرام نے دیکھا ہے اور حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے اُسے پیا ہے''۔

(المواهب اللدنية ج٢ ص ٣١٤، ٣١٥، زرقاني على المواهب ج ٥ ص ٤٥٢، ٤٥٣)

علامہ مرداوی حنبلی کا مذہب

علامہ مرداوی حنبلی نے انسان کے مرنے کے بعد اس کے جسم کے اجزاء کے پاک ہونے یا نجس ہونے پر طویل بحث کی ہے۔ آخر میں لکھا ہے:

تنبيه: محل الخلاف في غير النبي ﷺ فإنه لاخلاف فيه، قلت: وعلى قياسه سائر الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام، وهذا مما لاشك فيه.

''خبردار! یہ اختلاف غیر نبی انسان میں ہے، نبی اکرم ﷺ اس اختلاف سے مستثنیٰ ہیں۔ میں کہتا ہوں: اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اس اختلاف سے مستثنیٰ ہیں اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں''۔

(الإنصاف ج١ ص ٣٢٣ مطبعة المحمدية قاهرة ١٣٨٤ھ)

فقہاءِ حنفیہ کا مذہب

اس سے قبل ملا علی القاری، امام شہاب الدین الخفاجی الحنفی اور امام احمد رضا حنفی کی عبارات میں بھی احناف کا مذہب معلوم ہو چکا ہے، اور یہاں مستقل عنوانات کے تحت مزید عبارات پیشِ خدمت ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب

امام ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ انسانی فضلات کی نجاست کی توضیح میں لکھتے ہیں:

تنبيه: صحح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته، وبه قال أبو حنيفة كما نقله في (المواهب اللدنية) عن (شرح البخاري) للعيني.

''تنبیہ: بعض ائمہ شافعیہ نے نبی کریم ﷺ کے بول اور تمام فضلات شریفہ کی طہارت کی صحت بیان فرمائی ہے، اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے جیسا کہ ''المواهب اللدنية'' میں امام عینی کی

شرح بخاری سے منقول ہے''۔

(ردالمختار ج۱ ص۴۵۳)

فائدہ:

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول علامہ عینی کے حوالہ سے ''المواھب اللدنیۃ'' کے ''المقصد الثالث'' کی فصلِ اول میں ذکر کیا ہے۔

(المواهب اللدنية ج۲ ص۳۱۸)

اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول کہاں ذکر کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیے! علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں نے کہا کہ وہ احادیث (جن میں ذکر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے وضو کے مستعمل پانی کو تبرک کے طور پر استعمال کرتے تھے، امام ابوحنیفہ کے رد میں ہیں) کیونکہ امام ابوحنیفہ مستعمل پانی کو نجس کہتے ہیں۔ اور نجس چیز تبرک نہیں ہوا کرتی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: معاند نے یہ غلط کہا ہے کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ہرگز ایسی بات نہیں کہی:

وكيف يقول ذلك وهو يقول بطهارة بوله وسائر فضلاته؟

''اور وہ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ حضور ﷺ کے بول اور تمام فضلات شریفہ کو طاہر فرماتے ہیں؟''

(عمدة القاري ج۳ ص۸۹، وطبع آخر ج۳ ص۱۱۸)

امام مغلطائی حنفیؒ کا مذہب

امام علاؤالدین ابن قلیج ابوعبداللہ مغلطائی مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

وكان بوله ودمه يتبرك بهما.

''اور حضور ﷺ کے بول اور خون سے برکت حاصل کی جاتی تھی''۔

(الإشارة إلى سيرة المصطفىٰ ﷺ ص۴۵۹)

علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ کا مذہب

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ نے بخاری کے "باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان" کے تحت نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک اور فضلات شریفہ کی طہارت پر انتہائی عاشقانہ اور تفصیلی گفتگو کی ہے، یہاں ہم اُس کا خلاصہ پیش کررہے ہیں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں:

''ابن بطال نے کہا: امام بخاری نے اس باب سے امام شافعی رضی اللہ عنہ کا رد کیا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جب کوئی بال انسان کے جسم سے جدا ہو جائے تو پلید ہو جاتا ہے اور پانی میں گر جائے تو اسے بھی پلید کر دیتا ہے۔ ابراہیم بکری کہتے ہیں: علامہ مزنی نے کہا: امام شافعیؒ نے انسانی بال کی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا۔ علامہ ماوردی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ نیز علامہ ماوردی ربیع جیزی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ: امام شافعی نے فرمایا: بال جلد کے تابع ہیں، جلد طاہر ہے تو بال بھی طاہر ہیں ورنہ نجس ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: ماوردی نے کہا: لیکن نبی اکرم ﷺ کے بال مبارک صحیح مذہب یہ ہے کہ طاہر ہیں۔ علامہ اسماعیلی کہتے ہیں: بالوں کی طہارت میں اختلاف ہے۔ امام بخاری نے جو استدلال کیا ہے کہ پانی میں بال گر جائے تو پانی پاک ہے، یہ استدلال محلِ نظر ہے، اور کہا ہے کہ ابن مبارک نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنی داڑھی کا ایک بال اپنے منہ میں کیا ہوا تھا تو انہوں نے کہا چھوڑ! کیا مردار کو اپنے منہ میں لیتا ہے؟ لیکن نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک مکرم و معظم ہیں اور وہ اس بحث سے خارج ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ماوردی کا کہنا کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے موئے مبارک طاہر ہیں، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ماوردی وغیرہ کے نزدیک اس کے سوا کوئی اور قول بھی ہے۔ ہم اس قول سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ بعض شافعیہ نے بھی یہی الگ مذہب اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ نبی ﷺ کے موئے

مبارک میں دو وجہیں ہیں۔ قریب ہے کہ یہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں۔
نبی ﷺ کے موئے مبارک کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ ان میں دو توجیہیں کی جائیں۔ بھلا یہ بات کیسے کہی جا سکتی ہے جبکہ آپ ﷺ کے فضلات شریفہ کو طاہر کہا گیا ہے، پھر بالوں کا مرتبہ تو اس سے بہت بلند ہے، اور ماوردی نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے اپنے بال بطور تبرک تقسیم فرمائے تھے اور تبرک کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں یہ پہلے قول سے بھی زیادہ قبیح ہے، اور کثیر شافعیہ نے ایسے ہی کہا ہے۔ نیز انہوں نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے بال حاصل کیے تھے وہ بال تھوڑی مقدار میں تھے اور تھوڑی مقدار معاف ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ گزشتہ تمام اقوال سے بدترین قول ہے۔ دراصل ان لوگوں کی اس سے غرض یہ ہے کہ یہ اپنے اُس مذہب کو آگے بڑھائیں کہ بنو آدم کے بال جسم سے جدا ہونے کے بعد نجس ہو جاتے ہیں، اور جب ان پر نبی ﷺ کے موئے مبارک کا سوال قائم کیا گیا تو انہوں نے یہ تاویلاتِ فاسدہ کیں۔ صحیح بخاری کے بعض شارحین نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کے (پیشاب) اور دم (خون) کے بارے میں دو صورتیں ہیں اور زیادہ لائق یہ ہے کہ وہ طاہر ہیں۔
قاضی حسین نے بھی ''عذرہ'' میں دو صورتیں ذکر کی ہیں۔ (لیکن قاضی حسین نے قطعیت کے ساتھ طہارتِ فضلات شریفہ ثابت کی ہے۔ شرح مہذب ج ا ص ۲۳۴۔ فیضی) اور بعض علماء نے امام غزالی پر نکیر کی ہے، اس لیے کہ غزالی نے فضلاتِ نبویہ کی نجاست کا زعم کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ غزالی کی بکواس ہے، اُس نے نبی ﷺ کے متعلقات کا بھی خیال نہیں کیا، اور بہت سی احادیث ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ کا خون مبارک نوش کیا۔ ان میں ابو طیبہ فصد لگانے والے ہیں اور ایک قریشی لڑکا ہے جس نے آپ ﷺ کو فصد لگائی، اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کا خون مبارک نوش کیا، اور مروی ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ

وجہہ الکریم نے بھی آپ ﷺ کا خون مبارک نوش کیا ہے، اور یہ بھی روایت ہے کہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا بول مبارک نوش کیا۔ یہ حدیث امام حاکم، امام دار قطنی اور امام ابونعیم نے ذکر کی ہے، اور طبرانی نے "المعجم الأوسط" میں روایت کیا ہے کہ ابورافع کی بیوی سلمٰی نے نبی اکرم ﷺ کے غسل کے مستعمل پانی سے کچھ پی لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تیرے جسم پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔

(مجمع الزوائد ج۸ص۲۸۳، تلخیص الحبیر ج۱ص۳۲، خصائص الکبریٰ ج۱ ص۴٤٢، فیضی) اور بعض علماء نے کہا ہے کہ احکامِ تکلیفیہ میں نبی اکرم ﷺ کا حکم تمام مکلفین کی طرح ہے مگر یہ کہ جو خصوصیت دلیل سے ثابت ہو۔ (اس سے آگے امام عینی فرماتے ہیں)

قلت يلزم من هذا أن يكون الناس مساويين للنبي ﷺ ولا يقول بذلك إلا جاهل غبي وأين مرتبته من مراتب الناس؟ ولا يلزم أن يكون دليل الخصوص بالنقل دائماً، والعقل له مدخل في تمييز النبي عليه الصلوٰة والسلام من غيره في مثل هذه الأشياء وأنا أعتقدأنه لايقاس عليه غيره، وإن قالوا غير ذلك فأُذُني عنه صماء.

"میں کہتا ہوں اس سے یہ بات لازم آئیگی کہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے برابر ہو جائیں اور یہ بات کوئی جاہل غبی ہی کہہ سکتا ہے۔ بھلا کہاں آپ کا مرتبہ اور کہاں لوگوں کے مراتب، اور یہ لازمی نہیں کہ خصوصیت کی دلیل ہمیشہ نقل سے ثابت ہو بلکہ نبی اکرم ﷺ کو ممتاز کرنے کے لیے ایسے اُمور میں عقل کو بھی دخل ہے، اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور اگر وہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کہیں تو میرے کان اس سے بہرے ہیں۔"

(عمدة القاري ج٣ ص ٣٥، وطبع آخر ج٣ ص٥٢)

امام عینی علیہ الرحمۃ کی غیرتِ عشق

علامہ عینی علیہ الرحمۃ کا یہ کلام محبتِ مصطفیٰ ﷺ سے لبریز ہے، لفظ لفظ سے محبت جھلکتی نظر آتی ہے۔ یہ جملہ خصوصی توجہ کا مستحق ہے: "وإن قالوا غير ذلك فأذني عنه صمآء" (اور اگر وہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کہیں تو میرے کان اس سے بہرے ہیں)۔

یہ وہ محبت ہے جس کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے:

حبک الشيء يعمي ويصم.

"کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے"۔

(سنن أبي داود ج٤ ص٣٣٤، دار الفكر بيروت، وطبع آخر ج ٤ ص٣٤٢ رقم ٥١٣٠، إعتلال القلوب في أخبار العشاق والمحبين للخرائطي ١٨٥ وص ٣٣٥، مشكوة ج٢ ص٢٦٨ رقم ٤٩٠٨، جمع الجوامع ج٤ ص١٩٢ رقم ١١١٨١، كنوز الحقائق ج١ ص٢٥٥ رقم ٣٢٣٩، كشف الخفاء ج١ ص ٣٠٦ رقم١٠٩٣)

محبّ کو محبوب کی برائی نظر آتی ہے اور نہ وہ اسے دیکھ سکتا ہے، بلکہ وہ محبوب کا عیب سن بھی نہیں سکتا ۔یہی کیفیت امام بدر الدین عینی حنفی قدس سرہ العزیز کی ہے۔

امام عینی کی امام غزالی وغیرہ (رحمۃ اللہ علیہم) پر برہمی

آپ نے غور فرمایا کہ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فضائل وخصائل کے ثبوت کے لیے ہمیشہ نقلی دلائل ضروری نہیں بلکہ نبی اور غیر نبی کے مابین فرق کرنے کے لیے عقل کو بھی دخل ہے، لہٰذا یہ جملہ بھی امام عینی کی محبت کو ظاہر کر رہا ہے۔امام عینی متعلقاتِ نبویہ میں اس حد تک حساس نظر آتے ہیں کہ انہیں بعض شارحینِ بخاری کا وہ قول پسند نہیں آیا جس میں اُنہوں نے نبی کریم ﷺ کے بول اور دم کے متعلق دو صورتوں کا ذکر کیا، اگرچہ انہوں نے بول اور دم نبوی کو طاہر تسلیم کیا ہے، لیکن امام عینی کا عشق کہتا ہے جب بات نبی کریم ﷺ کی ہو رہی ہے تو پھر بول ودم نبوی میں دو صورتیں کیسی؟ ایک ہی صورت ہوگی کہ

فضلات نبویہ طاہر ہیں اور بس۔

اس سے چند سطور قبل نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق ''ماوردی'' کے قول سے دو توجیہوں کا عندیہ ملتا تھا، اس پر بھی امام عینی کی غیرت عشق جوش میں آگئی اور فرمایا: ہم ایسے قول سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، حتیٰ کہ حضور ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق کسی دوسرے احتمال کی گنجائش رکھنے والے لوگوں کے متعلق کہا کہ اُن کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا امکان ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام عینی کو معلوم ہوا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے فضلات شریفہ کی نجاست کا قول کیا ہے تو امام عینی کی غیرتِ عشق جوش میں آگئی اور انہوں نے بلا تأمل قولِ غزالی کو بکواس قرار دے دیا۔ راقم اثیم کہتا ہے کہ اگر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا منقول ہو تو امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کی برہمی حق ہی نہیں بلکہ عینِ ایمان ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کی عظمت کے سامنے کسی کی کیا حیثیت ہے؟

امام عینیؒ کی برہمی برحق مگر غزالیؒ....

خدا جانے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فضلاتِ نبویہ کی نجاست کا قول کیا بھی ہے یا نہیں؟ اگر کیا ہے تو کس کتاب میں؟ ممکن ہے امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں کسی دوسرے مصنف کی کتاب میں امام غزالی کا یہ قول آیا ہو، جو بھی صورت ہو بہر حال اگر امام غزالی نے یہ بات کہی یا لکھی ہو تو ان پر امام عینی کی برہمی درست ہے۔ لیکن راقم اثیم نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا تتبع کیا تو مجھے طہارت فضلاتِ نبویہ کی نفی کی نہیں بلکہ اثبات کی عبارت دستیاب ہوئی۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کے خصائص میں لکھتے ہیں:

وفضلاتہ طاهرة على الأصح يتبرك بها ويستشفى بها.

''اور آپ کے ﷺ فضلات شریفہ زیادہ صحیح مذہب کے مطابق طاہر ہیں، ان سے برکت اور شفا حاصل کی جاتی ہے۔''

(روضة المحبين وعمدة السالكين ص ٥٩)

امام احمد رضا حنفیؒ پر امام عینیؒ کے کلام کی تاثیر

امام عینی کی مذکورالصدر مکمل عبارت عشق وکیفیت سے اس قدر بھرپور ہے کہ بخدا مجھ ایسے سیاہ کار کو بھی اس پر رقت طاری ہوگئی، پھر خود سوچیے کہ عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ پر اس کلام کا کس قدر اثر ہوتا ہوگا؟ اس کا کچھ اندازہ امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے لگایا جا سکتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''میری نظر میں امام ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری کی وقعت ابتداءً امام بدر الدین محمود عینی شارح بخاری سے زیادہ تھی۔ فضلات شریفہ کی طہارت کی بحث ان دونوں صاحبوں نے کی ہے۔امام ابن حجر نے ابحاث محدثانہ لکھی ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے، یوں کہا جاتا ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے۔اخیر میں لکھا ہے کہ فضلات شریفہ کی طہارت اُن کے نزدیک ثابت نہیں۔امام عینی نے بھی شرح بخاری میں اس بحث کو بہت بسط سے لکھا ہے، آخر میں لکھتے ہیں: جو شخص طہارت کا قائل ہو اس کو میں مانتا ہوں اور جو اس کے خلاف کہے اس کے لیے میرے کان بہرے ہیں، یہ سب ابحاث ہیں، میں سنتا نہیں۔ یہ لفظ اُن کی کمال محبت کو ثابت کرتا ہے اور میرے دل میں ایسا اثر کر گیا کہ اُن کی وقعت بہت ہوگئی۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ چھارم ص ۲۷ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

ملفوظ اور تصنیف میں فرق

خیال رہے کہ امام احمد رضا حنفیؒ کے اِس کلام میں ایک بات خلافِ واقعہ بیان ہوگئی، وہ یہ کہ امام ابن حجر عسقلانیؒ فضلات شریفہ کی طہارت کے قائل ہیں جبکہ اس کلام میں ان کی طرف نفی منسوب کی گئی ہے۔ یہ امام احمد رضا حنفیؒ کے بعض سامعین کی غلط فہمی ہے، انہوں نے گمان کیا کہ شاید امام احمد رضا کے دل میں امام عینی کی وقعت اس لیے بڑھ گئی کہ وہ طہارت کے قائل ہیں اور امام ابن حجر عسقلانی طہارت کے قائل نہیں ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں شارحین بخاری فضلات نبویہ کی طہارت کے قائل ہیں لیکن فرق یہ ہے

کہ ایک صاحب (عسقلانی) دلائل کے سامنے سرنگوں ہیں اور دوسرے صاحب (عینیؒ) کا عشق کہتا ہے کہ دلائل کی ضرورت ہی نہیں، دلائلِ منقولہ ہوں یا نہ ہوں نبی اور غیر نبی میں فرق ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ اسی کے قائل ہیں اور اس کے سوا کچھ سننے کو تیار نہیں۔ "وإن قالوا غير ذلك فأذني عنه صمآء" (اور وہ اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات کہیں تو میرے کان اس سے بہرے ہیں) یہ وہ جملہ ہے جو امام احمد رضا حنفیؒ کے دل میں گہرا اثر چھوڑ گیا، مگر افسوس کہ آپ کے ملفوظ کا سامع کچھ اور سمجھ بیٹھا۔

بزرگانِ دین کے ملفوظات میں اسی لیے غلطیاں پائی جاتی ہیں، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں بھی اسی لیے بعض ایسی موٹی غلطیاں موجود ہیں جو کتاب وسنت کے علاوہ خود امام احمد رضا حنفیؒ کی تصانیف کے مندرجات کے بھی خلاف ہیں۔

ملفوظ لفظ سے ہے اور لفظ کا لغوی معنی ہے "پھینکنا" سو انسان جب بولتا ہے تو وہ اپنے منہ سے کلام پھینکتا ہے، اور سامعین کے کان اس کلام کو چن لیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ پھینکی ہوئی چیز ساری کی ساری نہیں چنی جاتی بلکہ کچھ رہ جاتی ہے اور کبھی چنتے وقت دوسری چیزیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ سو غلطی الفاظ کے سامعین کی ہوتی ہے اور عام لوگ اس کو بزرگوں کی غلطی گمان کر لیتے ہیں۔

ملفوظ کی بہ نسبت تصنیف میں غلطیوں کا امکان کم ہوتا ہے، اس لیے کہ مصنف خود مختلف چیزوں کو آپ ہی جوڑتا اور جمع کرتا ہے، دوسرا اگر تعاون کرے تو مصنف پھر بھی جانچنے اور پرکھنے کے بعد اُس چیز کو اپنی تصنیف میں شامل کرتا ہے۔ تصنیف کا لغوی معنیٰ ہی کسی چیز کو "بنانا" اور بعض کو بعض سے ممتاز کرنا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اسے مناسب مقام پر جمع کرنا ہے۔ سو جب کوئی شخص مختلف کتب وغیرہ سے چن چن کر مواد جمع کرتا ہے اور پھر اسے مناسب مقام پر جوڑ کر رکھتا ہے تو وہ مضمون بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص مضمون کے مضمون اٹھا کر کتاب تیار کر لے تو وہ مصنف نہیں بلکہ مرتب کہلاتا ہے، لہٰذا آج کل کے ایسے مصنفین "جو در حقیقت مرتبین ہیں" کو اگر چور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

فائدہ:

چونکہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مجموعی طور پر مفید کلام ہے اس لیے اس کی تصحیح اور تخریج کر دی جائے تو اور زیادہ مفید ہو جائے گا۔

ملا علی قاری حنفیؒ کا مذہب

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

إختار کثیرون من أصحابنا طهارة فضلاته علیه الصلوٰة والسلام.

"ہمارے اکثر علماء احناف رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کے فضلات شریفہ کی طہارت کے مذہب کو اختیار کیا ہے"۔

(مرقاة شرح مشکوة ج۲ ص۵۳ مطبوع مکتبہ امدادیہ طبعة اولیٰ ۱۳۹۲ھ)

علامہ ملا علی القاری شمائل شریف کی شرح میں بول وغیرہ کی احادیث کو جمع کرنے کے بعد اپنے شیخ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت لائے ہیں جو ہم "امام ابن حجر مکی کا مذہب" کے عنوان سے "**أشرف الوسائل إلی فهم الشمائل**" سے نقل کر چکے ہیں۔

(جمع الوسائل في شرح الشمائل ج۲ ص۴۰۳)

تنبیہ:

خیال رہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی بعض کتب میں طہارتِ فضلاتِ نبویہ کی نفی کا قول منقول ہے، اور اس پر دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابو طیبہ حجام کو آئندہ کے لیے خونِ نبوی پینے کی ممانعت فرما دی تھی اور فرمایا تھا کہ خون حرام ہے۔ لیکن ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول عدم تدبر پر مبنی ہے، کیونکہ ممانعت کی اس حدیث میں قیل وقال ہے اور وہ حجت نہیں ہو سکتی، جیسا کہ ہم امام ابن حجر عسقلانی اور امام حیضری شافعی سے نقل کر چکے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی بھی ملا علی قاری کی عبارت سے دھوکہ کھا بیٹھے اور اپنی آخری تصنیف

"بوادر النوادر" میں طہارتِ فضلاتِ نبویہ کی نفی کر بیٹھے، حالانکہ ان کی سابقہ تصانیف میں طہارت کا اثبات ہے اور بقول اُن کے اُن میں سے بعض تصانیف بارگاہِ الوہیت میں مقبول بھی ہیں۔ تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی حنفیؒ کا مذہب

بعض اوقات نبی کریم ﷺ کے کپڑوں پر لگی ہوئی منی کو دھویا نہیں جاتا تھا بلکہ کھرچ دیا جاتا تھا ،اس کی توجیہ میں علامہ حلبی حنفیؒ لکھتے ہیں:

وهي محتملة لكون المني قليلاولكونه مخصوصاعليه الصلوة والسلام على ما قيل أن فضلاته عليه الصلوة والسلام طاهرة.

"احتمال ہے کہ وہ منی قلیل ہوگی اور اس لیے بھی کہ یہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی خصوصیت ہے، اس قول کے مطابق کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام فضلات شریفہ طاہر ہیں"۔

اس سے ذرا آگے لکھتے ہیں:

إختصاصه عليه السلام بطهارةالفضلات حتى الدم والبول على ماصححه القاضي حسين وغيره.

"خون اور پیشاب سمیت تمام فضلات کی طہارت حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے، جیسا کہ قاضی حسین اور دوسرے فقہاء کرام نے اس کی صحت بیان فرمائی ہے"۔

(غنية المستملي شرح منية المصلي ص ۱۸۲ ،سهيل اكيڈمي ،لاهور ۱۳۹۹ ه)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا مذہب

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے "مدارج النبوۃ" میں اس مسئلہ پر تفصیلاً لکھا ہے، اور فرمایا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(مدارج النبوة فارسي ج ۱ ص ۲۶)

مولانا عنایت احمد کاکوروی حنفی کا مذہب

علم صَرف کی مشہور درسی کتاب ''علم الصیغة'' کے مصنف مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ایک بار آپ (ﷺ) نے برتن میں پیشاب کیا تھا، اُمّ ایمن نے دھوکہ سے پی لیا مطلق نہ جانا کہ پیشاب ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا تیرا پیٹ کبھی نہ دکھے گا۔ لہٰذا فقہاء نے لکھا ہے کہ بول و براز آپ کا نجس نہ تھا۔ چنانچہ عینی شرح (شارح) بخاری نے لکھا ہے اور کہا ہے کہ مذہب امام (ابو) حنیفہ (رضی اللہ عنہ) کا یہی ہے۔''

(تواریخ حبیب الہ ص ١٦٠ مطبوعة ملك دين محمد اینڈ سنز کشمیری بازار لاهور، ١٩٣٩ء)

فضلاتِ نبوی کے متعلق علماءِ دیوبند کا مذہب

واضح رہے کہ دیوبندیت اور بریلویت وغیرہ مذاہب نہیں بلکہ مکاتبِ فکر کا نام ہے، اور چونکہ ہند و پاک میں ان مکاتبِ فکر اور ان کے پیروکاروں میں ایک واضح تفریق پائی جاتی ہے (اللہ تعالیٰ اتحاد کے اسباب پیدا فرمائے، آمین) اس لیے میں نے مذکور الصدر عنوان قائم کیا ہے، ورنہ دیوبندی بھی حنفی ہیں اور وہ اِس مسئلہ میں مذاہبِ اربعہ کے جمہور علماء کرام کے ساتھ ہیں، اِلا یہ کہ بعض علماء دیوبند کے سابق موقف میں بعض وجوہات کی بنا پر کچھ تذبذب سا پیدا ہو گیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے:

علامہ اشرف علی تھانوی کا مذہب

دراصل تھانوی صاحب طہارتِ فضلاتِ نبویہ کے قائل ہیں مگر اُن کی آخری تصنیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے اِس مذہب میں کچھ لچک سی پیدا ہو گئی تھی۔ یہاں ہم اُن کی مختلف کتب سے اقتباسات پیش کر رہے ہیں تا کہ آپ خود اندازہ لگا سکیں کہ تھانوی صاحب کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟ وہ اپنی مشہور ترین کتاب ''نشر الطیب'' میں لکھتے ہیں:

''اور مروی ہے کہ آپ جب بیت الخلاء میں جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ [رضی اللہ عنہا] نے اسی طرح روایت کیا ہے، اور اسی لیے علماء آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہیں۔ ابوبکر بن سابق مالکی اور ابونصر نے اس کو نقل کیا ہے اور مالک بن سنان یوم احد میں آپ کا خونِ (زخم) چوس کر پی گئے۔ آپ نے فرمایا: اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی، اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کا خون جو پچھنے لگانے سے نکلا تھا پی لیا تھا، اور برکت (نامی خاتون) اور آپ کی خادمہ اُم ایمن رضی اللہ عنہما نے آپ کا بول پی لیا تھا۔ سو ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی ہوتا ہے''۔

(نشر الطيب في ذكر النبي الحبيب ﷺ ص ١٦٢)

تھانوی صاحب ایک اور کتاب میں حجرِ اسود کو چومنے کی بحث میں کہتے ہیں:

''اس تقبیل (چومنے) کا منشا محض محبت ہے اور محبت کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو بوسہ دیا ہے، حضور ﷺ کا فضلہ بھی کسی جگہ گرا ہو تو ہم کو اس جگہ سے (بھی) محبت ہوگی''۔

(اشرف الجواب منتخب از خطبات ص ٢٩)

نوٹ:

اس سے قبل صفحہ ۷۷ تا ۸۰ پر علامہ تھانوی صاحب کی اسی کتاب سے ایک طویل اقتباس گذر چکا ہے، اس کو ایک مرتبہ پھر دیکھ لینا ضروری ہے۔

آخری ایام میں تھانوی صاحب کے موقف میں تبدیلی

افسوس کہ تھانوی صاحب کے اِس عشق و محبت بھرے مذہب میں اُن کی عمر کے آخری ایام میں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔ چنانچہ ان کی وفات سے آٹھ روز قبل شائع ہونے والی اُن کی آخری کتاب میں ہے:

السوال: ایک واعظ صاحب یہاں تشریف لائے تھے اُنہوں نے حسبِ ذیل روایات بیان کیں جن کے متعلق یہاں اکثر اصحاب اختلاف کرتے ہیں۔ حضور براہ کرم برائے اطمینانِ اہلِ اسلام ان روایات کے متعلق تحریر فرمادیں کہ وہ صحیح ہیں یا غلط، اور اگر تکلیف نہ ہوتو کسی کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرمادیں۔

روایات:

نمبر۱: انبیاء علیہم السلام کا بول و براز پاک ہوتا ہے اور خصوصاً ہمارے رسول اکرم کے فضلات بالکل پاک تھے کیونکہ آپ سراپا نور تھے۔

نمبر۲: انبیاء علیہم السلام کے بول و براز کو زمین فوراً ہضم کرجاتی ہے؟

الجواب: خواہ مخواہ انہوں نے ایسی باتیں بیان کرکے مسلمانوں کو پریشان کیا جو نہ عقائدِ ضروریہ میں سے ہیں نہ احکام میں سے۔ بیان کرنے کی چیز عقائد واحکام ہیں نہ کہ ایسی روایات جن پر دوسری اقوام بھی ہنسیں۔ ایسی بعض روایات بعض معتبر کتابوں میں آئی ہیں جن کی نہ تصدیق واجب ہے، کیونکہ سند صحیح نہیں اور نہ تکذیب واجب ہے اس لیے کہ فی نفسہ ممکن ہیں۔ اس لیے ایسی صورت میں مشغول ہی نہ ہونا چاہیئے، نہ تصدیقاً نہ تکذیباً اور ایسے واعظوں کا وعظ ہی کیوں سنا جاتا ہے اور اُن سے مطالبہ سند کا کیوں نہ کیا گیا اسی جلسہ میں حقیقت کھل جاتی۔ ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ

اس کے بعد اس کے متعلق دوسرا خط آیا جو ذیل میں منقول ہے

السّوال.

جناب ماسٹر محمد شریف خان صاحب نے حال میں ایک استفتاء خدمتِ عالی میں پیش کیا تھا جو ہمرشتۂ عریضۂ ہذا ہے۔ جواب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ روایاتِ مذکورہ ضعیف ہیں اور ان کی کوئی سند نہیں۔ حسبِ اتفاق ایک صاحب کو نشر الطیب میں انہیں روایات کو دیکھنے کا اتفاق پیش آگیا انہوں نے نشر الطیب کے صفحات

۱۳۵، ۱۳۶ مجھ کو دکھلائے اب وہ فتویٰ اور (اور یہ) تحریر (اور) معلوم ہوتی ہیں۔ نشر الطیب میں روایت بقول حضرت عائشہ صدیقہ بیان کی گئی ہے۔ جواب جلد عطا فرمایئے تاکہ تسکین ہو۔ ۲۲ اگست ۳۱ء۔

الجواب: ضعیف بلاسند نہیں ہوتی بلکہ بسند ضعیف ہوتی ہے جو عقائد میں حجت نہیں فضائل میں کھپ جاتی ہے۔ میں نے تحریر سابق میں یہ لکھا ہے کہ سند صحیح نہیں تو دونوں تحریروں میں تضاد نہیں کیونکہ ضعیف کی نفی نہیں کی اور اس ضعفِ سند ہی سے ایسی کتابوں کو غیر معتبر بتلایا تھا (پہلے جواب میں ''معتبر'' مرقوم ہے ''غیر معتبر'' نہیں، فیضی) کیونکہ معتبر صحیح کو کہتے ہیں ضعیف کو نہیں کہتے۔ باقی یہ کہ پھر کتاب میں کیوں لکھا سو کتاب تو فضائل میں ہے، عقائد واحکام میں نہیں، اگر شاذ و نادر ایسی بھی کوئی روایت لکھی جائے کھپت ہو جاتی ہے بخلاف وعظ کے وہ عقائد واحکام کی تعلیم کے لیے ہوتا ہے اُس میں ایسے مضامین نہیں کھپتے۔ دوسرے وعظ سُننے والے اکثر کم فہم ہوتے ہیں اور کتاب پڑھنے والے اکثر فہیم۔ ۸ ربیع الثانی ۵۰ھ۔

اضافہ: بعد تحریر جوابِ ھذا 'شرح الشفاء ملاعلي القاري' میں یہ بحث نظر سے گذری، انہوں نے فصلِ نظافتِ جسمِ نبوی میں اس پر بہت مبسوط لکھا ہے، خلاصہ اسکا یہ ہے کہ بعض روایات کا ثبوت مقدوح ہے اور بعض کی دلالت اور بعض روایات میں شاربین کا یہ قول مذکور ہے ''شربته وانا لا اعلم، لااشعر'' اور ایک روایت میں حضور ﷺ کا اس کے متعلق نہی فرمانا مذکور ہے، اور وہ یہ ہے: روی ابن عبدالبران سالم بن ابی الحجاج حجمه ﷺ ثم ازدردای ابتلع فقال اما علمت ان الدم كله حرام، وفی رواية: لاتعدفان الدم كله حرام. پس مسئلہ بالکل منقح (واضح) ہو گیا کہ طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ۸ ربیع ۲۔ ۱۳۵۰ھ

(بوادر النوادر للتھانوي ص ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳)

علامہ اشرف علی تھانوی کے متضاد موقف پر تبصرہ

اہل علم خصوصاً میدانِ تحریر کے شہسواروں پر ایسی تضاد بیانی کی وجوہ مخفی نہیں ہوتیں، اس لیے یہ تبصرہ اُن کے لیے نہیں بلکہ مجھ ایسے سادہ عوام کے لیے ہے۔

❁ خدا جانے اُس واعظ کا تعلق کس مکتبۂ فکر سے ہوگا بہر حال اس کی بیان کردہ دونوں روایتیں درست ہیں اور انہوں نے طہارتِ فضلات کی وجہ حضور ﷺ کا سراپا نور ہونا بیان کیا ہے، اور یہ تمام باتیں قرآن وسنت اور خود تھانوی صاحب کی تصنیف ''نشر الطیب'' کے مطابق ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ بیچارے واعظ نے یہ سب کچھ ''نشر الطیب'' سے ہی بیان کیا ہو، کیونکہ تھانوی صاحب کی ''نشر الطیب'' کی تصنیف کا مقصد ہی جمعہ وغیرہ اجتماعات میں بیان کرنا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے! مقدمہ نشر الطیب ص۲۔

❁ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ دوسرے خط کے ذریعے سائل نے جب معارضہ کیا تو تھانوی صاحب اتنے بڑے قد کاٹھ کے باوجود کسی مسجد کے کم علم خطیب کی سطح پر اُتر آئے اور اپنے قلم سے نکلی ہوئی نادرست بات کو اٹکل پچو سے ثابت کرنے کی کوشش میں لگ گئے، حتیٰ کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی غیر محقق بات کا سہارا لے لیا، شاید ایسے ہی موقعہ کے لیے کسی نے کہا تھا ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا''

❁ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' میں نے اس لیے کہا ہے کہ معتبر محدثین نے حدیث سالم بن الحجاج کے بارے میں کہا ہے ''فیہ مقال'' (اس میں کلام ہے) جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کی عبارت گذر چکی ہے، اور حدیث ابن زبیر اور حدیثِ ام ایمن اور حدیثِ برکۃ حبشیہ کو اکثر علماء کرام نے صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ ہم مکمل تحقیق کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔

❁ حیرت ہے کہ تھانوی صاحب کی نگاہ صحابیات کے ''شربتہ و انا لا اعلم، لا اشعر'' کے الفاظ پر تو پڑ گئی اور متنِ حدیث میں بشارت پر مبنی الفاظِ نبوی پر کیوں نہیں پڑی؟

❁ تھانوی صاحب نے ''نشر الطیب'' کے مقدمہ میں اپنی کتاب کو برکت کے لحاظ سے ''قصیدہ بردہ'' اور ''حِصنِ حصین'' کے مماثل قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ''نشر الطیب'' کی تصنیف کے ایام میں تمام بلاد وامصار وقریٰ (شہروں، قصبوں اور دیہاتوں) میں طاعون رہا مگر اُن کے ہاں کچھ بھی اثر نہ

ہوا۔ خدا جانے کہ جس کتاب میں نجس فضلات کو طاہر کہا گیا وہ کیونکر مقبول بارگاہِ الٰہی ہوگئی؟ اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ آیا ۱۳۲۹ھ میں لکھی ہوئی ان کی کتاب "نشر الطیب" بارگاہِ الٰہی میں زیادہ مقبول ہے یا ۱۳۵۰ھ میں لکھی ہوئی ان کی کتاب "بوادر النوادر"؟

❁ تعجب ہے کہ تھانوی صاحب نے یہ کیسے کہہ دیا کہ بیان کرنے کی چیز عقائد واحکام ہیں نہ کہ ایسی روایات جن پر دوسری اقوام بھی ہنسیں؟ حالانکہ تھانوی صاحب خود بھی پبلک کے سامنے یہی باتیں بیان کرتے تھے، جیسا کہ ہم اس سے قبل نقل کر چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے ان کے مواعظ کی مرتب کردہ کتاب "أشرف الجواب منتخب از خطبات کامل ص ۳۶، ۳۷، ۳۸"

تھانوی صاحب کی نصیحت پر راقم اثیم کا عمل

علامہ اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی اسی زیرِ بحث آخری تصنیف میں اپنی تمام کتابوں کے متعلق چند نصیحتیں فرمائی ہیں، جن میں ایک نصیحت تمام کتابوں کے لیے عام ہے، اور وہ یہ ہے:

"یوں تو اپنے جمیع مؤلفات کے متعلق احتیاطاً مشورہ دیتا ہوں کہ دوسرے محققین علماء سے ان کی تنقید کرا کر عمل کریں مگر بعض مؤلفات کی نسبت خصوصیت سے کچھ تنبیہات کرتا ہوں"۔

(بوادر النوادر ص ۴۲۷)

کچھ لوگوں کے ناراض ہونے کا خدشہ تو ہے مگر دل لگتی بات کہتا ہوں کہ تھانوی صاحب کے اس مشورہ میں خلوص عیاں ہے۔ کاش تھانوی صاحب کے متبعین اور مریدین وغیرہ کی اس طرف توجہ ہو جائے اور وہ تھانوی صاحب کی بعض متنازعہ کتب پر ان کے حکم کے مطابق محققین علماء سے تنقید کرا لیتے۔ بہر کیف مکتبِ فکر دیوبند کا کوئی شخص اِس مشورہ پر عمل کرے یا نہ کرے مگر راقم اثیم اس پر عمل کرتے ہوئے عرض کناں ہے کہ تھانوی صاحب کی تصانیف پر محققین علماء سے تنقید کرائی جائے تو زیرِ بحث مسئلہ میں "بوادر النوادر" کی درجِ بالا تحریر مردود قرار پاتی ہے۔

تنقید کے معنی میں علماء نے لکھا ہے:

''کلام کے عیوب ومحاسن کوظاہر کرنا، اور کھوٹا علیحدہ کرنا''۔

(مصباح اللغات ص ۸۹۹، ۹۰۰)

راقم اثیم محقق ہے اور نہ عالم، اس لیے میں محققین علماء کرام اور خود علماء دیوبند کی تنقید کی روشنی میں عرض کرتا ہوں کہ تھانوی صاحب کا نبی کریم ﷺ کے فضلات شریفہ کو غیر طاہر قرار دینا کھوٹی بات ہے، جیسا کہ فقہاء شافعیہ، فقہاء مالکیہ، فقہاء حنبلیہ اور فقہاءِ حنفیہ رحمهم الله و کثّرهم کی تصریحات سے عیاں ہے، اور علماءِ دیوبند میں سے علامہ انورشاہ کشمیری، مفتی محمد کفایت اللہ، علامہ محمد یوسف بنوری، مولانا محمد زکریا سہارنپوری، دارالعلوم دیوبند اور علامہ محمد یوسف کاندھلوی وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ فضلاتِ نبویہ طاہر ہیں حتیٰ کہ آخر الذکر نے تو کہا ہے کہ فضلاتِ نبویہ کو طاہر نہ ماننا ضعفِ ایمان ہے۔ ان میں سے اکثر محققین علماء کرام کی عبارات پیچھے گذر چکی ہیں اور علماء دیوبند کی تصریحات آگے آرہی ہیں۔

علامہ انورشاہ کشمیری کا مذہب

علامہ سید محمد انورشاہ کشمیری حنفی لکھتے ہیں:

العلماء ذهبوا إلى طهارة فضلاته ﷺ.

''علماء کرام حضور ﷺ کے فضلات شریفہ کی طہارت کی طرف گئے ہیں''۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

لأنه ذهب جماعة إلىٰ طهارة فضلاته ﷺ ونسب إلىٰ إمامنا أيضاً.

''کیونکہ فقہاء کرام کی ایک جماعت طہارت فضلاتِ نبوی ﷺ کی طرف گئی ہے، اور اس مذہب کی نسبت ہمارے امام (اعظم رضی اللہ عنہ) کی طرف بھی کی گئی ہے''۔

(فيض الباري ج ۱ ص ۲۷۲، ۲۸۹)

علامہ محمد یوسف بنوری کا مذہب

علامہ بنوری صاحب نے فضلاتِ نبوی پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور اس کو انبیاء کرام علیهم السلام

کے خصائص میں شمار کیا ہے، اور اس مسئلہ کے متعلق متعدد احادیث کو درج کرنے کے بعد اُن کی سند پر بحث کر کے اظہارِ اعتماد کیا ہے، اور آخر میں لکھا ہے:

وقد صرّح أهل المذاهب بطهارة فضلات الأنبيا.

''یقیناً مذاہبِ اربعہ کے علماء کرام نے فضلاتِ انبیاء کرام علیہم السلام کی طہارت کی تصریح فرمائی ہے''۔

(معارف السنن شرح جامع الترمذي ج۱ ص۹۷)

مفتی کفایت اللہ دیوبندی کا مذہب

مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے پاس استفتاء (سوال) آیا:

حضور ﷺ کا پیشاب، پاخانہ، پاک تھا یا نجس؟

جواب: شوافع میں بعض علمائے محققین نے آنحضرت ﷺ کے بول و براز کی طہارت کا حکم کیا ہے، اور علمائے حنفیہ نے اس کو نقل کر کے اس کے ساتھ اپنی موافقت بیان کی ہے، اور بعض صحابہ وصحابیات کے اس واقعہ سے کہ انہوں نے حضور ﷺ کا پیشاب نادانستگی میں پی لیا تھا مگر حضور ﷺ نے خبر پا کر اُن کو دعا دی اور انکار نہیں فرمایا، طہارت پر استدلال کیا ہے''۔

(كفايت المفتي ج۱ ص۷۹، ۸۰)

دار العلوم دیوبند کا مذہب

فتاوی دار العلوم دیوبند میں ایک سوال کے جواب میں پہلے امام ابن عابدین شامی حنفی کی تصنیف ''ردالمحتار'' سے عبارت نقل کی گئی، جس میں ''المواهب اللدنية'' کے حوالہ سے علامہ عینی کی عبارت منقول ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی طہارتِ فضلاتِ نبویہ ﷺ کا ہے، اور دوسری عبارات بھی نقل کیں پھر نتیجہ یوں بیان کیا:

''ان روایات سے معلوم ہوا کہ راجح قول بول و براز و دیگر فضلات آنحضرت ﷺ کے بارہ میں

طہارت کا ہے“۔

(فتاوى دار العلوم ديوبند ج١ ص ١١٤)

علامہ محمد زکریا سہارنپوری کا مذہب

شیخ الحدیث علامہ محمد زکریا کاندھلوی ثم سہارنپوری ثم المدنی نے اس مسئلہ پر ”بذل المجهود شرح سنن أبي داود“ میں مفصل گفتگو کی ہے، حدیث برکۃ نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے، اپنے موقف کو مدلل بنانے کے لیے قارئین کو درجِ ذیل کتب کے مطالعہ کی دعوت دی ہے:

۱۔ شرح الشفاء لعلي القاري

۲۔ شرح المواهب اللدنية

۳۔ عمدة القاري

۴۔ تحفة المحتاج

۵۔ تلخيص الحبير

٦۔ تهذيب الأسماء واللغات، للنووي

اور آخر میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ”فتح الباري“ سے اُن کی وہ مکمل عبارت نقل کی ہے جسے ہم حافظ رحمہ اللہ کے مذہب کے عنوان کے تحت درج کر چکے ہیں۔

(بذل المجهود شرح سنن أبي داود ج١ ص ٦٦، دار اللواء للنشر والتوزيع، الرياض)

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو وضو کا پانی پلایا تھا، اس کی توضیح میں علامہ زکریا سہارنپوری لکھتے ہیں:

فائدہ: اس حدیث میں اگر وضو کے پانی سے وضو کا بچا ہوا پانی مراد ہے تب تو کوئی اشکال واختلاف ہی نہیں، اور اگر وضو کا وہ پانی مراد ہے جو بدن سے دھو کر گرتا ہے جس کو ماء مستعمل کہتے ہیں تب بھی کوئی اشکال اس جگہ اس لیے نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے تو فضلات تک بھی پاک ہیں، پھر ماء مستعمل کا کیا ذکر؟“

(خصائل نبوي شرح شمائل ترمذي ص ٢٢، ٢٣)

نیز علامہ زکریا سہارنپوری حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے شرب دم والی حدیث کے بعد لکھتے ہیں:

''ف: حضور ﷺ کے فضلات پاخانہ پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں، اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں''۔

(تبليغي نصاب [حكاياتِ صحابة] ص١٨٨ ، فضائل اعمال [حكاياتِ صحابة] ص١٨٨)

علامہ محمد یوسف لدھیانوی کا مذھب

مولانا زکریا سہارنپوری کی مشہور و متداول کتاب جو تبلیغی جماعت کے لیے بطور ''تبليغي نصاب'' کے ترتیب دی گئی تھی اور بعد میں اس کا نام ''فضائل اعمال'' رکھ دیا گیا، اُس پر بعض جہلاء نے چند اعتراضات کیے تھے، اُن میں سے ایک اعتراض زیر بحث مسئلہ (طہارتِ فضلاتِ انبیاء) کے متعلق بھی تھا، چونکہ ہم نے ابھی ابھی ''تبليغي نصاب'' سے اس مسئلہ سے متعلق کچھ حصہ نقل کیا ہے اس لیے ہم وہ اعتراض اور علماء دیوبند سے اس کی تردید نقل کر رہے ہیں۔

جامعة العلوم الإسلامية، بنوري ٹاؤن، کراچی کے مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے ماہنامہ ''بینات'' میں اس شخص کے گھناؤنے اعتراضات کی تردید میں بادلِ نخواستہ قلم اٹھایا ہے لیکن مفصل ومدلل جواب دیا ہے۔ پہلے ہم اُس شخص (تابش مھدی) کے اعتراض کو مختصر سا نقل کرتے ہیں پھر لدھیانوی صاحب کے جواب کا خلاصہ پیش کریں گے۔

تابش مھدی لکھتا ہے:

''زکریا سہارنپوری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابن زبیر اور حضرت مالک بن سنان نے حضور ﷺ کا خون نوش کرلیا تھا اور حضور ﷺ نے انہیں نارِ جھنم سے آزادی کی بشارت دی تھی''۔

اس پر تابش مھدی کہتا ہے:

''قرآن میں ہر خون کو حرام کہا گیا ہے، اور یہ نبی اکرم ﷺ پر بہتان ہے اور جن دو کتابوں (تاریخ الخمیس، اور قرۃ العیون) کے زکریا سہارنپوری نے حوالے دیئے ہیں وہ دونوں کتابیں اہل علم کے نزدیک میلاد اکبر، میلاد گوہر، یوسف زلیخا اور جنگ زیتون جیسی غیر مستند اور گمراہ کن ہیں۔ غالباً حضرت شیخ الحدیث کی

نظر سے یہ حدیث ضرور گذری ہوگی "من کذب متعمدا علی فلیتبو أمقعده من النار" بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث نے یہ بے سند روایت کر کے رسول (ﷺ) پر ایک عظیم اتہام کا ارتکاب کیا ہے"۔

اس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے بطورِ تمہید لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:

"تابش مھدی کی یہ کتاب کئی سال پہلے نظر سے گذری تھی اور بعض احباب کے اصرار پر داعیہ بھی پیدا ہوا تھا کہ اس کا جواب لکھا جائے لیکن کتاب کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ کتاب کا مصنف نہ تو علم حدیث کے فن سے واقف ہے اور نہ دیگر اسلامی علوم پر اس کی نظر ہے۔ اس بیچارے کے علم وفہم کا حدودِ اربعہ کچھ اردو کتب ورسائل کا سطحی مطالعہ ہے اور بس۔ ایسے شخص کی تردید کے درپے ہونا محض اضاعتِ وقت ہے"۔

ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اگر تابش مھدی کے تمام الزامات کا معقول اور مدلل جواب لکھ بھی دیا جائے تب بھی ان صاحب کو رجوع کرنے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کی توفیق نہیں ہوگی بلکہ شیطان ان کو نئے نئے نکتے تلقین کرتا رہے گا، بہر حال دل پر جبر کر کے ہاتھ میں قلم لیا ہے"۔

اس کے بعد لدھیانوی صاحب نے متعدد احادیث نقل فرمائیں، ائمہ کرام کے اقوال نقل کر کے مدلل اور منہ توڑ جواب دیا اور آخر میں لکھا:

"الحمد للہ ان دونوں نکتوں کی وضاحت تو بقدرِ ضرورت ہو چکی، یہ واقعہ مستند ہے اور مذاہبِ اربعہ کے ائمہ فقہاء نے ان احادیث کو تسلیم کرتے ہوئے فضلاتِ انبیاء علیہم السلام کی طہارت کا قول کیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر اعتراض کیا جائے تو اس کو ضعف ایمان ہی کہا جا سکتا ہے۔

اب ایک نکتہ محض تبرعاً لکھتا ہوں، جس سے یہ مسئلہ قریب الفہم ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ شانہ کے اپنی مخلوقات میں عجائبات ہیں، جن کا ادراک بھی ہم لوگوں کے لیے

مشکل ہے۔ اس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے بعض اجسام میں ایسی محیر العقول خصوصیات رکھی ہیں جو دوسرے اجسام میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ ایک کیڑے کے لعاب سے ریشم پیدا کرتا ہے، شہد کی مکھی کے فضلات سے شہد جیسی نعمت ایجاد کرتا ہے اور پہاڑی بکرے کے خون کو نافہ میں جمع کر کے مشک بنا دیتا ہے۔ اگر اس نے اپنی قدرت سے حضرات انبیاء کرام **علیھم السلام** کے اجسام مقدسہ میں بھی ایسی خصوصیات رکھی ہوں کہ غذا اُن کے ابدانِ طیبہ میں تحلیل ہونے کے بعد بھی نجس نہ ہو بلکہ اس سے جو فضلات ان کے ابدان میں پیدا ہوں وہ پاک ہوں تو کچھ جائے تعجب نہیں۔ اہل جنت کے بارے میں سبھی جانتے ہیں کہ کھانے پینے کے بعد ان کو بول و براز کی ضرورت نہ ہوگی، خوشبودار ڈکار سے سب کھایا پیا ہضم ہو جائے گا اور بدن کے فضلات خوشبودار پسینے میں تحلیل ہو جائیں گے۔ جو خصوصیت کہ اہل جنت کے اجسام کو وہاں حاصل ہوگی اگر حق تعالیٰ شانہ حضرات انبیاء کرام **علیھم الصلوٰت والتسلیمات** کے پاک اجسام کو وہ خصوصیات دنیا ہی میں عطا کر دیں تو بجا ہے۔ پھر جبکہ احادیث میں اس کے دلائل بہ کثرت موجود ہیں، جیسا کہ اوپر حافظ ابن حجر کے کلام میں گذر چکا ہے، تو انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو اپنے اوپر قیاس کر کے انکا انکار کر دینا یا اُن کے تسلیم کرنے میں تأمل کرنا صحیح نہیں، مولانا رومی فرماتے ہیں:

این خورد گردد پلیدی زو جدا

واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

یہ مکھی کھاتی ہے تو اس سے پلیدی خارج ہوتی ہے

اور وہ کھاتی ہے تو اس سے خدا کا نور خارج ہوتا ہے۔

(ماھنامہ بینات جلدنمبر ۵۱ شمارہ نمبر ۱ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ، ص ۵۲ تا ۵۵ وماھنامہ بینات جلدنمبر ۵۱ شمارہ نمبر ۱۰ جون ۱۹۸۹ء شوال المکرم ۱۴۰۹ھ، ص ۲۳ تا ۲۳)

اختتام واعتذار

یہاں مضمونِ کتاب پورا ہوا، بلاشبہ یہ ایک انتہائی مشکل موضوع تھا، راقم اثیم کی حتی الامکان کوشش رہی ہے کہ دلائل وبراہین کے ساتھ ساتھ دلچسپی بھی برقرار رہے۔ ہر کام کی کامیابی رب کریم جل جلالہ کے مبارک دستِ قدرت میں ہے۔

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اس کتاب میں انہیں جو کوئی سقم، خطا، غلطی اور ذہنی وقلمی لغزش نظر آئے تو وہ مصنف کو آگاہ فرمائیں اور دارین کا اجر خیر پائیں۔ نیز میری یہ عاجزانہ گزارش میری تمام تصانیف کے متعلق ہے، یقین فرمایئے کسی بھی مکتبِ فکر کا شخص اگر دلائل کے ساتھ راقم اثیم کو اُس کی فکری لغزش وخطا پر متنبہ کرے گا تو راقم اُس کے حق میں دعا گو بھی ہوگا اور اپنی خطا سے رجوع بھی کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا

یا الہ العالمین اِس عاجز بندہ کی یہ حقیر سی کاوش اپنی بارگاہِ عزت میں قبول فرما اور اس کے طفیل میری مغفرت فرما، اور میرے والدین، اساتذہ کرام، مرشدین عظام، بہن بھائی، بچوں اور تمام عزیز واقارب کو دنیا وآخرت کی خیر عطا فرما، اور اس کتاب میں میری اعانت کرنے والوں، تصحیح کرنے والوں، اسے پڑھنے سننے والوں کی مغفرت فرما اور دارین کی ہر خیر وبرکت عطا فرما اور درجات بلند فرما، آمین! **بجاہ حبیبہ ونبیہ الکریم علیہ وعلیٰ آلہ وأصحابہ أفضل الصلاۃ والتسلیم.**

فہرسِ مصادِر ومراجِع

بترتیب حروفِ تہجّي

حديث

١۔ **الآحاد والمثاني**: إمام أبوبكر أحمد بن عمرو بن أبي عاصم، متوفّیٰ ٢٨٧ھ، دار الراية، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤١١ھ.

٢۔ **الأحاديث المختارة مماليس فی الصحيحين**: ضياء الدين محمد بن عبد الواحد المقدسي الحنبلي، متوفّیٰ ٦٤٣ھ، مكتبة الأسدي، مكة المكرمة، الطبعة الخامسة ١٤٢٩ھ.

٣۔ **الإحسان بترتيب صحيح إبن حبان**: أبوحاتم محمد بن حبان البستي متوفّیٰ ٣٥٤ھ، **بترتيب**: الأمير علاء الدين علي بن بلبان الفارسي، متوفّیٰ ٧٣٩ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٨ھ، ودار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ.

٤۔ **إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة**: أحمد بن أبي بكر البوصيري، متوفّیٰ ٨٤٠ھ، دار الوطن، الرياض، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ.

٥۔ **الأدب المفرد**: إمام أبوعبد الله محمد بن إسمعيل البخاري، متوفّیٰ ٢٥٦ھ، مكتبة المعارف، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ.

٦۔ **الأذكار، المنتخبة من كلام سيد الأبرار ﷺ**: أبو زكريا يحيیٰ بن شرف النووي، متوفّیٰ ٦٧٦ھ، دار إبن كثير، دمشق، الطبعة السادسة ١٤١٣ھ.

٧۔ **أطراف الغرائب والأفراد للدارقطني**: أبو الفضل محمد بن طاهر المَقْدِسي، متوفّیٰ ٥٠٧ھ، دار التدمرية، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٨ھ.

۸۔ **البحر الزخار المعروف بمسند البزار**: إمام أحمد عمرو بن عبد الخالق البزار، متوفیٰ ۲۹۲ھ، مکتبة العلوم والحکم، المدينة المنورة، الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۹ھ.

۹۔ **تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار**: إمام أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي، متوفیٰ ۳۲۱ھ، دار بلنسية، مكة المكرمة، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ.

۱۰۔ **تلخيص المستدرک مع المستدرک**: حافظ شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي، متوفیٰ ۷۴۸ھ، دار المعرفة بيروت.

۱۱۔ **تناقضات الألباني الواضحات**: حسن بن علي السقاف، دار الإمام النووي، عمان، الأردن، الطبعة الرابعة ۱۴۱۲ھ.

۱۲۔ **جامع الأصول**: شيخ علي الناصف، متوفیٰ...... دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الثانية ۱۳۸۱ھ.

۱۳۔ **جامع الأصول في أحاديث الرسول ﷺ**: امام مجد الدين مبارك بن محمد المعروف بابن الأثير الجزري، متوفیٰ ۶۰۶ھ، دار الفكر بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۳ھ.

۱۴۔ **الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه**: (بخاري) إمام محمد بن إسمعيل البخاري، متوفیٰ ۲۵۶ھ، دار السلام، الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۱۹ھ.

۱۵۔ **الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير ﷺ**: جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفیٰ ۹۱۱ھ، مكتبة نزار المصطفیٰ الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ.

۱۶۔ **الجامع المختصر من السنن عن رسول الله ﷺ ومعرفة الصحيح والمعلول وما عليه العمل (جامع ترمذي)**: إمام أبو عيسیٰ محمد بن عيسیٰ الترمذي، متوفیٰ ۲۷۹ھ، دار السلام، الرياض، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ.

۱۷۔ **جزء فيه عوالي أبی الشيخ**: حافظ أبو محمد عبد الله بن محمد المعروف بأبی الشيخ، متوفیٰ ۳۶۹ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۷ھ.

۱۸۔ **جمع الفوائد**: علامة محمد بن محمد بن سليمان، متوفیٰ...... مطبعة سيد عبد الله هاشم اليماني المدني، مدينة منورة ۱۳۸۱ھ.

١٩ـ **الجمع بين الصحيحين**: محمد بن فتوح الحُميدي، متوفّی ٤٨٨ھ، دار إبن حزم، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ.

٢٠ـ **جمع الجوامع**: حافظ جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفّیٰ ٩١١ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ھ.

٢١ـ **حلية الأولياء وطبقات الأصفياء**: إمام أبونُعَيم أحمد بن عبدالله الأصبهاني متوفّیٰ ٤٣٠ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ.

٢٢ـ **خصائص أمير المؤمنين علي بن أبي طالب** ﷺ: إمام أبوعبدالرحمان أحمد بن شعيب النسائي متوفّیٰ ٣٠٣ھ، بتحقيق ابوإسحاق الحويني الأثري، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٧ھ، وبتحقيق أحمد ميرين البلوشي، مكتبة وادي الحور، الشارقة، كويت، الطبعة الثانية ١٤٢١ھ، وبتحقيق محمد الكاظم، مجمع إحياء الثقافة الإسلامية، إيران، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ.

٢٣ـ **زوائد سنن إبن ماجة**: أحمد بن أبي بكر البوصيري متوفّیٰ ٨٤٠ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٤ھ.

٢٤ـ **زوائد مسند أحمد**: عبدالله بن أحمد بن حنبل متوفّیٰ ٢٩٠ھ، دار البشائر الاسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠ھ.

٢٥ـ **سلسلة الأحاديث الضعيفة**: شيخ ناصر الدين الباني، متوفی ١٤٢٠ھ، مكتبة المعارف، الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٨ھ.

٢٦ـ **السنة**: إمام أحمد بن عمرو بن أبي عاصم الشيباني متوفّی ٢٨٧ھ، المكتب الإسلامي، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٣ھ.

٢٧ـ **السنة**: إمام عبدالله بن أحمد بن حنبل متوفّیٰ ٢٩٠ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٤ھ.

٢٨ـ **سنن إبن ماجة**: إمام أبوعبد الله محمد بن يزيد متوفّیٰ ٢٧٣ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٨ھ.

٢٩۔ **سنن أبي داود**: إمام أبوداود سليمان بن الأشعث السجستاني متوفّیٰ ٢٧٥ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ.

٣٠۔ **سنن الدارمي**: إمام أبوعبدالله عبدالرحمان الدارمي متوفّیٰ ٢٥٥ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ.

٣١۔ **سنن الدارَقطني**: إمام الحافظ علي بن عمر الدارقطني، متوفیٰ ٣٨٥ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ.

٣٢۔ **سنن سعيدبن منصور**: إمام سعيدبن منصور الخراساني المكي متوفّیٰ ٢٢٧ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٥ھ.

٣٣۔ **السنن الكبریٰ**: إمام أبوعبدالرحمن أحمدبن شعيب النسائي متوفّیٰ ٣٠٣ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١ھ. ودار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١١ھ.

٣٤۔ **السنن الكبریٰ**: إمام أبو بكر أحمد بن حسين البيهقي متوفّیٰ ٤٥٨ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ، ودار المعرفة بيروت.

٣٥۔ **السنن المجتبی (سنن النسائي)**: إمام أبوعبدالرحمن أحمدبن شعيب النسائي متوفّیٰ ٣٠٣ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٤ھ. ومطبع اصح المطابع كراچی.

٣٦۔ **شرح السنة**: محي السنة حسين بن مسعود البغوي متوفّیٰ ٥١٦ھ، دار الفكر، بيروت ١٤١٤ھ.

٣٧۔ **شعب الإيمان**: إمام أبو بكر أحمد بن حسين البيهقي متوفّیٰ ٤٥٨ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٠ھ.

٣٨۔ **ضعيف الجامع الصغير وزيادته**: شيخ ناصر الدين الباني، متوفی ١٤٢٠ھ، المكتب الإسلامي، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٨ھ.

٣٩۔ **الفردوس بمأثور الخطاب**: إمام أبوشجاع شيرويه بن شهرداربن شيرويه الديلمي، متوفیٰ ٥٠٩ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٦ھ.

٤٠۔ **الفوائد**: حافظ عبدالوهاب بن محمد المعروف بإبن مندة العبدي متوفّیٰ ٤٧٥ھ، دار الكتب

العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣ھ.

٤١۔ **الكافي الشاف في تخريج أحاديث الكشاف ملحق بالكشاف**: حافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني متوفّٰی ٨٥٢ھ، دار المعرفة، بيروت، ومطبوع في **مجلد واحد**، دار إحياء التراث العربي،

٤٢۔ **كتاب الدعاء**: إمام أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني متوفّٰی ٣٦٠ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٣ھ.

٤٣۔ **كتاب الزهد**: إمام أحمد بن حنبل الشيباني، متوفّٰی ٢٤١ھ، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٤ھ.

٤٤۔ **كشف الأستار عن زوائد البزار**: حافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي متوفّٰی ٨٠٧ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٤ھ.

٤٥۔ **كشف الخفاء ومزيل الألباس**: علامة إسمعيل بن محمد العجلوني متوفّٰی ١١٦٤ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ.

٤٦۔ **كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال**: علي متقي بن حسام الدين برهانپوري، متوفّٰی ٩٧٥ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٥ھ.

٤٧۔ **كنوز الحقائق من حديث خير الخلائق**: إمام عبد الرؤف بن علي المناوي متوفّٰی ١٠٠٣ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ.

٤٨۔ **مجمع البحرين في زوائد المعجمين**: حافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي متوفّٰی ٨٠٧ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ.

٤٩۔ **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**: حافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي متوفّٰی ٨٠٧ھ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤ھ.

٥٠۔ **مختصر زوائد مسند البزار**: حافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني متوفّٰی ٨٥٢ھ، مؤسسة الكتب الثقافية، الصنائع، الطبعة الثالثة ١٤١٤ھ.

٥١۔ **المستدرك على الصحيحين**: إمام أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم نيشاپوري، متوفّٰی

٤٠٥ھ،دار المعرفة،بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ.

٥٢ـ **مسندأبی يعلى الموصلي**: إمام أحمد بن علي المثنى التميمي، متوفىٰ ٣٠٧ھ، دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤١٨ھ.

٥٣ـ **مسندالشاميين،من مسندأحمدبن حنبل**: دكتور علي محمد جماز، دار الثقافة، الدوحة،قطر،الطبعة الأولىٰ ١٤١٠ھ.

٥٤ـ **مسندالصحابةللروياني**: إمام أبوبكر محمدبن هارون الروياني، متوفىٰ ٣٠٢ھ، دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤١٧ھ

٥٥ـ **مسندفاطمةالزهراء[عليهاالسلام]**: حافظ جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفىٰ ٩١١ھ،مؤسسةالكتب الثقافية،الصنائع، يمن، الطبعةالأولى١٤١٣ھ.

٥٦ـ **المسند**: إمام أبوبكر عبداللّٰه بن محمدإبن أبي شيبة متوفىٰ ٢٣٥ھ ، دار الوطن، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ.

٥٧ـ **المسند**: إمام أحمدبن حنبل الشيباني متوفّىٰ ٢٤١ھ، عالم الكتب، بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ.

٥٨ـ **المسند**: إمام عبد الله بن الزبيرالحميدي متوفّىٰ ٢١٩ھ،دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولىٰ١٤٠٩ھ.

٥٩ـ **المسند**: إمام سليمان بن داود بن جارودالطيالسي متوفّىٰ ٢٠٣ھ،دار المعرفة، بيروت، ودارالكتب العلمية بيروت،الطبعةالأولىٰ ١٤٢٥ھ.

٦٠ـ **مشكاةالمصابيح**: إمام عبداللّٰه محمدبن عبدالله الخطيب التبريزي متوفّىٰ ٧٤١ھ، دارالأرقم بيروت.

٦١ـ **مصابيح السنة**: محي السنة حسين بن مسعودالفراء البغوي متوفىٰ ٥١٦ھ،دارالمعرفة، بيروت،الطبعةالأولى١٤٠٧ھ.

٦٢ـ **المصنَّف**: إمام عبد الرزاق بن همام الصنعاني متوفىٰ ٢١١ھ،دارالكتب العلمية،بيروت، الطبعةالأولىٰ ١٤٢١ھ.

۶۳۔ **المصنَّف**: إمام ابوبكر عبدالله بن محمدبن أبي شيبة، متوفّیٰ ۲۳۵ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۶ھ، وطبع آخر بتحقيق شيخ محمدعوامة، دار قرطبة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۷ھ.

۶۴۔ **المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية**: حافظ أحمدبن علي بن حجر العسقلاني متوفّیٰ ۸۵۲ھ، دار الباز، عباس أحمد الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۷ھ.

۶۵۔ **المعجم الأوسط**: إمام أبوالقاسم سليمان بن أحمد الطبراني متوفّیٰ ۳۶۰ھ، مكتبة المعارف، الرياض ۱۴۰۵ھ.

۶۶۔ **المعجم الصغير (الروض الدانی)**: إمام أبوالقاسم سليمان بن أحمد الطبراني متوفّیٰ ۳۶۰ھ، مكتب الإسلامي، بيروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۵ھ.

۶۷۔ **المعجم الكبير**: إمام أبوالقاسم سليمان بن أحمد الطبراني متوفّیٰ ۳۶۰ھ، دار احياء التراث العربی، بيروت، ودار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۸ھ.

۶۸۔ **المغني عن حمل الأسفار فی الأسفار في تخريج مافی الإحياء من الأخبار**: (علی الإحياء) زين الدين أبی الفضل عبدالرحيم بن الحسين العراقي، متوفّیٰ ۸۰۶ھ، دار الكتب العلمية، بيروت الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۹ھ.

۶۹۔ **المقصد العلي في زوائد مسند أبي يعلى الموصلي**: نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي متوفّیٰ ۸۰۷ھ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۹ھ.

۷۰۔ **نوادر الأصول في أحاديث الرسول ﷺ**: أبو عبدالله محمد الحكيم الترمذي متوفّیٰ ۳۲۰ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۳ھ.

تفسیر

۷۱۔ **إرشاد العقل السليم إلی مزايا الكتاب الكريم (تفسير أبو السعود)**: أبوالسعود محمد بن محمد عمادي حنفي متوفّیٰ ۹۸۲ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۹ھ.

۷۲۔ **بحر العلوم (تفسير سمرقندي)**: أبوالليث نصر بن محمد السمرقندي متوفّیٰ ۳۷۵ھ، دار

الکتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤١٣ه.

٧٣۔ **البحر المحيط**: علامة أبوالحيان بن محمدبن يوسف أندلسي متوفّىٰ ٧٥٤ه،دار الفكر، بيروت،الطبعةالأولىٰ ١٤١٢ه.

٧٤۔ **تفسير القرآن العزيز**: عبدالرحمن بن محمدإدريس بن أبي حاتم الرازي متوفّىٰ ٣٢٧ه،مكتبةنزارمصطفى الباز،مكةالمكرمة،الطبعة الثانية١٤١٩ه.

٧٥۔ **تفسير القرآن العظيم**: عماد الدين إسماعيل بن عمربن كثير الشافعي متوفىٰ ٧٧٤ه، دار المعرفة،بيروت،الطبعة١٤٠٦ه.

٧٦۔ **التفسير المظهري**: قاضي ثناء اللّٰه پاني پتي، متوفّىٰ١٢٢٥ه،دارإحياء التراث العربي، بيروت،الطبعةالأولى ١٤٢٥ه.

٧٧۔ **جامع البيان عن تأويل آي القرآن(تفسيرطبري)**: إمام أبوجعفر محمد بن جرير الطبري،متوفّىٰ ٣١٠ه،دار الفكر،بيروت الطبعة١٤١٥ه.

٧٨۔ **الجامع لأحكام القرآن**: أبوعبد اللّٰه محمدبن أحمدالمالكي القرطبي متوفّىٰ ٦٦٨ه، دار الكتاب العربي،بيروت،الطبعةالثانية ١٤٢٠ه.

٧٩۔ **الجواهر الحسان في تفسير القرآن**: عبدالرحمن محمدبن مخلوف الثعالبي الشافعي متوفّىٰ٨٧٥ه،دارإحياء التراث العربي، بيروت،الطبعةالأولىٰ١٤١٨ه.

٨٠۔ **روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني**: علامةأبوالفضل سيد محمود آلوسي حنفي بغدادي متوفّىٰ١٢٧٠ه،دار الفكر، بيروت،الطبعة١٤١٤ه.

٨١۔ **زادالمسيرفى علم التفسير**: عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي الحنبلي متوفّىٰ ٥٩٧ه،دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤١٤ه.

٨٢۔ **غرائب القرآن ورغائب الفرقان**: نظام الدين بن محمد القُمي، متوفّىٰ ٧٢٨ه، دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولىٰ ١٤١٥ه.

٨٣۔ **فتح العزيزمعروف به تفسيرعزيزي**: شاه عبدالعزيزدهلوي،متوفىٰ ١٢٣٩ه،مطبع حاجي عبدالمحمدوبرادران،جاده نادرپشتون، كابل.

٨٤۔ **فتح القدير**: قاضي محمد بن علي الشوكاني، متوفّٰی ۱۲۵۰، دار إبن كثير دمشق، الطبعة الأولىٰ ١٤١٤هـ.

٨٥۔ **اللباب في علوم الكتاب**: أبو حفص عمر بن علي بن عادل الحنبلي متوفّٰی ٨٨٠هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ.

٨٦۔ **المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز**: قاضي عبدالحق بن غالب بن عطية الأندلسي متوفّٰی ٥٤٦هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.

٨٧۔ **مفاتيح الغيب (التفسير الكبير**: محمد بن عمر التميمي البكري، المعروف بإمام فخر الدين الرازي، متوفّٰی ٦٠٤هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١١هـ.

کتب قراءت وتجوید

٨٨۔ **إتحاف فضلاء البشر فی القراء ات الأربعة عشر**: أحمد بن محمد الدمياطي متوفّٰی ١١١٧هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩.

٨٩۔ **كشف النظر شرح اردو النشر لقراء ات العشر**: قارى محمد طاهر رحيمي، إداره كتب طاهريه، ملتان.

٩٠۔ **معرفة القراء الكبار للذهبي**: إمام شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي، متوفّٰی ٧٤٨هـ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٨هـ.

علوم قرآن

٩١۔ **الإتقان في علوم القرآن**: إمام جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفّٰی ٩١١هـ، دار الكتاب العربي بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩هـ

٩٢۔ **أنوار العرفان في أسماء القرآن**: ظهور أحمد فيضي، ضياء القرآن پبلي كيشنز، لاهور، ١٤٢٦هـ.

شروح حدیث

٩٣۔ **إرشادالساري لشرح صحيح البخاري:** أحمدبن أبي بكر الخطيب القسطلاني، متوفّیٰ ٩٤٢ھ، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٦ھ.

٩٤۔ **اشعةاللمعات:** شيخ عبدالحق محدث دهلوي، متوفیٰ ١٠٥٢ھ، مكتبه نوريه رضويه، سكهر، پاكستان.

٩٥۔ **إكمالُ إكمالِ المُعْلِم:** أبوعبدالله محمدبن خليفة الوشتاني أبي المالكي، متوفّیٰ ٨٢٨ھ، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ.

٩٦۔ **إكمال المعلم بفوائدمسلم:** قاضي عياض بن موسیٰ مالكي الأندلسي، متوفّیٰ ٥٤٤ھ، دارالوفا، المنصورة، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ.

٩٧۔ **أنوارِغوثيه شرح شمائل ترمذي:** سيدمحمدأمير شاه قادري گيلاني، اداره تصنيفات إمام أحمد رضا كراچی ١٩٨٦ء.

٩٨۔ **بذل المجهودشرح سنن أبي داود:** شيخ خليل أحمد سهارنفوري، متوفی...... داراللواء للنشر والتوزيع، الرياض.

٩٩۔ **تحفة الأحوذي بشرح الجامع الترمذي:** عبد الرحمن مبار كپوري متوفّیٰ ١٣٢٥ھ، دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعةالأولیٰ ١٤١٩ھ.

١٠٠۔ **تعليقات بذل المجهود:** مولانامحمدز كرياكاندهلوي، متوفّیٰ ١٤٠٢ھ، داراللواء للنشروالتوزيع، الرياض.

١٠١۔ **التعليق الصبيح على مشكاةالمصابيح:** محمدإدريس الكاندهلوي، متوفّیٰ ١٣٩٤ھ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٥ھ.

١٠٢۔ **تقريربخاري شريف (اُردو):** مولانا محمد ز كريا كاندهلوي متوفّیٰ ١٤٠٢ھ، مكتبة الشيخ بهادرآباد كراچی.

١٠٣۔ **تقريرترمذي مع شمائل ترمذي:** شيخ محمودالحسن ديوبندي، متوفیٰ ١٣٣٩ھ،

کتب خانہ مجیدیہ، ملتان طبع اول ۱۹۸۵ء۔

۱۰۴۔ **تلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعى الكبير**: حافظ أحمدبن علي بن حجر العسقلاني متوفّی۸۵۲ھ، إدارة الطباعة الفنية المتحدة القاهرة ۱۳۸۴ھ، ودار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى۱۴۱۹ھ.

۱۰۵۔ **جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثاًمن جوامع الكلم**: حافظ عبدالرحمان إبن رجب الحنبلي، متوفّی ۷۹۵ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الرابعة۱۴۱۳ھ.

۱۰۶۔ **حاشية السندهي على النسائي**: أبوالحسن محمدبن عبدالهادي السندي، التتوي، متوفّی ۱۱۳۸ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۱۴ھ.

۱۰۷۔ **زهر الربى على المجتبى(شرح سنن النسائي)**: جلال الدين عبد الرحمٰن بن أبي بكر السيوطي متوفّی۹۱۱، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۱۴ھ.

۱۰۸۔ **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**: حافظ بدر الدين محمودبن أحمد العيني الحنفي، متوفّی ۸۵۵ھ، إدارة الطباعة المنيرية، مصر، الطبعة الأولى ۱۳۴۸ھ، ودار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى۱۴۲۱ھ.

۱۰۹۔ **فتح الباري شرح صحيح البخاري**: شهاب الدين أحمدبن علي بن حجر العسقلاني متوفّی ۸۵۲ھ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۶ ھ.

۱۱۰۔ **فيض الباري**: شيخ محمد أنور شاه الكشميري، متوفّی ۱۳۵۲ھ، مطبع حجازي، مصر ۱۳۷۵ھ.

۱۱۱۔ **فيض القدير بشرح الجامع الصغير**: عبدالرؤف بن علي بن زين العابدين المناوي الشافعي، متوفّی۱۰۳۱ھ، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ ھ.

۱۱۲۔ **الكاشف عن حقائق السنن** (شرح المشكوة): شرف الدين حسين بن محمد الطيبي متوفّی۷۴۳ھ، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ.

۱۱۳۔ **كفاية الحاجة في شرح سنن إبن ماجه**: أبوالحسن محمدبن عبد الهادي السندي، متوفّی ۱۱۳۸ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۸ھ.

١١٤۔ **لامع الدراري على جا مع البخاري**: مولانا محمد زكريا سهارنپوري متوفىٰ١٤٠٢ھ مكتبہ ايچ ايم سعيد كمپنی، كرا چی،١٣٧٩ھ.

١١٥۔ **مرقاةالمفاتيح شرح مشكاةالمصابيح**: علي بن سلطان محمد المعروف بملا علي القاري متوفىٰ ١٠١٤ھ،المكتبةالتجارية،مكة المكرمة.

١١٦۔ **معارف السنن شرح جامع الترمذي**: علامةمحمديوسف بنوري، متوفىٰ......ايچ ايم سعيد كمپني، كراچي،طبع ثاني ١٣٩٤ھ.

١١٧۔ **المغني عن حمل الأسفارفی الأسفارفي تخريج مافی الإحياء من الأخبار**: (بهامش إحياء علوم الدين)إمام أبوالفضل عبدالرحيم بن الحسين العراقي متوفىٰ ٨٠٦ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ.

١١٨۔ **المفهم لماأشكل من تلخيص كتاب مسلم**:أبوالعباس أحمدبن عمر القرطبي متوفىٰ ٦٥٦ھ،دارإبن كثير،بيروت،الطبعةالأولىٰ ١٤١٧ھ.

١١٩۔ **المنهاج بشرح مسلم لإبن الحاج** :علامةيحيىٰ بن شرف النووي الشافعي متوفىٰ ٦٧٦ھ، دارالمعرفة،بيروت،الطبعةالأولىٰ١٤١٤ھ.

سِیرت وفضائل

١٢٠۔ **آئينۂ جمالِ نبوي ﷺ**: إبراهيم بن عبدالله الحازمي،دارالسلام،لاهور.

١٢١۔ **الإشارةإلى سيرةالمصطفى**: حافظ علاء الدين أبوعبدالله بن قليج المغلطائي،متوفىٰ ٧٦٢ھ،دارالقلم،دمشق،الطبعةالأولىٰ١٤١٦ھ.

١٢٢۔ **أنسان العيون في سيرةالأمين المأمون (السيرةالحلبية)**: علي بن برهان الدين الحلبي متوفىٰ١٠٤٤ھ،دارالمعرفة،بيروت.

١٢٣۔ **الأنوارفي شمائل النبي المختار** : محي السنةالحسين بن مسعودبن محمدالفراء البغوي متوفىٰ ٥١٠ھ،دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولىٰ١٤٢٦ھ.

١٢٤۔ **الأنوارالمحمدية من المواهب اللدنية**:الشيخ يوسف بن إسماعيل النبهاني،متوفىٰ

۱۳۵۰ھ، الطبعة الأدبية، بیروت ۱۳۲۱ھ.

۱۲۵۔ **إشراق مصابيح السيرة المحمدية بمزج أسرار المواهب اللدنية (شرح الزرقاني على المواهب)** : محمد عبد الباقي الزرقاني، متوفیٰ ۱۱۲۲ھ، دار الکتب العلمية، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ .

۱۲۶۔ **أشرف الوسائل إلى فهم الشمائل**: شهاب الدين أحمد بن حجر الهيثمي، متوفیٰ ۹۷۴ھ، دار الكتب العلمية، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

۱۲۷۔ **أعلام النبوة** : علامة أبو الحسن علي بن محمد الماوردي متوفیٰ ۴۵۰ھ، دار الكتاب العربي، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ.

۱۲۸۔ **ألفية السيرة النبوية [نظم الدرر السنية فى السيرة الزكية]** إمام زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي، متوفیٰ ۸۰۶ھ، دار المنهاج، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۶ھ.

۱۲۹۔ **أنموذج اللبيب في خصائص الحبيب (الخصائص الصغرى)** حافظ جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفیٰ ۹۱۱ھ، بختيار پرنٹرز، دربار مارکیٹ لاہور.

۱۳۰۔ **بهجة المحافل و بغية الأماثل**: عماد الدين يحي بن أبي بكر العامري اليمني متوفیٰ ۸۹۳ھ، دار الكتب العلمية، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ.

۱۳۱۔ **تارخ الخميس في أحوال أنفس نفيس ﷺ**: الإمام الشيخ حسين بن محمد بن الحسن الديار بكري، متوفیٰ ......دار صادر، بیروت.

۱۳۲۔ **تذكرة المحبين شرح أسماء سيد المرسلين**: شیخ أبو عبد الله محمد بن قاسم الرصّاع المالكي، متوفیٰ ۸۹۴ھ، دار الكتب العلمية، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ.

۱۳۳۔ **تواریخ حبیب اله**: مولانا عنایت احمد کاکوروی، متوفیٰ ...... ملک دین محمد اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور، ۱۹۳۹ء

۱۳۴۔ **تهذيب الخصائص النبوية الكبرى**: الشيخ عبد الله التليدي، دار البشائر الإسلامية، بیروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۰ھ.

۱۳۵۔ **جامع الأسرار في مولد النبي المختار ﷺ**: حافظ شمس الدين محمد بن عبد اللہ القيسي، المعروف بابن ناصر الدين الدمشقي، متوفیٰ ۸۴۲ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۳۰ھ.

۱۳۶۔ **جلاء الأفهام فی الصلاة والسلام علی خير الأنام ﷺ**: محمد بن أبي بكر إبن قيم الجوزية متوفیٰ ۷۵۱ھ، دار الكتاب العربي، بيروت ۱۴۱۷ھ، وطبع دار عالم الفوائد، مكة المكرمة، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ،

۱۳۷۔ **جمع الوسائل في شرح الشمائل**: علي بن سلطان محمد القاري، متوفیٰ ۱۴۱۰ھ، نور محمد كارخانه تجارت كتب آرام باغ كراچی.

۱۳۸۔ **جواهر البحار في فضائل النبي المختار**: يوسف بن إسماعيل النبهاني متوفیٰ ۱۳۵۰ھ، مصطفی البابي الحلبي، مصر ۱۳۷۹ھ، ودار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۷ھ.

۱۳۹۔ **حاشية الشفاء للشُمُنِّي**: دار الكتب العلمية بيروت.

۱۴۰۔ **حجة اللّٰه علی العالمين في معجزات سيد المرسلين**: يوسف بن إسماعيل النبهاني متوفیٰ ۱۳۵۰ھ، دار الكتب العلمية، بيروت الطبعة الأولی ۱۴۱۷ھ.

۱۴۱۔ **حدائق الأنوار ومطالع الأسرار في سيرة النبي المختار**: محمد بن عمر بحرق الحضرمي متوفیٰ ۹۳۰ھ، مطبوعة دار الحاوی، بيروت الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ.

۱۴۲۔ **خصائل نبوي شرح شمائل ترمذي** مولانا محمد زكريا كاندهلوي متوفیٰ ۱۴۰۲ھ، مكتبة الشيخ بهادر آباد، كراچی، وفريد بكڈپو مٹيا محل دهلي.

۱۴۳۔ **خلاصة سير سيد البشر ﷺ**: أبو جعفر محب الدين الطبري المكي، متوفیٰ ۶۹۴ھ، مكتبة نزار مصطفیٰ الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ.

۱۴۴۔ **الدر المنضود فی الصلاة والسلام علی صاحب المقام المحمود ﷺ**: إمام أحمد بن محمد بن حجر الهيتمي المكي متوفیٰ ۹۷۵ھ، دار المدينة المنورة، الطبعة الثانية ۱۴۱۶ھ.

۱۴۵۔ **دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة**: إمام أبو بكر أحمد بن حسين البيهقي متوفیٰ ۴۵۸ھ، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۵ھ.

١٤٦ـ **دلائل النبوة**: أبو نُعَيم أحمدبن عبدالله الاصفهاني متوفّٰی ٤٣٠هـ، دارالنفائس، بيروت الطبعة الثالثة ١٤٠٦هـ.

١٤٧ـ **دلائل النبوة**: أبوالقاسم إسماعيل بن محمدالتيمي الأصبهاني متوفّٰی ٥٣٥هـ، دار العاصمة الرياض، النشرة الأولى ١٤١٢هـ.

١٤٨ـ **الرحيق المختوم**: صفي الرحمن مبار كفوري، دار السلام، الرياض، الطبعة ١٤١٤هـ.

١٤٩ـ **الروض الأنف في تفسير السيرة النبوية لإبن هشام**: أبوالقاسم عبد الرحمن بن عبدالله السهيلي، متوفّٰی ٥٧١هـ، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.

١٥٠ـ **الرياض الأنيقة في شرح أسماء خير الخليقة ﷺ**: الإمام الحافظ جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفّٰی ٩١١هـ، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٥هـ.

١٥١ـ **زاد المعادفي هدي خير العباد**: شمس الدين محمدبن أبي بكرإبن قيم الجوزية متوفّٰی ٧٥١هـ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٩هـ.

١٥٢ـ **سبل الهدىٰ والرشادفي سيرة خير العباد ﷺ**: إمام محمدبن يوسف الصالحي الشامي، متوفّٰی ٩٤٢هـ، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ.

١٥٣ـ **سراجاًمنيراً**: محمدإبراهيم ميرفاضل سيالكوٹي، جمعية اهل حديث، سيالكوٹ ١٣٨٤هـ.

١٥٤ـ **سعادة الدارين في الصلاة على سيدالكونين ﷺ**: قاضي يوسف بن إسماعيل النبهاني متوفّٰی ١٣٥٠هـ، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٧هـ.

١٥٥ـ **سير أعلام النبلاء (سيرة)**: شمس الدين الذهبي، متوفّٰی ٧٤٨هـ دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٧هـ.

١٥٦ـ **السيرة النبوية**: محمدبن إسحاق بن يسار المطلبي المدني متوفّٰی ١٥١هـ، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ.

١٥٧ـ **السيرة النبوية وأخبار الخلفاء**: حافظ أبوحاتم محمدبن حبان البستي، متوفّٰی ٣٥٤هـ،

مؤسسة الكتب الثقافية، الصنائع، الطبعة الثانية ١٤١١هـ.

١٥٨- **السيرة النبوية**: سيد أحمد بن زيني دحلان المكي ١٣٠٤هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ.

١٥٩- **السيرة النبوية**: أبو الفداء إسماعيل بن كثير الدمشقي متوفّٰى ٧٧٤ھ دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

١٦٠- **شرح الشفاء**: علي بن سلطان محمد القاري متوفّٰى ١٠١٤هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٦١- **شرح الشمائل**: علامة عبد الرؤف المناوي الشافعي متوفّٰى ١٠٠٣هـ، نور محمد كارخانه تجارت كتب آرام باغ كراچي.

١٦٢- **شرف المصطفى** ﷺ: أبو سعد عبد الملك بن أبي عثمان محمد بن إبراهيم الخركوشي النيسابوري، متوفّٰى ٤٠٦هـ، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ.

١٦٣- **الشفاء بتعريف حقوق المصطفى** ﷺ: قاضي عياض بن موسىٰ اليحصبي المالكي متوفّٰى ٥٤٤هـ، دار الكتاب العربي، بيروت، ومؤسسة الكتب الثقافية، الطبعة الثانية ١٤٢١هـ.

١٦٤- **الشمائل المحمدية**: إمام أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذي متوفّٰى ٢٧٩هـ، المكتبة التجارية، مكة المكرمة، الطبعة الرابعة ١٤١٦هـ.

١٦٥- **الصحيح المسند من دلائل النبوة**: مقبل بن هادي الوادعي، دار أرقم، الكويت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٥هـ.

١٦٦- **الطبقات الكبرىٰ**: إمام محمد بن سعد بن منيع الظهري، متوفّٰى ٢٣٠هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٧هـ.

١٦٧- **العجالة السنية على ألفية السيرة النبوية**: إمام زين الدين محمد عبد الرؤف المناوي، متوفىٰ ١٠٣١هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ.

١٦٨- **العطور المجموعة في ذكر النبي الحبيب** ﷺ: صوفي محمد إقبال مدني، دار البشائر الإسلامية، بيروت.

١٦٩- **علموا أولادكم محبة رسول الله** ﷺ: دكتور محمد عبده يماني، دار القبلة للثقافة

الإسلامية،جَدة،الطبعة الرابعة١٤٠٩ھ.

١٧٠۔ **عيون الأثرفي فنون المغازي والشمائل والسير**: أبوالفتح محمدبن محمدبن محمد بن سيدالناس متوفیٰ٧٣٤ھ، مكتبةدار التراث،المدينةالمنورة،الطبعةالأولیٰ١٤١٣ھ.

١٧١۔ **غايةالسول في خصائص الرسول ﷺ**: إمام أبي حفص عمر بن علي الأنصاري إبن الملقن متوفیٰ٨٠٤ھ ،دار البشائرالإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى١٤١٤ھ.

١٧٢۔ **الفصول في سيرةالرسول** : أبوالفداء إسماعيل الحافظ إبن كثير متوفیٰ٧٧٤ھ،دار التراث المدينة المنورة،الطبعة السادسة ١٤١٣ھ.

١٧٣۔ **فضائل درودشريف** : مولانامحمد زكرياسهارنپوري، متوفیٰ١٤٠٢ھ، دارالبشائر الإسلامية، بيروت.

١٧٤۔ **القول البديع فى الصلاة على الحبيب الشفيع ﷺ**: إمام محمدبن عبدالرحمٰن السخاوي متوفیٰ ٩٠٢ھ،دارالكتاب العربي،بيروت الطبعة الأولیٰ١٤٠٥ھ ومؤسسة الريان، بيروت،الطبعةالأولیٰ ١٤٢٢ھ .

١٧٥۔ **كفايةالطالب اللبيب في خصائص الحبيب ﷺ(الخصائص الكبرىٰ)** : الإمام الحافظ جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفیٰ ٩١١ھ،دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولیٰ ١٤٠٥ ھ.

١٧٦۔ **اللفظ المكرم بخصائص النبي المعظم ﷺ**: حافظ قطب الدين محمد بن محمد الخيضري الشافعي متوفیٰ٨٩٤ھ،دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤١٧ ھ.

١٧٧۔ **محمد ﷺالإنسان الكامل**: السيد محمد علوي المالكي، متوفیٰ ...... دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولیٰ١٤٢٩ھ.

١٧٨۔ **مدارج النبوةفارسي**: شيخ عبدالحق محدث دهلوي، متوفیٰ ١٠٥٢ھ،مكتبةنوريه رضويه،لاهور،طبع اول ١٩٩٧ء.

١٧٩۔ **مطالع المسرات بجلاء دلائل الخيرات**: إمام محمدمهدى الفاسي متوفیٰ١٠٥٢ھ المكتبةالنورية الرضوية،پاكستان،ودارالكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولیٰ١٤٢٦ھ.

۱۸۰۔ **منتهى السول على وسائل الوصول إلى شمائل الرسول ﷺ**: عبدالله بن سعيد اللحجي، متوفى ۱۴۱۰ھ، دار المنهاج، جدة، الطبعة الثالثة ۱۴۲۶ھ.

۱۸۱۔ **المواهب اللدنية بالمنح المحمدية**: إمام أحمد بن محمد القسطلاني متوفیٰ ۹۲۳ھ، مكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ.

۱۸۲۔ **المواهب المحمدية شرح الشمائل الترمذية**: الشيخ سليمان بن عمر بن منصور العجيلي الشافعي، متوفیٰ ۱۲۰۴ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۶ھ.

۱۸۳۔ **موسوعة سيرة سيد الأنام عليه الصلاة والسلام**: دكتور السيد جعفر مصطفىٰ سبيه، المكتبة المكية، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

۱۸۴۔ **نسيم الرياض في شرح الشفاء القاضي عياض**: شهاب الدين أحمد الخفاجي المصري، متوفیٰ ۱۰۶۹ھ، المطبعة الأزهرية، مصر، الطبعة الأولى ۱۳۲۷ھ.

۱۸۵۔ **نشر الطيب في ذكر النبي الحبيب ﷺ**: مولانا أشرف علي تهانوي، تاج کمپنی، کراچی.

۱۸۶۔ **نور اليقين في سيرتِ سيد المرسلين**: الشيخ محمد الخضري، المكتبة التجارية الكبرىٰ، مصر، الطبعة الثالثة والعشرون ۱۹۶۷ء.

۱۸۷۔ **الوفا بأحوال المصطفىٰ ﷺ**: أبو الفرج عبد الرحمن علي بن الجوزي متوفیٰ ۵۹۷ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ.

۱۸۸۔ **وسائل الوصول الىٰ شمائل الرسول ﷺ**: يوسف بن إسماعيل النبهاني متوفیٰ ۱۳۵۰ھ، منشورات دار مكتبة الحياة، بيروت، ۱۹۷۰ء.

اصولِ حدیث، اسماء الرِّجَال

۱۸۹۔ **الإستيعاب في معرفة الأصحاب**: إمام أبو عمرو يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر القرطبي متوفیٰ ۴۶۳ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۵ھ.

۱۹۰۔ **الإصابة في تمييز الصحابة**: شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني متوفیٰ

٨٥٢هـ ، دار الكتب العلمية ،بيروت ،الطبعة الأولىٰ ١٤١٥هـ.

١٩١ـ **أسد الغابة في معرفة الصحابة**: أبوالحسن علي بن محمد المعروف بإبن الأثير الجزري متوفىٰ ٦٣٠هـ ،دار إحياء التراث العربي ،بيروت ،الطبعة الأولىٰ ١٤١٧هـ.

١٩٢ـ **البحر الذي زخر شرح الفية الأثر**: الإمام الحافظ جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفىٰ ٩١١هـ ،مكتبة الغرباء الأثرية ، المدينة النبوية ،الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ.

١٩٣ـ **تنزيه الشريعة المرفوعة عن أخبار الشنيعة الموضوعة**: أبوالحسن علي بن محمد المعروف بإبن عراق الكناني ،متوفىٰ...... دار الكتب العلمية بيروت [تصوير] ١٣٩٩هـ.

١٩٤ـ **شرحُ شرحِ نخبة الفكر**: علي بن سلطان محمد القاري متوفىٰ ١٠١٤هـ ،شركة دار أرقم بن أبي الأرقم ،بيروت.

١٩٥ـ **علم زوائد الحديث**: عبد السلام محمد علوش ،معاصر ،دار ابن حزم ، بيروت ،الطبعة الأولىٰ ١٤١٥هـ.

١٩٦ـ **فتح المغيث شرح ألفية الحديث**: إمام محمد بن عبد الرحمٰن السخاوي متوفىٰ ٩٠٢هـ ،دار الكتب العلمية ،بيروت ،الطبعة الأولىٰ ١٤١٤هـ.

١٩٧ـ **معرفة الصحابة**: إمام أبونُعَيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني متوفىٰ ٤٣٠هـ ،دار الكتب العلمية ،بيروت ،الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ.

١٩٨ـ **ميزان الإعتدال في نقد الرجال**: شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي متوفىٰ ٧٤٨هـ ، دار الكتب العلمية ، بيروت ،الطبعة الأولىٰ ١٤١٥هـ.

كُتُبِ عَقائِد وكَلام

١٩٩ـ **إتحاف الزائر واطراف المقيم للسائر**: إمام أبواليمن عبد الصمد بن عبد الوهاب بن عساكر ،متوفىٰ ٦٨٦هـ ،شركة دار أرقم ،بيروت.

٢٠٠ـ **التعظيم والمنة في أن أبوي رسول الله ﷺ في الجنة (الرسائل العشر)**: الإمام الحافظ أبوالفضل جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي ،متوفىٰ ٩١١هـ ،دار الكتب

العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٩ ھ.

٢٠١۔ **الرّوح**: شمس الدين محمد بن أبي بكر إبن قيم الجوزية متوفّىٰ ٧٥١ھ، دار الفكر بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١١ ھ، ودار إحياء العلوم، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٤ ھ.

٢٠٢۔ **سبل السلام في حكم آباء سيدالأنام** عليه السلام: محمدأمين بن عمر بالي زاده الحنفي، من علماء القرن الثالث عشر، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٩ ھ.

٢٠٣۔ **سدادالدِين وسدادالدَين**: علامة سيدمحمدبن رسول البرزنجي، متوفیٰ ١١٠٣ ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧ ھ.

٢٠٤۔ **السيف المسلول على من سب الرسول** ﷺ: الشيخ تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي، متوفّىٰ ٧٥٦ھ، دار إبن حزم، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٦ ھ، و دار الفتح عمان، الأردن، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ ھ.

٢٠٥۔ **الصواعق المحرقةفى الردعلي أهل البدع والزندقة**: أحمدبن حجر الهيثمي المكي الشافعي متوفّىٰ ٩٧٥ھ، مكتبة القاهرة، مصر، الطبعة الثانية ١٣٨٥ ھ.

٢٠٦۔ **مسالک الحنفاء في والدي المصطفىٰ** ﷺ: **من مجموعة الرسائل العشر**: أبوالفضل جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفّىٰ ٩١١ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٩ ھ.

٢٠٧۔ **نشر العِلْمَين المُنيفَيْن في إحياءِ الأبَوَيْنِ الشَّرِيفَيْنِ**: [**الرسائل العشر**] حافظ جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفّىٰ ٩١١ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٩ ھ.

کُتبِ فقہ حنفی

٢٠٨۔ **ردالمحتار على الدر المختار**: علامة سيدمحمدأمين إبن عابدين الشامي متوفّىٰ ١٢٥٢ ھ، دار إحياء التراث العربي، بيروت ١٤١٩ ھ.

٢٠٩۔ **شرح الفقه الأكبر**: علامة علي بن سلطان محمدالقاري، متوفّىٰ ١٠١٤ ھ، دار الكتب

العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٤ھ.

۲۱۰۔ **غنية المستملي شرح منية المصلي: (حلبي كبير)** علامة ابراهيم بن محمد حلبي، متوفىٰ ٩٥٦ھ، سهيل اكيڈمي، لاهور ١٣٩٩ھ.

۲۱۱۔ **فتاوی دار العلوم ديوبند:** مفتي عزيز الرحمان، دار الإشاعت، مقابل مولوي مسافر خانه، كراچي.

۲۱۲۔ **فتاویٰ رضوية:** إمام أحمد رضا خان قادري متوفّیٰ ١٣٤٠ھ، مكتبه رضوية آرام باغ كراچی، رضا فاؤنڈيشن جامعية نظامية رضوية، لاهور.

۲۱۳۔ **كفايت المفتي:** مفتي محمد كفايت الله دهلوي، مكتبة إمداديه، ملتان.

فقه شافعی

۲۱۴۔ **تحفة المحتاج:** علامة أحمد بن محمد علي بن حجر الهيثمي المكي متوفّیٰ ٩٧٥ھ، دار صادر بيروت.

۲۱۵۔ **شرح روض الطالب من أسنى المطالب:** أبويحيىٰ زكريا أنصاري الشافعي، متوفىٰ ٩٢٦ھ، مكتبه أحدية شاه صاحب لين نمبر ٥٥ ڈھاكه.

۲۱۶۔ **الحاوي للفتاوي:** الإمام الحافظ جلال الدين السيوطي متوفّیٰ ٩١١ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٢ھ، وطبع آخر: دار الكتاب العربي، بيروت الطبعة ١٤٢٥ھ.

۲۱۷۔ **زاد المحتاج بشرح المنهاج:** الشيخ عبدالله بن الشيخ حسن الحسن الكوهجي، متوفیٰ...... مطبعة الشؤن الدينة بدولة قطر، الطبعة الأولىٰ.

۲۱۸۔ **كشف الغمة عن جميع الإمة:** علامة عبد الوهاب الشعراني متوفّیٰ ٩٧٣ھ، دار الفكر، بيروت، الطبعة ١٤٠٨ھ.

۲۱۹۔ **المجموع شرح المهذب للنووي:** إمام يحيىٰ بن شرف النووي متوفیٰ ٦٧٦ھ، ادارة الطباعة المنيرية، مصر.

۲۲۰۔ **مغني المحتاج**: شیخ محمد بن أحمد الشربیني الشافعي، متوفیٰ ۹۷۷ھ، مصطفی البابي الحلبي وأولاده بمصر ۱۳۷۷ھ.

۲۲۱۔ **نهاية المحتاج**: شافعیِ صغیر شمس الدین محمد......مصطفی البابي الحلبي مصر، الطبعة الأخیرة ۱۳۸۶ھ.

فقه حنبلی

۲۲۲۔ **الإنصاف**: علاؤ الدین أبی الحسن علي بن سلیمان المرداوي، متوفیٰ ۵۸۸ھ، مطبعة السنة المحمدیة، قاهرة ۱۳۷۴ھ.

فقه مالکی

۲۲۳۔ **بلغة السالك**: شیخ أحمد بن محمد الصاوي المالکي، متوفیٰ ۱۲۲۳ھ، دار المعرفة، بیروت ۱۳۹۸ھ.

۲۲۴۔ **منح الجلیل**: شیخ محمد علیش المالکي، متوفیٰ...... دار الفکر بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۴ھ.

فضائلِ اعمال

۲۲۵۔ **الآداب الشرعية والمنح المرعية**: شمس الدین أبو عبد اللّٰہ محمد بن مفلح المقدسي الحنبلي، متوفیٰ ۷۶۳ھ، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۷ھ.

۲۲۶۔ **تبلیغی نصاب**: مولانا محمد زکریا سہارنپوری متوفّٰی ۱۴۰۲ھ، ادارہ اشاعتِ دینیات انار کلی، لاہور.

۲۲۷۔ **تحفة الذاكرين شرح حصن حصين**: قاضی محمد بن علي الشوکاني متوفّٰی ۱۲۵۰ھ، دار الجیل، بیروت، طبعة الأولیٰ ۱۴۱۹ھ.

۲۲۸۔ **جامع بیان العلم وفضله**: إمام أبو عمرو یوسف بن عبد اللّٰه بن محمد بن عبد البر القرطبي، متوفّٰی ۴۶۳ھ، دار إبن الجوزي، الدمام، الطبعة الرابعة ۱۴۱۹ھ.

۲۲۹۔ **جذب القلوب فارسي**: شيخ عبدالحق محدث دهلوي، متوفیٰ ۱۰۵۲ھ، مطبع نامي منشي نول كشور لكهنؤ ۱۲۸۶ھ.

۲۳۰۔ **دلائل الخيرات وشوارق الأنوار**: إمام محمدبن سليمان الجزولي، متوفیٰ ۸۷۰ھ، دارالفتح، عمّان، الأردن، ۱۴۲۸ھ.

۲۳۱۔ **دليل الفالحين**: محمدبن علان الصديقي الشافعي، متوفیٰ ۱۰۵۷ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۴ھ.

۲۳۲۔ **شفاء العليل**: محمدبن أبي بكرإبن قيم الجوزية متوفّیٰ ۷۵۱ھ، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۷ھ.

۲۳۳۔ **فضائل ذكر[تبليغی نصاب]**: مولانامحمدز كرياسهارنپوری متوفّیٰ ۱۴۰۲ھ، اداره اشاعتِ دينيات انار كلی، لاهور.

۲۳۴۔ **قمع النفوس ورقيةالمأيوس**: إمام تقي الدين محمدبن عبدالمومن الحصني متوفّیٰ ۸۲۹ھ دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۴ھ.

۲۳۵۔ **لطائف المعارف فيمالمواسم العام من الوظائف**: زين الدين أبو الفرج عبدالرحمٰن الرحمان بن أحمدبن رجب الحنبلي متوفّیٰ ۷۹۵ھ، دار إبن كثير، دمشق، الطبعة الرابعة ۱۴۱۹ھ.

۲۳۶۔ **الوابل الصيب من الكلم الطيب**: محمدبن أبي بكرإبن قيم الجوزية متوفّیٰ ۷۵۱ھ، المكتب الإسلامی، بيروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ.

كُتبِ اَخلاق و تصوُّف

۲۳۷۔ **إتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين**: سيدمحمدبن محمد الحسيني الزبيدي، متوفیٰ ۱۲۰۵ھ، المطبعة الكلية الأزهرية، مصر، ودارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۹ھ.

۲۳۸۔ **إحياء علوم الدين**: إمام محمدبن محمدالغزالي متوفّیٰ ۵۰۵ھ، دار الكتب العلمية،

بیروت،الطبعة الأولى ١٤١٩ھ.

٢٣٩ـ **إعتلال القلوب في أخبار العشاق والمحبين:** أبوبكرمحمدبن جعفر الخرائطي، متوفیٰ ٣٢٧ھ،دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولیٰ١٤٢١ھ.

٢٤٠ـ **روضةالمحبين وعمدةالسالكين:** [مجموعة:رسائل الغزالي] إمام محمدبن محمدالغزالي متوفیٰ٥٠٥ھ،دارالكتب العلمية بيروت، الطبعةالأولیٰ١٤١٤ھ.

٢٤١ـ **روضةالمحبين ونزهةالمشتاقين:** محمدبن أبي بكرالمعروف بإبن القيم الجوزية، متوفیٰ ٧٥١ھ،مكتبةنزارمصطفى الباز،مكة المكرمة، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ.

٢٤٢ـ **الحديقةالنديةشرح الطريقةالمحمدية:** عارف بالله سيدي عبد الغني النابلسي، متوفیٰ١١٤٣ھ،دارالطباع العامرة، استنبول ١٤٠٠ھ.

٢٤٣ـ **سنن الصالحين وسنن العابدين:** أبوالوليدسلمان بن خلف الباجي، متوفیٰ ٤٧٤ھ، دارإبن حزم،بيروت،الطبعةالأولیٰ ١٤٢٤ھ.

٢٤٤ـ **عوارف المعارف ملحق بإحياء علوم الدين:** شيخ شهاب الدين أبو حفص عمر السهروردي،متوفیٰ...... دارالفكر بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٦ھ.

٢٤٥ـ **الكواكب الدرية في تراجم السادةالصوفية:** زين الدين محمدعبد الرؤف المناوي متوفیٰ١٠٢١ھ،دارصادر،بيروت،الطبعةالأولى ١٩٩٩ء.

٢٤٦ـ **مدارج السالكين:** محمدبن أبي بكرإبن قيم الجوزية متوفیٰ٧٥١ھ،دارالكتاب العربي،بيروت،الطبعة الرابعة١٤١٧ھ.

٢٤٧ـ **معرفتِ الٰهيه:** شاه عبدالغني پهول پوري،متوفیٰ١٣٨٣ھ، ناشرقرآن محل مقابل مولوي مسافر خانه، كراچى.

٢٤٨ـ **ميزان العمل:** إمام محمدبن محمدالغزالي متوفیٰ٥٠٥ھ،دارالكتب العلمية بيروت،الطبعةالأولیٰ١٤٠٩ھ.

فَضَائِلُ ومَنَاقِب

۲۴۹۔ **إتحاف السائل بمالفاطمةمن المناقب والفضائل:** إمام محمدعبد الرؤف بن علي بن زين العابدين المناوي،متوفیٰ۱۰۳۱ھ،مكتبة القرآن،القاهرة۱۴۰۷ھ.

۲۵۰۔ **إستجلاب إرتقاء الغرف بحب أقرباء الرسول وذوى الشرف:** حافظ شمس الدين محمدبن عبدالرحمان السخاوي،متوفیٰ۹۰۲ھ،دارالبشائرالإسلامية، بيروت، ۱۴۲۱ھ.

۲۵۱۔ **أسعاف الراغبين في سيرةالمصطفى وفضائل أهل بيته الطاهرين: على هامش مشارق الأنوار:** الشيخ محمدبن علي الصبان،متوفیٰ...... مطبعة الشرق، مصر ۱۳۵۶ھ،ومطبعةمصطفى البابي الحلبي، مصر، الطبعة الأخيرة ۱۳۶۷ھ.

۲۵۲۔ **أسمى المطالب في سيرة أمير المومنين علي بن أبي طالب** عليه السلام: دكتور علي محمدمحمدالصلّابي،دارإبن كثير،دمشق،الطبعةالأولیٰ۱۴۲۵ھ.

۲۵۳۔ **أسنى المطالب في مناقب سيدناعلي بن أبي طالب:** أبوالخيرشمس الدين محمدبن محمدالجزري،متوفیٰ ۸۳۳ھ، مكتبة الإمام أمير المؤمنين علي،أصفهان.

۲۵۴۔ **البرهان الجلي في تحقيق إنتساب الصوفيةإلیٰ علي** رضی اللہ عنہ: سيد أحمدبن محمدبن الصديق الغماري الحسني، مكتبة القاهرة،مصر.

۲۵۵۔ **جامع كرامات أولياء:** إمام يوسف بن إسماعيل النبهاني متوفیٰ۱۳۵۰ھ،دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولى۱۴۱۷ھ.

۲۵۶۔ **جواهر العقدين في فضل الشرفين:** نورالدين علي بن عبدالله السمهودي متوفیٰ ۹۱۱ھ،دارالكتب العلمية، بيروت،الطبعةالأولى ۱۴۱۵ھ.

۲۵۷۔ **حدائق بخشش:** إمام أحمدرضاحنفي متوفیٰ۱۳۴۰ھ ،پروگریسو بکس،لاهور.

۲۵۸۔ **حكاياتِ صحابة(مع تبليغي نصاب)** : مولانامحمد زكريا الكاندهلوي، سهارنپوري متوفیٰ ۱۴۰۲ھ،تاج کمپني،پاکستان.

۲۵۹۔ **دیوان حسانِ بن ثابت**: سیدنا حسان بن ثابت الأنصاري ﷺ، متوفیٰ ٥٤ھ، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ.

۲۶۰۔ **رشفة الصادي من بحر فضائل بنی النبي الهادی ﷺ**: أبوبکر شهاب الدین العلوي الحضرمي، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھ.

۲۶۱۔ **رفعُ شأن الحبشان**: الإمام الحافظ جلال الدین عبدالرحمان بن أبي بکر السیوطي، متوفّیٰ ٩١١ھ، دار القبلة للثقافة الإسلامیة، جدة.

۲۶۲۔ **الریاض النضرة في مناقب العشرة**: محب الدین الطبري، متوفّیٰ ٦٩٤ھ، دار الغرب الإسلامي، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٩٩٦ء، ودار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ.

۲۶۳۔ **صفة الصفوة**: أبوالفرج عبدالرحمان إبن الجوزي متوفّیٰ ٥٩٧ھ، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٠٩ھ.

۲۶۴۔ **الفصول المهمة في معرفة الأئمة**: علي بن محمد إبن أحمد المالکي الشهیر بإبن الصباغ، متوفیٰ ٨٥٥ھ، مؤسسة الأعلمي، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٨ھ.

۲۶۵۔ **فضائل الصحابة**: إمام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبلؒ، متوفّیٰ ٢٤١ھ، دار إبن الجوزي، الدمام، الطبعة الثالثة ١٤٢٦ھ.

۲۶۶۔ **القصیدة البردة**: إمام شرف الدین محمد بن سعید الصنهاجي البوصیري، متوفیٰ ٦٩٦ھ، مکتبة الهدایة، بیروت، **وملحق بدلائل الخیرات** دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٧ھ.

۲۶۷۔ **قضاء علي بن أبي طالب ﷺ**: عبداللّٰه بن سلیمان بن علي العبدالمنعم، مکتبة الرشد، الریاض، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٧ھ.

۲۶۸۔ **معرفة القراء الکبار علی الطبقات والأعصار**: شمس الدین محمد بن أحمد الذهبي، متوفیٰ ٧٤٨ھ، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٠٨ھ.

۲۶۹۔ **مطالب السئول في مناقب آل الرسول**: أبوسالم کمال الدین محمد بن طلحة القرشي الشافعي، متوفیٰ ٦٥٢ھ، مکتبة دار الکتب، النجف الأشرف، عراق، و مطبع

أنوار محمدي، لكهنؤ، الهند، الطبعة الأولىٰ.

٢٧٠- **معالي الرتب لمن جمع بين شرفى الصحبة والنسب**: مساعد سالم العبد الجادر متوفىٰ ١٤٢٤هـ، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ.

٢٧١- **مناقب علي والحسنين وأمهما فاطمة الزهراء** رضي الله عنهم: الشيخ محمد فواد عبد الباقي، دار الحديث، القاهرة، سنة الطبع ١٤٢٣هـ.

٢٧٢- **المناقب**: موفق بن أحمد بن محمد المكي الخوارزمي الحنفي، متوفىٰ ٥٦٨هـ، مؤسسة النشر الإسلامي، قم، إيران، الطبعة الثانية.

٢٧٣- **موسوعة العشرة المبشرون بالجنة**: د. الشيخ أحمد عزو عناية، د. علي محمد مصطفىٰ، معاصر، دار نظير عبود، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٩هـ.

٢٧٤- **نزل الأبرار بما صح من مناقب أهل البيت الأطهار** رضي الله عنهم: حافظ محمد بن معتمد خان البدخشاني الحارثي، متوفىٰ بعد ١٢٢٦هـ، مكتبة الإمام أمير المؤمنين علي، أصفهان، الطبعة الأولىٰ ١٤٥٣هـ.

٢٧٥- **نساء أهل البيت في ضوء القرآن والحديث**: أحمد خليل جمعة، معاصر، دار اليمامة دمشق، الطبعة الخامسة ١٤٢٣هـ.

٢٧٦- **نسمات الأسحار في مناقب وكرامات الأولياء الأخيار**: علي بن عطية بن الحسن الهيتي، المعروف بالشيخ علوان، متوفىٰ ٩٣٦هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ.

٢٧٧- **نور الأبصار في مناقب آل بيت النبي المختار** ﷺ: الشيخ مومن بن حسن الشبلنجي، متوفىٰ بعد ١٢٩٠هـ، شركة مطبعة مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر الطبعة الأخيرة ١٣٢٧هـ.

لُغَت

٢٧٨- **تاج العروس من جواهر القاموس**: سيد محمد مرتضىٰ الحسيني الزبيدي متوفىٰ ١٢٠٥هـ، دار الفكر، بيروت ١٤١٤هـ.

۲۷۹۔ **تاج اللغة وصحاح العربية (الصحاح)**: أبونصر إسماعيل بن حماد الجوهري، متوفیٰ ۴۴۰ھ، دار الفكر بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.

۲۸۰۔ **تهذيب الأسماء واللغات**: علامة يحيىٰ بن شرف النووي متوفیٰ ۶۷۶ھ، دار الفكر. بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۶ھ.

۲۸۱۔ **قائداللغات اردو**: عبدالحكيم خان نشتر جالندهرى، حامد اينڈ كمپني، لاهور.

۲۸۲۔ **القاموس المحيط**: إمام مجدالدين محمدبن يعقوب الفيروز آبادي متوفیٰ ۸۱۷ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۱۳ھ.

۲۸۳۔ **لسان العرب**: إمام محمدبن مكرم المعروف بإبن منظور الأفريقي متوفیٰ ۷۱۱ھ، دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۶ھ.

۲۸۴۔ **مجمع بحار الأنوار**: علامة محمد طاهر فتني متوفیٰ ۹۸۶ھ، مكتبة دار الإيمان المدنية المنورة، الطبعة الثالثة ۱۴۱۵ھ.

۲۸۵۔ **مصباح اللغات**: عبدالحفيظ بلياوي، مدينة پبلشنگ كمپنى، كراچى، الطبعة الأولیٰ ۱۹۸۲ء.

۲۸۶۔ **المصباح المنير**: أحمدبن محمد علي المقري الفيومي متوفیٰ ۷۷۰ھ، مطبوعة دار الكتب العلمية، بيروت الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۴ھ.

۲۸۷۔ **المعجم الوسيط**: إعداد مجمّع اللغة العربية إبراهيم مصطفیٰ وآخرون، دار الدعوة استانبول، تركيا الطبعة الثانية ۱۳۹۲ھ.

۲۸۸۔ **معجم المقاييس فى اللغة**: أبوالحسين أحمدبن فارس بن زكريا متوفى ۳۹۵ھ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۸ھ.

۲۸۹۔ **مفيدالطالبين**: علامة محمد أحسن نانوتوى، مكتبه رحمانيه، لاهور.

۲۹۰۔ **المنجد**: لويس معلوف اليسوعي متوفیٰ ۱۹۴۶ء المطبعة الكاثوليكية، لبنان، الطبعة الثانية عشرة ۱۳۹۴ھ.

سِیَر و تاریخ

۲۹۱۔ **إزالة الخفاء في تاريخ الخلفاء**: شاه ولى الله بن عبدالرحيم محدث دهلوي، متوفّىٰ ۱۱۷۶ھ. قديمي كتب خانه آرام باغ كراچي.

۲۹۲۔ **البداية والنهاية**: إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي الشافعي متوفّىٰ ۷۷٤ھ، دار إبن كثير دمشق، الطبعة الأولىٰ ۱٤۲۸ھ، ودار الفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۱٦ھ.

۲۹۳۔ **تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام**: الإمام أبي عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي متوفّىٰ ۷٤۸ھ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲٦ھ

۲۹٤۔ **تاريخ أصبهان**: إمام أبو نُعَيْم أحمد بن عبدالله الأصبهاني متوفّىٰ ٤۳۰ھ، مطبع انتشارات جهان، بمطبعة بريل، تهران ۱۹۳۱ء.

۲۹۵۔ **تاريخ الخلفاء**: الإمام جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفّىٰ ۹۱۱ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۱۹ھ.

۲۹٦۔ **تاريخ الأمم والملوك**: إمام أبو جعفر محمد بن جرير الطبري متوفّىٰ ۳۱۰ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۲٤ھ.

۲۹۷۔ **تاريخ مدينة دمشق**: إمام أبى القاسم علي بن الحسن إبن هبة الله بن عبدالله بن عساكر الشافعي متوفّىٰ ۵۷۱ھ دار الفكر بيروت، ۱٤۱٦ھ.

۲۹۸۔ **تلقيح فهوم أهل الأثر في عيون التاريخ والسير**: أبو الفرج عبدالرحمان إبن الجوزي متوفّىٰ ۵۹۷ھ، دار أرقم، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۱۸ھ.

۲۹۹۔ **حياة الصحابة**: محمد يوسف الكاندهلوي متوفّىٰ ۱۹٦۵ء، دار احياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۰٦ھ.

۳۰۰۔ **سير أعلام النبلاء**: شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، متوفّىٰ ۷٤۸ھ، دار الفكر بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۱۷ھ.

۳۰۱۔ **شذرات الذهب في أخبار من ذهب**: أحمد بن محمد العكري الحنبلي متوفى ۱۰۸۹ھ، دار ابن كثير، دمشق، الطبعة الأولى ۱٤۰٦ھ.

۳۰۲۔ **طبقات الشافعية الكبرى**: عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السُّبكي متوفیٰ ۷۷۱ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۰ھ.

۳۰۳۔ **عيون المعارف وفنون أخبار الخلائف**: أبي عبد الله محمد بن سلامة بن جعفر القضاعي، متوفیٰ ٤٥٤ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲٥ھ.

۳۰٤۔ **الكامل فى التاريخ**: عز الدين أبو الحسن علي بن محمد الشهير بابن الأثير الجزري، متوفیٰ ٦۳۰، بيت الافكار الدولية، الأردن.

۳۰٥۔ **كتاب المغازي للواقدي**: محمد بن عمر بن واقد متوفیٰ ۲۰۷ھ، عالم الكتب بيروت، الطبعة الثالثة ۱٤۰٤ھ.

۳۰٦۔ **كتاب السير**: إبراهيم بن محمد أبو إسحاق الفزاري متوفیٰ ۱۸٦ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۰۸ھ.

۳۰۷۔ **مختصر تاريخ دمشق**: إمام محمد بن مكرم المعروف بإبن منظور، متوفیٰ ۷۱۱ھ، دار الفكر، دمشق، الطبعة الأولیٰ ۱٤۰۹ھ.

۳۰۸۔ **وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى ﷺ**: علامة نور الدين علي بن أحمد السمهودي، متوفیٰ ۹۱۱ھ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

كُتُبِ مُتَفَرِّقَة

۳۰۹۔ **أشرف الجواب منتخب از خطبات كامل**: علامة أشرف علي تهانوي، متوفیٰ ۱۳٦۲ھ، اداره تاليفات اشرفيه، ملتان، ۱۹۸٤ء.

۳۱۰۔ **بوادر النوادر**: مولانا اشرف على تهانوي، متوفیٰ ۱۳٦۲ھ، إداره اسلاميات، انار كلى، لاهور ۱٤۰٥ھ.

۳۱۱۔ **حيات الحيوان الكبرىٰ**: كمال الدين محمد بن موسى الدميري، متوفیٰ ۸۰۸ھ،

مطبعة مصطفى البابى الحلبي، مصر.

۳۱۲۔ **ماهنامه بينات:** جلدنمبر ۵۱ شماره نمبر ۱ جامعة العلوم الإسلامية علامة بنوري ٹاؤن، كراچي، محرم الحرام ۱۴۰۹ھ.

۳۱۳۔ **ماهنامه بينات:** جلدنمبر ۵۱ شماره نمبر ۱۰، جامعة العلوم الإسلامية علامة بنوري ٹاؤن، كراچي، شوال المكرم ۱۴۹۰ھ،

۳۱۴۔ **ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت:** إمام أحمد رضا حنفي، متوفیٰ ۱۳۴۰ھ، فريد بكسٹال، لاهور. وطبع: مدينة پبلشنگ كمپنى، كراچي.

❁ لفظِ قرآن کی تحقیق، جمع قرآن، محفوظیتِ قرآن کا راز، حافظ قرآن، اس کے والدین، معلم قرآن اور تعلیم قرآن میں معاونین کے فضائل اور ان کا اجر و ثواب۔

❁ جامعیت قرآن، علوم قرآن کی تعداد، قرآن کے ہر حرف کا ایک ظاہر اور ایک باطن اور ہر ظاہر و باطن کا ایک مطلب۔

❁ جامعیت قرآن کے لیے حدیث شریف کی ناگزیریت اور صاحبِ قرآن ﷺ کی وسعتِ علمی کی شانِ بے پایاں۔

❁ قرآن کریم کے خاتم الکتب اور نبی کریم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کے حوالے سے جامعیتِ قرآن۔

❁ حضور اکرم ﷺ کے خُلق اور آپ کی سیرتِ طیبہ کی ہمہ گیریت کی روشنی میں جامعیتِ قرآن۔

❁ ''الکوثر'' سے قرآن کریم کا مراد ہونا اور صاحبِ قرآن ﷺ کا ازل سے امینِ قرآن ہونا۔

❁ اسم قرآن ''الروح'' اور ''النور'' کی روشنی میں صاحبِ قرآن ﷺ کے ازل سے امینِ قرآن ہونے کا تذکرہ۔

❁ الفاظِ قرآن کے ساتھ ساتھ روحِ قرآن اور نورِ قرآن کے حصول کا طریقہ۔

❁ تفسیر اور تاویل کا فرق، تفسیر قرآن کے لیے ضروری علوم، فقط ترجمہ کے بھیانک نتائج، اربابِ فہم حضرات کی شان، الفاظِ قرآن کے باطن سے مسائل مستنبط کرنے کا طریقہ۔

❁ ناظرہ قرآن مجید سیکھنے، سکھانے کے فضائل، ناظرہ سیکھنے والے بچوں کے والدین کے فضائل، قرآن مجید کو بھلانے کا گناہ، حفظ قرآن کی دعائیں، ماہرین اساتذہ کے تجربات اور ترتیل و تجوید کے ساتھ حفظ کرانے کا طریقہ۔

❁ بکثرت تلاوتِ قرآن کے اسباب، تلاوتِ قرآن کی کثرت اور سرعتِ تلاوت پر حیرت انگیز واقعات۔

❁ ترتیل و تجوید کی فرضیت، خوش آزی کی فضیلت اور اسکے طبعی اور طبی فوائد، غیر معمولی تاثیر اور تدبر فی القرآن کا بیان۔

❁ قرآن کریم کا امام الکل ہونا، واعظین، مرشدین اور عام لوگوں پر کس حد تک قرآن کا علم حاصل کرنا فرض ہے؟

❁ قرآن کریم کا شفا ہونا، دم کرنے، کرانے اور تعویذ لٹکانے وغیرہ امور پر انتہائی مدلل بحث۔

❁ قرآن کریم کو چھونے اور پڑھنے کے آداب، اساتذہ، طلباء اور عام تلاوت کرنے والوں کے آداب، حفظِ قرآن میں رکاوٹیں اور ان کا ازالہ، ختم قرآن میں شمولیت اور ختم قرآن کے وقت دعا کی مقبولیت وغیرہ۔

چند خصوصیات:

- مکمل عربی متن مع سند
- سابقہ عربی طبعات کی غلطیوں کی اصلاح
- ہر حدیث کی مکمل تخریج وتشریح
- سند کے لحاظ سے علماء اصولِ حدیث سے ہر حدیث پر حکم
- ہر حدیث پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا متین جواب
- مصنف (امام نسائی رضی اللہ عنہ) کے قائم فرمودہ عنوانات کی روشنی میں خصوصیاتِ مرتضوی
- متن میں مذکور پنجتن پاک رضی اللہ عنہم کا تعارف اور ان کے اہم فضائل وخصائص
- جدید وقدیم تمام ناصبی اعتراضات کا انتہائی علمی اور مہذب رد
- علماء ومشائخ اہلِ سنت دامت برکاتہم کی گرانقدر تقریظات
- پانچ سو سے زائد مآخذ ومراجع (کتابیات) کی فہرست مع سنہ طباعت اور مطبع وغیرہ
- صفحات (1150) گیارہ سو پچاس
- مکمل بیروتی طرزِ طباعت وبائنڈنگ اور امپورٹڈ کاغذ۔

اذانِ مغرب واقامت کے مابین وقفہ (مطبوع)

مغرب کی اذان اور اقامت (تکبیر) کے درمیان مناسب وقفہ کے ثبوت میں پہلی کاوش۔

أسنى المطالب في مناقب

أمير المؤمنين علي بن أبي رضي الله عنه

تصنیف:

امام ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری المقری الشافعی متوفی ۸۳۳ھ،

صاحبِ "حِصنِ حَصِین" اور صاحبِ "المقدمة الجزرية"۔

ترجمة، تخريج، تحقيق، تشريح

قاري ظهور احمد فيضي

مكتبة باب العلم

جامعة علي المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لاهور

إتحاف السائل بما لفاطمة من

المناقب و الفضائل عليها السلام

تصنیف:

امام زین الدین عبد الرؤف المناوی الشافعی، متوفی ۱۰۳۱ھ۔

ترجمة، تخريج، تحقيق، تشريح

قاري ظهور احمد فيضي

مكتبة باب العلم

جامعة علي المرتضیٰ لاهور

الذرية الطاهرة النبوية

[صلوات الله و سلامه عليهم]

تصنیف:

امام الحافظ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی، متوفی ۳۱۰ھ،

ترجمۃ، تخریج، تحقیق، تشریح

قاری ظہور احمد فیضی

مكتبة باب العلم
جامعة علي المرتضیٰ رض لاهور

زیرِ طبع و زیرِ ترتیب تصانیف